1305 तारीख हिन्द
हिस्सा अव्वल

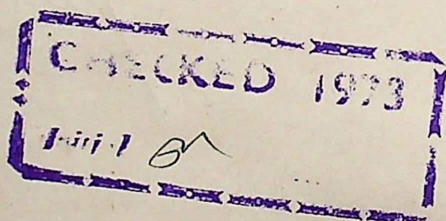
23-2-06

१५.८.५६

लाला रघुनाथ साहब

सन् 1931












# تاریخ انگلستان!

## نئے رنگ میں

یہ کتاب جو خدمت اقدس میں پیش کی جاتی ہے نفاست و طباعت کا بہترین نمونہ ہے۔ اِس دفعہ اِس پر اتنی محنت کی گئی ہے کہ جتنی ہمارے امکان میں تھی۔ سب سے بڑی بات دیکھنے کی یہ ہے۔ کہ اب اِس کی زبان اِتنی سادہ اور آسان کر دی گئی ہے کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ سکے اِس طرح کہ جیسے بچوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ بس ایک کہانی معلوم ہوتی ہے۔ اب ہم بجا طور پر اِسے مصنّف کا شاہکار کہہ سکتے ہیں۔

اِس پر روپیہ پانی کی طرح بہایا گیا ہے۔ تصاویر بڑھا دی گئی ہیں۔ لیتھو کی بجائے بلاک سے کام لیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی بھی پہلے سے اچھی ہے اور کاغذ بھی بڑھیا۔ چند صفحے پڑھ کر دیکھئے۔ پُرانے اور اِس نئے ایڈیشن میں بہت فرق نظر آئے گا۔

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

# تاریخ ہندوستان

## نئے ڈھنگ پر

اِس میں بھی بہت سی نئی خوبیاں پیدا ہو گئی ہیں مثلاً سوال و جواب کا طریقہ اُڑا دیا گیا ہے۔ اسے ٹیکسٹ بک کے طور پر لکھا گیا ہے۔ ضرورت سے زیادہ باتیں نہیں رکھی گئیں۔ اِس لئے لڑکوں کے لئے یہ کتاب آسان اور مفید ہو گئی ہے اور تاریخ ہندوستان بجائے خشک مضمون ہونے کے دلچسپ کہانی معلوم ہوتی ہے اِس کی زبان بھی نہایت سادہ اور آسان کر دی گئی ہے۔ لیتھو کی بجائے بلاک سے کام لیا گیا ہے ۞

1305

# تاریخ ہند

## حصّہ اوّل

مرتبہ


رائیصاحب لالہ رگھوناتھ سہائے بی۔ اے
ہیڈ ماسٹر دیال سنگھ ہائی سکول لاہور
و
لالہ میلا رام چڈہ (جلالپوری) ۔ بی۔ اے
ایس۔ اے۔ وی سینئر ہسٹری ٹیچر دیال سنگھ ہائی سکول لاہور



میسرز رام لال سوری اینڈ سنز بک سیلرز
و پبلشرز انارکلی لاہور

۱۹۳۱ء



# دیباچہ

نئی زندگی اور نئی امنگوں سے پُر نئی ہندوستانی نسل کے لیے ہندوستان کی گذشتہ تاریخ کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ لیکن تاریخ کی بعض کتابوں نے طلباء کے لئے اس مضمون کو جو ہر اعتبار سے ان کے لئے اہم ہے۔ ہیبت ناک بنا رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ طالب علم اس مضمون سے اکثر جی چراتے۔ اور اس کو خشک سمجھتے ہیں ؞

بڑھتی ہوئی ضروریات زمانہ اور اُمڈتے ہوئے جذباتِ ترقی سے ملک میں جہاں کئی اور قسم کی اصلاحات ہوئی ہیں۔ وہاں تاریخ دان اصحاب کے لیئے فن تاریخ نویسی میں رفتار زمانہ کے مطابق ترمیم کرنا بھی از بس ضروری ہوگیا ہے۔ ہم نے کئی منقدور بھر ہندوستان قدیم سے لے کر ہندوستان جدید تک کے تمام تاریخی حالات مکمل تحقیقات کے بعد اس کتاب میں سادہ اور سلیس

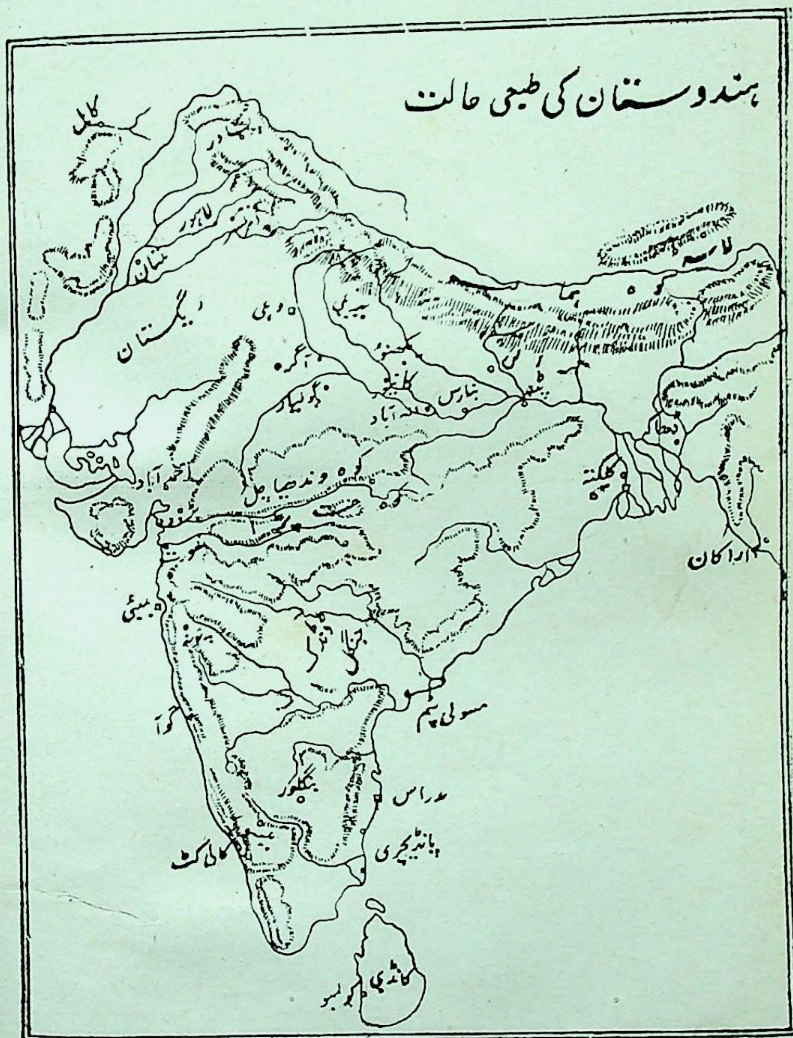
زبان میں تحریر کرنے کی کوشش کی ہے۔ قدم قدم پر ہماری خواہش رہی ہے۔ کہ یہ مضمون طلبا کے لیئے بار خاطر ہونے کی بجائے باعث تفریح ثابت ہو۔ اور طلبا گزشتہ زمانہ کی خوبیاں نقائص سے جدا کر کے اپنے بزرگوں اور ان کے کارناموں کی عزت کریں۔ اور موجودہ زمانہ کو گزشتہ زمانہ کی اصلاح یافتہ صورت سمجھیں ٭

اس بات کا فیصلہ مستقبل کرے گا۔ کہ ہم اس خشک مضمون کو دلچسپ بنانے میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ اور ہماری محنت کہاں تک بارآور ثابت ہوئی ہے ٭

رگھوناتھ سہائے

میلا رام چڈہ (جالپوری)

# فہرست مضامین



ہندوستان کی طبعی حالت
کابل
لاہور
ملتان
ریگستان
دہلی
آگرہ
بریلی
لکھنؤ
کانپور
بنارس
الہ آباد
گوالیار
پٹنہ
ہما
لاسہ
کلکتہ
اراکان
احمد آباد
بمبئی
پونہ
مسولی پٹم
مدراس
بنگلور
پانڈیچری
کالی کٹ
کانڈی
کولمبو

# تاریخ ہندوستان

## حصہ اوّل

## پہلا باب

## جغرافیہ اور تاریخ

کسی ملک کی تاریخ جاننے سے پیشتر اس ملک کے جغرافیہ کا کچھ علم ہونا نہایت ضروری ہے + تاریخ اور جغرافیہ میں چولی دامن کا ساتھ ہے + اور اگر سچ

پوچھو تو مختلف جگہوں کی تاریخ ان جگہوں کے محل وقوع۔ قدرتی تقسیم۔ آب و ہوا اور پیداوار وغیرہ کے ہی سانچوں میں ڈھلی ہوتی ہے۔ در اصل قدرتی حدیں۔ پہاڑ۔ دریا۔ میدان اور صحرا اس ملک کی تاریخ کے مختلف باب ہوتے ہیں۔ اور یہ ایسی چیزیں ہیں۔ جو ایک ملک کی تاریخ کے بنانے والے لوگوں کی زندگی پر گہرا اثر ڈال دیتی ہیں ؛

**ملکی تقسیم**

موجودہ ملک ہندوستان ایک طرف تو کوہ ہمالیہ سے راس کماری تک اور دوسری طرف درۂ خیبر سے برما تک پھیلا ہوا ہے۔ زمانۂ قدیم میں وہ علاقہ جو کوہ ہمالیہ اور کوہ بندھیاچل کے درمیان واقع ہے۔ ہندوستان خاص کہلاتا تھا۔ اور بندھیاچل سے راس کماری تک کا تمام علاقہ دکن کے نام سے موسوم تھا ؛

**حدود اربعہ**

موجودہ ہندوستان کے شمال میں کوہ ہمالیہ کا بلند ترین

سلسلۂ کوہ ہے۔ جو پھیلتے پھیلتے مغرب کی طرف کوہ سلیمان۔ کوہ ہندوکش کی شکل میں نمودار ہو گیا ہے۔ اور مشرق میں آسام کے پہاڑوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان کی بلند چوٹیاں سال بھر برف سے سفید رہتی ہیں۔ شمال میں کوئی ایسا درہ بھی نہیں۔ جہاں سے ہندوستان سے نکل کر تبت یا چین تک بآسانی آمد و رفت کی جا سکے۔ اسی طرح مشرق کے بلند اور نباتات سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں اور دریائے برہم پتر کی گہری گھاٹی نے مشرق کی طرف سے کسی قوم کو ہندوستان پر حملہ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ البتہ مغربی پہاڑوں میں چند درّے ایسے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے نہ صرف زمانۂ قدیم سے ہندوستان کی تجارت افغانستان۔ ایران ترکستان اور دوسرے ایشیائی ممالک کے ساتھ رہی ہے۔ بلکہ یہی درے سولھویں صدی سے پہلے تک غیر قوموں کے ہندوستان پر حملوں کا آسان ترین راستہ رہے ہیں۔ جنوب میں بحیرۂ ہند

بحیرۂ عرب اور خلیج بنگالہ کا گہرا سمندر سولھویں صدی تک ہندوستان کی حفاظت کرتے رہے ہیں ۔

## درّے اور ان کی اہمیت

چونکہ سولھویں صدی سے پیشتر نہ فنِ جہازرانی نے وہ ترقی کی تھی ۔ جو اب کر رہا ہے ۔ اور نہ جہازراں قوموں کو ہندوستان تک پہنچنے کا بحری راستہ معلوم ہؤا تھا ۔ ان حالات میں اگر مغربی پہاڑوں میں درۂ خیبر ۔ درہ ٹوچی ۔ درہ گومل اور درہ بولان موجود نہ ہوتے ۔ تو ہندوستان کی تاریخ موجودہ تاریخ سے بالکل مختلف ہوتی ۔ یہ ان دروں ہی کی وجہ تھی ۔ کہ کبھی آرین لوگ اپنے ریوڑوں کے لئے چراگاہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہندوستان کے مالک بنے ۔ کبھی یونانیوں نے اپنا ڈنکا بجایا ۔ کبھی افغانوں نے اپنی فتح مندی کا علم لہرایا ۔ اور کبھی مغلوں نے سب کو نیچا دکھا کر مغلیہ حکومت کا سکہ بٹھایا ۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا ۔ کہ ایرانیوں نے مغلوں کی

سلطنت کا چراغ گل کر کے ملک میں طوائف الملوکی پھیلا دی *

## کوہ ہمالیہ کا اثر

شمال میں کوہ ہمالیہ کے بلند سلسلۂ کوہ نے ایک طرف تو غیر قوموں کو ملک میں داخل ہونے سے روکا۔ شمالی سرد اور خشک ہواؤں سے ہندوستان کی سدا بہار فصلوں کو محفوظ رکھا۔ دوسری طرف بارش سے لدی ہوئی موسمی ہواؤں کو اپنی بلندیوں سے پرے نہ ہونے دیا۔ نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ کوہ ہمالیہ کے جنوب میں بارش کی کثرت رہی۔ بارش سے دریا بنے۔ جن کو پہاڑوں کی کبھی نہ پگلنے والی برف نے سال بھر پانی سے بھرپور رکھا اور یہ دریا نہ صرف پہاڑ سے پانی ہمراہ لاتے رہے۔ بلکہ مٹی لا لاکر زمین کو زرخیز بناتے رہے *

## دریاؤں کے احسان

دریائے گنگا۔ جمنا اور سندھ معہ اپنے معاونوں کے اسی سلسلۂ کوہ سے نکلتے ہیں۔ اور پنجاب۔ بنگال۔ صوبہ متحدہ

آگرہ و اودھ کے میدانوں کو شاداب اور زرخیز بناتے ہیں۔ جو علاقے ان دریاؤں کے فیض سے محروم تھے۔ اور ریگستان نظر آتے تھے۔ اب انہیں دریاؤں سے نکلی ہوئی نہروں کے طفیل بہترین پیداوار کی منڈیاں بن گئے ہیں۔ شمالی ہند کے تقریباً تمام بڑے بڑے شہر انہیں دریاؤں کے کناروں پر آباد ہیں۔ پانی کی بہتات۔ پیداوار کی کثرت اور آبادی کی زیادتی نے ان شہروں کو تجارت۔ تہذیب اور ترقی کا مرکز بنا دیا ہے۔ اور یہی چیزیں تاریخ کی جان ہیں۔

## شمالی میدان اور ان کی تاریخی اہمیت

پنجاب کے علاقہ کو دریائے سندھ اور اس کے معاون سیراب کرتے ہیں۔ چونکہ یہ علاقہ ملک کی سرحد رہا ہے۔ اور تمام حملہ آور قوموں کو سب سے پہلے اس کو روندنا پڑا ہے۔ اس لئے ہندوستان کی فیصلہ کن اور خونریز لڑائیاں عموماً اسی حصہ ملک میں ہوئی ہیں۔

دریائے گنگا اور اس کے معاونوں سے سیراب ہونے والا علاقہ ہندوستان کا قلب ہے۔ بڑی بڑی سلطنتوں کا مرکز یہی حصہ رہا ہے۔ سلطنتوں کے بننے اور بگڑنے کے واقعات یہیں پر ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ علاقہ اہم ترین تاریخی واقعات کی زندہ تصویر ہے۔ اور نیز یہ خطہ مرکزی حکومتوں کے قریب ہونے کی وجہ سے مختلف مذہبی۔ تمدنی اور سیاسی تحریکات کا مرکز رہا ہے۔ اور اب بھی ہے ؎

**راجپوتانہ**

راجپوتانہ کا علاقہ صحرائی ہے جہاں پر نہ دریا ہیں۔ نہ نہریں نہ درختوں کی چھاؤں۔ نہ آبادی کی کثرت یہ بنجر ریگستان ایک عرصہ تک بیرونی حملہ آوروں کی پیش قدمی کی راہ میں زبردست رکاوٹ رہا ہے۔ البتہ راجپوتوں نے اس علاقہ کی ویرانی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور مدتوں مسلمان فاتحین کو تنگ کرتے رہے ؎

**آب و ہوا**

ہندوستان اپنے رقبہ

کی وسعت اور آبادی کی کثرت کی وجہ سے بجائے خود ایک براعظم ہے۔ جس کے مختلف حصوں کی آب و ہوا مختلف ہے۔ باشندوں کے اوضاع و اطوار آب و ہوا کے اختلاف کے مطابق مختلف ہوتے ہیں۔ پنجاب اور سندھ کے لوگ مضبوط۔ اور جفاکش ہیں۔ کیونکہ ان علاقوں کی آب و ہوا خشک ہے۔ اور یہاں پیداوار کے لئے محنت اور مشقت کی زیادہ ضرورت ہے۔ لیکن جوں جوں مشرق کی طرف بڑھیں۔ زمین کی زرخیزی پانی کی بہتات اور آب و ہوا کے مرطوب ہونے کی وجہ سے ان علاقوں میں تھوڑی سی محنت سے زیادہ سے زیادہ پیداوار ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس حصّہ ملک میں آبادی گنجان ہے۔ لوگ کاہل۔ عیش پسند اور جسمانی طور پر کمزور ہیں۔ پھر بھی خوشحالی ان کے گھر کی لونڈی بنی بیٹھی ہے۔ اس حصہ کی آب و ہوا میں جہاں اتنی خوبیاں ہیں۔ وہاں ایک بُرائی بھی ہے۔ کہ یہ باشندوں کو کمزور کرتی ہے۔ اس آب و ہوا کا

نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہر تازہ دم نو وارد قوم نے اس حصہ ملک میں پہنچ کر اپنا تسلط جمایا۔ لیکن جلد ہی اپنی مردانگی کا جوہر آب و ہوا کی وجہ سے ضائع کر دیا۔ اور پھر کسی اور نو وارد قوم نے اس قوم کو مغلوب کر کے اپنی حکومت کی بنیاد ڈال دی ❋

**دکن** دکن ایک مثلث سطح مرتفع ہے جس کے شمال میں کوہ بندھیاچل اور ست پڑا۔ مشرق کی طرف مشرقی گھاٹ اور مغرب کی طرف مغربی گھاٹ ہے۔ کوہ بندھیاچل اور ست پڑا کا بلند سلسلۂ کوہ ڈنڈک کے جنگل اور دریائے نربدا اور تاپتی دکن اور شمالی ہندوستان کے درمیان آمد و رفت کی راہ میں رکاوٹ رہے ہیں مغربی گھاٹ مشرقی گھاٹ کی نسبت زیادہ بلند ہے۔ نشیب مشرق کی طرف ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس ملک کے دریا مشرق کی طرف بہتے ہیں۔ اور آخر خلیج بنگالہ میں جا گرتے ہیں۔ یہ دریا جہازرانی کے قابل نہیں ہیں ❋

کوہ بندھیاچل اور ست پڑا کی پہاڑی
اور سندھ اور راجپوتانہ کے ریگستانوں نے
شمالی طرف سے حملہ آوروں کو دکن پر
حملہ کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔
لیکن حملہ آور آخرکار ان رکاوٹوں پر غالب
آئے۔ بارہا مسلمانوں نے دکن کو فتح کرنے
کی کوشش کی۔ اور کامیاب ہوئے۔ پھر
جب مغلوں کی طاقت زوال پذیر ہوئی۔
توسب سے پہلے مرہٹے شمالی ہند پر
حملہ آور ہوئے۔ اور انھوں نے خاندان مغلیہ
کے آخری بادشاہ کو اپنی اطاعت پر مجبور
کیا۔ اور شمالی ہند میں خوب اودھم مچایا۔
اگرچہ کبھی کبھی دکن پر بھی شمالی ہند سے حملے
ہوئے۔ تاہم دکن کے باشندوں کی تہذیب
و تمدن۔ طرز معاشرت۔ رسم و رواج شمالی
ہند کے باشندوں کی تہذیب و تمدن۔ معاشرت
وغیرہ کی نسبت زیادہ پرانے۔ بیرونی میل
جول سے آزاد اور مستقل ہیں۔ چونکہ دکن
ایک سطح مرتفع ہے۔ اور یہاں بارش کی
کمی ہے۔ اس لئے باشندوں کو بڑی محنت
کے بعد معمولی پیداوار نصیب ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں پہاڑی علاقوں کے رہنے والوں کی طرح باہمی جنگ و جدل وہاں کے باشندوں کی قومی خاصیت ہے۔ اس لئے یہ لوگ جنگجو۔ بہادر۔ محنتی اور جفاکش سمجھے جاتے ہیں ٭

## عام ساحلی حالت

اگرچہ ہندوستان کی حفاظت کے لئے تین طرف سمندر پھیلا ہوا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مدتوں کسی قوم کو سمندر کی طرف سے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن بدقسمتی سے اس ملک کا ساحل بہت کم کٹا پھٹا ہے۔ اسی لئے ساحل پر زیادہ مفید بندرگاہیں نہیں۔ جب بندرگاہیں کم ہوں۔ تو عام لوگوں میں نہ تو اولوالعزمی بہادری۔ جرأت۔ سیر و سیاحت کا شوق۔ یا نئی نئی آبادیوں کی دریافت کی امنگیں پیدا ہوسکتی ہیں۔ اور نہ ان کے دلوں میں جانبازی اور ہمدردی کا وہ ولولہ جو سمندروں پر حکمرانی کرنے والی قوموں کا خاصہ ہے پیدا ہوسکتا ہے اور نہ ہی ملکی تجارت کو قابل ذکر فروغ ہو سکتا ہے۔ ہندوستانیوں کو سمندر سے اگر کچھ

حاصل ہوا۔ تو صرف یہ کہ بعض جگہوں پر لوگوں نے ماہی گیری کر کے بُری بھلی طرح اپنا پیٹ پال لیا۔ یا سمندری پانی سے نمک تیار کر لیا۔

## ہندوستان کی کشش

ہندوستان کی دولت۔

پیداوار اور آب و ہوا نے تاریخ کی تاریک گھڑیوں سے لے کر آج تک باہر کے لوگوں کو یہ ترغیب دی ہے۔ کہ وہ اس ملک پر حملے کریں۔ اور یہاں کی دولت سے فائدہ اٹھائیں۔ آریا لوگوں نے اپنے مویشیوں کے لئے اس ملک کو بہترین چراگاہ پایا۔ مسلمانوں نے عرب کے ریگستان کو چھوڑ کر یہاں آرام کی زندگی بسر کی۔ اور آج کل ہندوستان یورپ کی تجارت کی سب سے بڑی منڈی ہے۔ جہاں ہر سال کروڑوں روپے کا مال کھپ جاتا ہے۔ ہندوستان اس لحاظ سے دنیا میں ایک اہم مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کی تاریخ کے مختلف اوراق کو پڑھنے سے

اس ضرب المثل کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ کہ ہندوستان سونے کی چڑیا ہے" اور تاریخ کی تقریباً ہر صدی میں کسی نہ کسی قوم نے اس کو اپنے زیر اثر لانے کی کوشش کی ہے +

---

# دوسرا باب

## ہندوستان کے اصلی اور قدیم باشندے

سورج کی پہلی شعاع نے جب دنیا کو منور کیا۔ معلوم نہیں اس وقت ہندوستان میں کوئی انسان تھا بھی یا نہیں۔ ممکن ہے۔ لوگ بعد میں کسی دوسرے ملک سے آ کر یہاں آباد ہو گئے ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ شروع سے ہی یہاں پر انسانی آبادی ہو۔ بہر حال یقین کے ساتھ نہ تو یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کے قدیم باشندے اصلی باشندے تھے۔ اور نہ

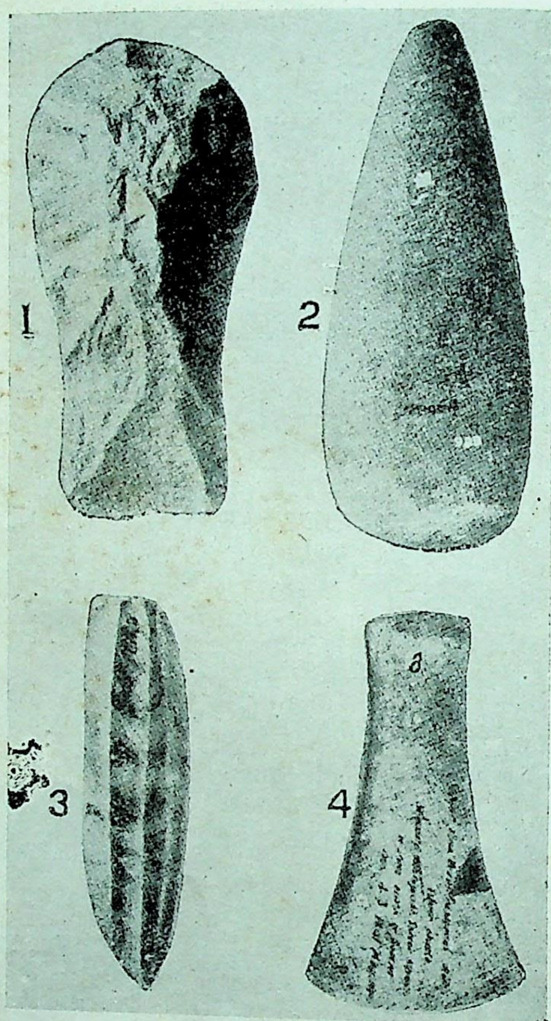
ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک کو چھوڑ کر ہندوستان میں وارد ہوئے۔ لیکن اتنا ہم ضرور جانتے ہیں۔ کہ جب آریا لوگ ہندوستان میں داخل ہوئے۔ تو انہیں کئی میدانوں میں ہندوستان کے باشندوں کے ساتھ لڑنا پڑا۔ اس لئے ان لوگوں کو ہندوستان کے قدیم باشندوں کے ہی نام سے پکارا جا سکتا ہے۔

**جنگلی تہذیب**

مورخین نے دنیا بھر کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد تسلیم کر لیا ہے۔ کہ ہر ملک کی سب سے پہلی تہذیب جنگلی تہذیب تھی۔ اس زمانہ کے لوگ بالکل جنگلی جانوروں کی طرح رہتے سہتے۔ اور کھاتے پیتے تھے۔

**پتھر کا زمانہ**

ہر ملک کے باشندوں کی طرح ہندوستان کے باشندے بھی جنگلی تہذیب سے جب آگے بڑھے۔ تو زیادہ سے زیادہ یہ کیا۔ کہ غاروں میں رہنے لگے۔ پتھر کے تیروں اور کلہاڑوں سے جنگلی جانوروں کا شکار کر کے پیٹ پالنے لگ گئے۔ اس وقت نہ وہ کاشتکاری




پتھر کے اوزار

سے واقف تھے - نہ دھاتوں کے فائدوں سے
چونکہ ان کے رہنے کے غار اور شکار کے
ہتھیار وغیرہ سب کچھ پتھر کے بنے ہوئے
تھے - اس لئے مورخین اس زمانہ کو "پتھر
کا زمانہ" کہتے ہیں +

## دھات کا زمانہ

جوں جوں "پتھر کے
زمانہ" کے لوگوں کی ضرورتیں
بڑھتی گئیں اور انہیں محنت زیادہ کرنی
پڑی - توں توں انہوں نے ترقی کی طرف
قدم بڑھانا شروع کیا - آثار قدیمہ کی دیکھ
بھال سے پتہ چلتا ہے - کہ اس عہد میں
سب سے پہلے شمالی ہند کے باشندوں کو
تانبے کے فائدے معلوم ہوئے - اور انہوں
نے پتھر کے بدنما ہتھیار چھوڑ کر تانبے سے
تیر اور کلہاڑے تیار کیے - آہستہ آہستہ اور
دھاتیں - ان کا استعمال اور ان کے فائدے
معلوم ہوتے گئے - اور لوگ ان سے اپنے
ہتھیار تیار کرنے لگے - لوگ غاروں کی بجائے
جھونپڑیوں میں رہائش کرنے لگے - لوگوں
نے جنگلی جانوروں کی کھالوں سے تن
ڈھانپنے کا کام لینا شروع کر دیا - برتن

بنائے - غرض اس طرح لوگوں کے رہنے سہنے اور تہذیب میں نمایاں فرق پیدا ہو ہوگیا - مورخین نے "پتھر کے زمانہ" کی اسی بدلی ہوئی حالت اور لوگوں کو دھاتوں کا استعمال کرتے دیکھ کر اس زمانہ کو دھات کا زمانہ کہا ہے - پتھر کے زمانہ کو دھات کے زمانہ میں تبدیل ہونے کس قدر عرصہ لگا - اس سوال کا جواب بہت مشکل ہے - مگر یہ ضرور ہے - کہ ترقی آہستہ آہستہ ہوئی ؎

**کول** بعض مورخوں کا خیال ہے - کہ دھات کے زمانہ کے لوگوں کی اولاد نے تہذیب میں ترقی کی - طریقِ معاشرت کو بہتر بنایا - یہ لوگ مختلف قبیلوں میں تقسیم ہوگئے - ہر قبیلہ کا ایک سردار اور مخصوص نشان مقرر ہوا - بعض اوقات مختلف قبیلے ایک سردار کے جھنڈے تلے جمع ہو جاتے - اور اسی طرح ایک چھوٹے پیمانہ پر ریاست بن جاتی - یہ لوگ شکار کے بڑے دلدادہ تھے - روحوں کی ہستی پر ان کا یقین تھا - چنانچہ روحوں کو خوش کرنے

کے لئے اچھی قربانیاں کرتے - یہ لوگ کول کہلاتے تھے - بعض علما کی رائے ہے - کہ کول شمال مغربی دروں سے ہندوستان میں داخل ہوئے - اور قدیم باشندوں کو مغلوب کر کے شمالی اور وسطی ہند میں آباد ہو گئے - بہر حال کول ہی ہندوستان کی تاریخ میں قدیم باشندے شمار کئے جا سکتے ہیں ؛

جب دوسرے حملہ آور ہندوستان میں وارد ہوئے - تو کچھ کول تو ان میں جذب ہو گئے - اور کچھ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے - اور ان کی اولاد اب بھی شمالی بنگال - چھوٹا ناگپور - اڑیسہ وغیرہ کے پہاڑی علاقوں میں ملتی ہے - ان کی عادات اور تہذیب میں اس وقت تک نمایاں تبدیلی ہو چکی ہے ؛

**دراوڑ**

اسی طرح تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے - کہ دراوڑ لوگ کب اور کس راستے سے ہندوستان میں آئے - کئی عالموں کا خیال ہے - کہ دراوڑ بھی قدیم باشندوں کی مہذب اور ترقی یافتہ نسل

ہے۔ کئی مورخ کہتے ہیں۔ کہ وہ شمال مغربی
دروں سے ہندوستان میں داخل ہوئے۔
کیونکہ ان کی زبان بلوچستان کے قدیم باشندوں
سے ملتی جلتی ہے۔ اور بعض مورخ خیال
کرتے ہیں۔ کہ دراوڑ قوم شمال مغرب کی
طرف سے نہیں بلکہ جنوب کی طرف سے
دکن کے علاقہ میں وارد ہوئی۔ کیونکہ اس
زمانہ میں آسٹریلیا اور ہندوستان خشکی کے
ذریعہ باہم ملحق تھے۔ لیکن بعد میں درمیانی
زمین سمندر میں غرق ہو گئی۔ اور ہندوستان
اور آسٹریلیا علیحدہ ہو گئے ؎

بہرحال اپنے زمانہ میں دراوڑ لوگ کافی
مہذب تھے۔ انہوں نے جنگلات صاف کر کے
کاشتکاری کی۔ وہ فن زراعت سے پورا پورا
فائدہ اٹھاتے تھے۔ مویشیوں کے بڑے بڑے
گلے پالتے تھے۔ انہوں نے گاؤں بسا رکھے
تھے۔ جن کے انتظام اور بندوبست کے قاعدے
مقرر تھے۔ ان کے راجہ ہوتے تھے۔ جو شہروں
میں رہتے تھے۔ وہ ہندوستان کے پہلے تاجر
تھے۔ نہ صرف خشکی کے راستہ سے فارس اور
عراق عرب کے ساتھ انہوں نے تجارت کی۔

بلکہ بحری راستوں سے بھی تجارت کرتے تھے۔ ان میں کئی قسم کی قابلیت موجود تھی ۔ وہ بڑے شجاع تھے ۔ زمین ۔ سانپ اور درختوں کی پوجا کرتے تھے ۔ ان کے کئی ایسے بھی دیوتا تھے ۔ جن کی وہ محض خوف کی وجہ سے پرستش کرتے تھے ۔ وہ جانداروں کی قربانیوں سے اپنے دیوتاؤں کو خوش کیا کرتے تھے ؛

دراوڑ ہی تھے ۔ جنھوں نے آریا لوگوں کی ہندوستان میں پیش قدمی روکنے کے لئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا ۔ لیکن آخرش آریوں کے پے در پے حملوں نے ان کو پریشان کر دیا ۔ کچھ تو حملہ آوروں میں جذب ہو گئے ۔ جو بچے وہ احاطہ مدراس کی طرف چلے گئے ۔ یہ لوگ اب بھی کہیں کہیں ملتے ہیں ۔ ان کا رنگ کول لوگوں کی طرح سیاہ ہے ۔ تامل ۔ تلنگو ۔ کناری اور ملایا اسی قوم کی زبان کی مختلف شکلیں ہیں ؛

# تیسرا باب

## تاریخ ہند کے ماخذ۔ آریوں کا وطن اُن کی آمد اور فتوحات

**تاریخی ماخذ**

ہندوستان کی ابتدائی تاریخ زیادہ تر مذہبی کتابوں - غیر ملکی سیاحوں کی یادداشتوں اور مختلف زمانوں کے حکمرانوں کے کتبوں اور سکوں وغیرہ سے معلوم ہوتی ہے۔ زیادہ مشہور اور اہم ماخذ یہ ہیں:-

چاروں وید - برہمن گرنتھ - گرہیہ سوتر- اپنشد اور پران وغیرہ یہ تمام کتابیں مذہب سے تعلق رکھتی ہیں - اس لئے ان سے پچھلے زمانے کے حالات بہت حد تک واضح ہو جاتے ہیں - مثلاً اس زمانے کے رسم و رواج - لوگوں کی عادات - مذہب - تہذیب و تمدن - طرز معاشرت - بود و باش کے طریقے

راج نیتی یا حکومت کے قوانین اور ہر شخص کے فرائض + رواج اور مہابھارت ہیں اگرچہ بہت سی کہانیاں اور قصے موجود ہیں - مگر تاریخی واقعات پر ان سے بھی بہت روشنی پڑتی ہے + کھنڈرات جو آج کل پائے جاتے ہیں - پرانے زمانے کی طرز رہائش کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں - اور مورخ کے لئے ان میں بہت مصالحہ موجود ہے + پرانے زمانے کے سکّے قدیم واقعات کی تحقیقات میں بہت مددگار ثابت ہوئے ہیں + وہ کتبے جو مہاراجہ اشوک نے اپنے عہد حکومت میں پہاڑوں اور میناروں پر مختلف مقامات پر کندہ کرائے تھے - آج کل اس زمانے کی تاریخ کا پتہ دیتے ہیں + بدھ اور جین مت کی مذہبی کتابیں بھی اپنے وقت کی تاریخ کا ماخذ ہیں + سکندر اعظم کے بعض ہمراہی افسروں اور اس کے جانشینوں کے عہد کے یونانی سفیروں نے بھی ہندوستان کے حالات قلمبند کئے ہیں - نیز غیر ملکی سیاحوں اور مورخوں نے بھی ہندوستان کے حالات لکھے

خصوصاً میگستھینز ہیون سانگ اور فاہیان نے جو بدھ مذہب کے پیرو تھے - اور اپنے مقدس مقامات کی زیارت کو یہاں آئے تھے - بہت حد تک اپنے زمانے کے تاریخی حالات لکھے ۔ پرانے ہندو عالموں نے بھی اکثر تاریخی کتابیں جو پرانے وقتوں کی ہل چل میں ضائع ہو گئیں - لکھیں - ان میں سے راج ترنگنی - ہرش چرتر - پرتھوی راج راسا اور مدرا راکشس ناٹک وغیرہ اب تک موجود ہیں - اور تاریخی واقعات سے پُر ہیں ۔ قصے کہانیاں جو عام لوگوں میں رائج ہیں - کسی حد تک سچے حالات بتاتی ہیں - اس لئے وہ بھی تاریخی ماخذ کہی جا سکتی ہیں ۔

## آریوں کا وطن

ہندوستان کے ابتدائی تاریخی حالات ہمیں آریوں کے زمانہ سے ملتے ہیں - لیکن آریوں کے اصلی وطن اور ہندوستان میں آباد ہونے کے متعلق محققین میں زبردست اختلاف رائے ہے - جس کا مختصراً ذکر کرنا مناسب ہے ۔

(۱) - یورپ کے مورخین کے ایک گروہ کا خیال ہے - کہ آریوں کا اصلی وطن شمالی

قطب کے نزدیک تھا۔ اور سویڈن ناروے اس علاقہ میں شامل تھے۔ چنانچہ ہندوستان کے مشہور سیاسی لیڈر گنگا دھر تلک بھی اس خیال کو صحیح ترین سمجھتے تھے ؛

(۲)۔ ایک بنگالی محقق ابناش چندر داس نے حال ہی میں ایک بالکل نیا خیال پیش کیا ہے ؛ کہ آریا لوگ اس علاقہ کے باشندے تھے۔ جس کو آج کل پنجاب کہا جاتا ہے۔ اور جس میں ان دنوں کابل۔ سندھ اور سرسوتی ندی سے سیراب ہونے والا علاقہ شامل تھا۔ اور جس کو رگ وید میں سپت سندھو کا نام دیا گیا ہے۔ اس کا خیال ہے۔ کہ آریا یہاں سے نکل کر کوہ ہندوکش کو عبور کر کے ایران اور چند فرنگستانی علاقوں میں جا کر آباد ہوئے ؛

(۳)۔ ایک انگریز مؤرخ مسٹر پارجیٹر کا خیال ہے۔ کہ آریوں کا اصلی وطن کوہ ہمالیہ کا درمیانی علاقہ تھا۔ وہاں سے اتر کر وہ ہندوستان میں آئے۔ اور الہ آباد کو آباد کیا۔ پھر شرقاً غرباً پھیلنا شروع کر

دیا - حتیٰ کہ پنجاب سے گزر کر ایران یونان اور یورپ کے دوسرے ممالک پر مسلّط ہو گئے ؛

(۴)- مذکورہ بالا خیالات کے علاوہ اور سب سے پرانا خیال یہ ہے کہ آریوں کا اصلی وطن وسط ایشیا کے ممالک مثلاً بحیرۂ کیسپین - بحیرۂ اسود اور کوہ قاف کے متصلہ علاقے تھے - اور یہیں سے وہ یورپ اور ہندوستان کی طرف بڑھے اور پھیلے ؛

موجودہ حالات میں کسی رائے کو درست سمجھ کر اس پر اپنی تاریخ کا تمام انحصار رکھنا ممکن نہیں - اس لئے ہمیں پرانے مورخین کی طرح سب سے آخری رائے کو درست فرض کر لینا چاہئے - تا آنکہ محققین کسی ایک بات پر ہم خیال ہو جائیں - آخری رائے والے مورخین کا خیال ہے - کہ آریا لوگ کوئی چھ ہزار برس پیشتر اپنے آبائی وطن وسط ایشیا کو چھوڑ کر ہندوستان میں وارد ہوئے ؛

کے ہندوستان میں آنے کے متعلق کئی وجوہات بیان کی جاتی ہیں ÷

شاید ان کو کسی دوسری زبردست قوم نے وہاں سے نکال دیا ہو ÷

ممکن ہے - کہ خانہ جنگی ان کے وطن چھوڑنے کا باعث ہوئی ہو ÷

شاید وہاں پر وہ اپنے اور اپنے مویشیوں کے لیئے کافی خوراک نہ پاکر خوراک کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہوں ÷

شاید ان کی تعداد بڑھ گئی ہو - اور وہاں پر زیادہ گنجائش نہ ہو ÷

ممکن ہے - کہ وہاں کی آب وہوا اُن کے موافق طبع نہ ہو ÷

ہوسکتا ہے کہ فتوحات کا شوق انہیں ہندوستان کھینچ لایا ہو - غرض کچھ ہی ہو - ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے - کہ وہ کیوں وسط ایشیا کو چھوڑ کر ہندوستان آئے - کیونکہ یہ سب قیاسی باتیں ہیں ÷

سے نکل کر بعض آریہ یورپ بعض ایران اور بعض ہندوستان کو چلے گئے - ان کی شکل - صورت اور زبان میں مختلف ملکوں میں رہنے سے فرق آ گیا ۔

آریہ لوگ شمال مغربی دروں کی راہ سے آ کر اولاً پنجاب میں آباد ہوئے - پھر سندھ اور گجرات سے گذر کر کچھ آریہ مالابار تک پہنچے - مگر بندھیاچل کی موجودگی نے ان کو دکن کی طرف بڑھنے سے روک دیا - کچھ لوگ کشمیر ہوتے ہوئے ہمالیہ کے دامن اور نیز ممالک متحدہ آگرہ و اودھ اور بہار میں جا آباد ہوئے - اودھ میں کوشل اور بہار میں ودیہہ نامی دو سلطنتیں قائم کیں - پنجاب میں آباد ہونے والے آریہ آہستہ آہستہ مشرق کی طرف پیش قدمی کرتے رہے - حتٰے کہ وہ گنگا جمنا کے میدان پر قابض ہو گئے - اور وہاں پر انہوں نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لیں - سوروں نے دہلی کے گرد و نواح میں اپنی سلطنت قائم کر لی - جس کا دارالسلطنت اندر پرست قرار پایا - پنچالوں نے دریائے گنگا

کے کنارے قنوج اور کمپل کے آس پاس شہروں پر قبضہ کر لیا۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ سارے ہندوستان میں پھیل گئے۔ وندھیاچل کے دوسری طرف جنوبی ہندوستان کو یہ لوگ ملیکش دیش کہتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اس طرف بھی دراوڑوں نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں مثلاً پانڈیہ۔ چولا اور چیرا قائم کر لیں ❊

# چوتھا باب

## آریوں کی تہذیب

**وید** وید آریوں کی سب سے پرانی کتب ہیں۔ جن کو ہندو متبرک اور خدا کا کلام مانتے ہیں۔ یورپین لوگ رگ وید کو سب سے قدیم اور پرانا مانتے ہیں۔ اور رگ وید کا زمانہ حضرت عیسےٰ کی پیدائش سے اڑھائی تین ہزار برس پہلے قائم کرتے ہیں۔ بہر

صورت یہ امر مسلم ہے۔ کہ رگ وید دنیا کے کتب خانہ میں سب سے پرانی کتاب ہے + رگ وید سب سے پرانا وید ہے۔ اس میں مقدس بھجنوں کا مجموعہ ہے۔ آریہ لوگوں کی تاریخ کا سب سے بڑا ماخذ رگ وید ہی ہے۔

سام وید۔ رگ وید سے بہت چھوٹا ہے۔ اور مورخوں کے واسطے چنداں مفید نہیں۔ یہ پجاریوں کے گانے کی کتاب ہے۔ اس میں رگ وید کے بہت سے منتر ہیں۔ جو گائے جاتے ہیں +

یجر وید میں وہ منتر اور بھجن درج ہیں۔ جو یگیہ کے موقعہ پر پجاری پڑھا کرتے ہیں +

اتھر وید۔ رگ وید کے بہت مدت بعد تصنیف ہوا۔ اس میں عجیب وغریب منتر درج ہیں۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ہر قسم کی مصیبت اور بلا کو دور کر سکتے ہیں +

**آریوں کا مذہب** بعض یورپین اور ہندوستانی محققین کی رائے ہے۔ کہ شروع شروع میں آریہ قدرتی مظاہر اجو خوبصورتی کے علاوہ دنیا کے لئے ہزاروں فوائد اور

خوشیوں کے سامان رکھتے ہیں۔ مثلاً بجلی۔ سورج۔ چاند۔ پانی۔ ہوا۔ آگ ستارے) کو دیکھ دیکھ کر بہت متاثر ہوتے تھے۔ آہستہ آہستہ ان چیزوں کے فائدوں نے ان پر ایسا زبردست اثر کیا۔ کہ انہوں نے ان کو مختلف دیوی دیوتاؤں کے نام دے کر ان کی پوجا شروع کر دی۔ اور تھوڑے سے غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ ان مظاہروں اور فائدہ مند چیزوں سے جن کو وہ دیوی دیوتا خیال کرتے تھے۔ کوئی بالاتر طاقت بھی موجود ہے۔ جس نے یہ تمام انتظام کر رکھا ہے۔ آخر انہوں نے اس اعلیٰ تر ہستی کو ایشور کے نام سے موسوم کیا۔ اور اس کی پرستش شروع کر دی ؂

دوسری طرف تمام ہندو ویدوں کو مقدس الہامی کتابیں مانتے ہیں۔ اور اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ کہ زمانہ وید کے آریوں کا مذہب وہی تھا۔ جس کی وید تلقین کرتے ہیں ؂

## آریوں کی تہذیب و تمدن

آریا لوگ نہایت سادہ

زندگی بسر کرتے تھے - ان کی خوراک بہت سادہ تھی - جس میں پھل - پھول - اناج اور دودھ شامل ہوتا - وہ سوم رس شربت پی کر سرور حاصل کرتے تھے - اور راگ کے بڑے شائق تھے - اس لئے ہر ایک گروہ اور ہر ایک گاؤں کا علیحدہ علیحدہ راگی ہوتا تھا - وہ سوت سے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے - اور اپنی عورتوں کی زیبائش کے لئے سونے چاندی کے زیورات بناتے تھے - دھاتوں کے استعمال سے بھی واقف تھے - علاوہ تیر کمان کے اور بہت سے ہتھیار استعمال کرتے تھے ٭

قدیم آریا گھر بنا کر رہتے تھے - اور وہ بہت کھلے مضبوط اور ہوا دار ہوتے تھے - بہت سے گھر ملا کر گاؤں بنائے جاتے تھے ان دیہات کی حفاظت کے لئے باڑیں یا مٹی کے بند یا خندقیں بنائی جاتی تھیں - اور یہ باڑیں وغیرہ دشمن اور جنگلی جانور دونوں سے گاؤں کی حفاظت کرتی تھیں ٭

ویدک زمانہ میں عورتوں کی بہت قدر و منزلت تھی - وہ تعلیم یافتہ ہوتی تھیں -

پردے کا رواج نہ تھا۔ چھوٹی عمر میں شادیاں مطلقاً نہ ہوتی تھیں۔ شادی لڑکی کے بالغ ہونے پر اس کی پسند پر ہوتی تھی۔ جسے وہ سوئمبر کی رسم کہتے تھے۔ بیوہ کو دوسری شادی کی اجازت تھی۔ رسمِ ستی گاہ بگاہ عمل میں آتی تھی۔ کوئی یگ درست خیال نہ کیا جاتا۔ جب تک کہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ اس میں شریک نہ ہوتی۔ کوئی آدمی ایک وقت میں ایک سے زیادہ شادیاں نہ کر سکتا تھا۔ گویا کہ عورت کو ہر قسم کے حقوق حاصل تھے۔ ذات پات کی رسم معدوم تھی۔

چونکہ ان کو گائے کا دودھ۔ گھی اور کاشتکاری کے لئے بیل ملتے تھے۔ اس لئے گائے کی بڑی قدر اور عزت تھی۔ لڑائی کے وقت وہ لوگ رتھوں میں بیٹھتے تھے۔ جن میں گھوڑے جوتے جاتے تھے۔

آریا لوگوں نے صنعت و حرفت۔ دستکاری اور فن تعمیر میں بہت مہارت پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ کاریگروں اور دستکاروں کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

## طرزِ حکومت

ویدک زمانہ کا نظامِ حکومت بہت حد تک جمہوری تھا۔

آریا لوگ مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے تھے گھر کا سب سے بڑا آدمی خاندان کا سردار تسلیم کیا جاتا تھا۔ جو ہر معاملہ میں مختار مطلق ہوتا تھا۔ اگر مذہبی امور کی سر انجام دہی کے لیئے وہ پروہت کا کام کرتا تھا۔ تو جنگ کے وقت خاندان کا کمانڈار بھی وہی ہوتا تھا۔

شروع شروع میں آریوں نے بڑے بڑے شہر بنانے کی بجائے دیہات میں رہنا پسند کیا۔ عموماً ہر ایک نسل کا ایک گاؤں ہوتا تھا۔ جس کا انتظام مختلف خاندانوں کے سرداروں کی پنچائت کرتی تھی اکثر گاؤں ایسے بھی تھے۔ جو اپنا راجہ خود منتخب کرتے تھے۔ اور جس کی موقوفی اور برطرفی کا حق انہیں حاصل ہوتا تھا۔ بعض بعض گاؤں باہم مل کر اپنا راجہ اور راج سبھا (کونسل) منتخب کرتے تھے۔ عام طور پر راجہ موروثی نہ ہوتا تھا۔ تاہم بعض راجہ موروثی بھی بن جاتے تھے۔ لیکن اس

زمانہ کے کسی راجہ کو قانون اور پنچایت کے خلاف عمل کرنے کے اختیارات حاصل نہ تھے - ٹیکس یا معاملہ کچھ مقرر نہ تھا - تاہم رعایا راجہ کو گاہ بگاہ نذرانہ دیتی تھی - راجہ رعایا کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ وار تھا - اور رعایا اس کے لئے غیر راجاؤں کے خلاف لڑنے کے لئے مذہباً مجبور تھی ؎

رفتہ رفتہ راجاؤں نے مالیہ وصول کرنے اور لوگوں کو اپنی خدمت پر آمادہ کرنے کے لئے افسر مقرر کرنے شروع کر دیئے ؎

## قوانین جنگ

ویدک زمانہ کے قوانین جنگ بہت قابل تعریف ہیں - ان قوانین کی رو سے زہر آلودہ تیروں کا استعمال ممنوع تھا - نہتے پر وار کرنا - یا ہتھیار چھپا کر حملہ کرنا قابل نفرت خیال کیا جاتا تھا - لڑائی میں شامل نہ ہونے والے لوگوں کو مارنا یا کوئی اور تکلیف پہنچانا بھی منع تھا - سخت زخمی اور سوئے ہوئے دشمن پر وار کرنا جرم تھا - ننگے شخص پر یا ایسے شخص پر جس کے

ہتھیار ٹوٹ چکے ہوں - یا زرہ بکتر گم ہو چکا ہو - حملہ کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی ؎

# پانچواں باب

## زمانہ مابعد کی مذہبی کتابیں

ویدوں کے دقیق اور مشکل مسئلوں کو حل کرنے کے لئے آریہ رشیوں نے ان کی تفسیریں لکھیں - ایسی تفسیروں (شرحوں) کو براہمن اور اپنشد کہتے ہیں ؎

**شُرتی** سرتی کے لفظی معنی الہام یا کلام الٰہی ہیں - چونکہ وید - برہمن آرنیک اور اپنشد کلام الٰہی سمجھے جاتے ہیں - اس لئے سب سرتی میں شامل ہیں ؎

**سمرتی** سمرتی سے مراد سنی ہوئی بات کا یاد رکھنا - چنانچہ جو باتیں یاد رکھی گئیں - اور نسلاً بعد نسلاً سینہ بسینہ منتقل ہوتی

رہیں - اور جو آج کتابوں کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں - مثلاً رامائن - مہابھارت اور منوسمرتی یہ سب سمرتی کہلاتی ہیں ؂

**برہمن** ویدوں کے بعد سنسکرت کی سب سے پرانی پستکیں جن میں بعض وید منتروں کی تشریحات درج ہیں - برہمن گرنتھوں کے نام سے مشہور ہیں - ان گرنتھوں میں بعض وید منتروں کے استعمال کے موقعے درج ہیں - یگیہ کرنے کے طریقے پر بحث کی گئی ہے - نیز دیگر اخلاقی اور مذہبی تعلیم ہے - ہر ایک وید کے علیحدہ علیحدہ برہمن ہیں ؂

**رگ وید برہمن** میں منتر پڑھنے والے پجاری کے لئے منتر کے تلفظ کے متعلق ہدایات درج ہیں - سام وید برہمن میں بتایا گیا ہے - کہ منتروں کو کس قاعدے کے ساتھ گایا جائے ؂

**یجروید برہمن** میں یگیہ اور ہون کرنے والے برہمنوں کے فرائض اور احکام درج ہیں ؂

**اتھروید برہمن** میں وید کے منتروں

ہی کی تشریح پائی جاتی ہے ٭

**آرنیک** مذکورہ بالا برہمن کا ہی ایک حصہ ہے - آرنیک میں ایسے خدا رسیدہ اور بزرگ رشی منیوں کے دھرم اور فرائض کی تشریح کی گئی ہے - جو آبادی سے دور جنگلات میں اپنا ٹھکانا بنا کر تپسیا اور ریاضت کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرتے تھے - آرنیک بھی ویدوں کے نام سے مشہور ہیں - مثلاً رگ وید آرنیک - یجروید آرنیک - یہ امر قابل ذکر ہے - کہ سام وید اور اتھروید کے ساتھ کوئی آرنیک نہیں ٭

**اپنشد** دنیا کیا ہے - انسان کہاں سے آیا - اور اس کا کیا انجام ہوگا ؟ روح کی حقیقت کیا ہے - ایسے سوالات ہیں - جو ہر زمانہ میں خدا رسیدہ لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتے رہے ہیں - اور اس تہذیب کے زمانہ میں بھی مذہبی علماء ایسے باریک مسئلوں کو حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں - اس زمانہ میں آریا رشی منیوں کو ان سوالات

سکے جو جوابات سوجھے - وہ انہوں نے تحریر کر دئے۔ چنانچہ جن کتب میں یہ درج ہیں - ان کو اپنشد کہتے ہیں - ان کتابوں کا فلسفہ ایسا اعلیٰ اور بلند پایہ ہے - کہ ان کا ترجمہ فارسی - لاطینی - جرمنی - اور انگریزی زبان میں ہو چکا ہے - ان زبانوں کے عالموں نے ان کی بڑی قدر کی ہے ؛

ان رشیوں پر یہ بات واضح ہو چکی تھی - کہ چاند - سورج - ہوا - آسمان اور تمام کائنات کو بنانے والی کوئی زبردست اور برتر ہستی موجود ہے - اس "برتر ہستی" کو انہوں نے "برہم" کا نام دیا - ان کا خیال ہے - کہ تمام چیزیں "برہم" سے نکلی ہیں - اور آخر اسی میں مل جائینگی - آخر کار اس اصول پر فلسفیانہ بحث شروع ہوئی اور اس کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالی گئی - چنانچہ یہ اصول چھ فلسفیانہ مذاہب یا چھ درشنوں میں تقسیم ہو گیا - ہر ایک مذہب کا بانی کوئی نہ کوئی مشہور رشی ہے - ان کی تفصیل ذیل میں درج ہے :-

## چھ درشن

(۱) سانکھ شاستر - یہ شاستر سب سے پرانا ہے - اس کا بانی کپل رشی تھا - اُس کا اور اُس کے پیروؤں کا یقین ہے - کہ خدا کی کوئی ہستی نہیں - اور روح اور مادہ ہی صرف دو قدیم اور غیر فانی چیزیں ہیں - اور انہیں کی تبدیلی کو دنیا کہا جاتا ہے ؛

(۲) یوگ درشن - اس شاستر کا بانی پاتنجلی رشی ہے - اس کے پیرو خدا پر ایمان رکھتے ہیں - اس کتاب میں اس کی پرستش کے مختلف طریقے بھی درج ہیں - تاکہ مخلوق عبادت کر کے روح کو جسم کی قید سے نجات دلا سکے ؛

(۳) نیائے درشن - یہ گوتم رشی کا بنایا ہؤا ہے - اور اس کا تعلق علم منطق سے ہے - گوتم کو ہندوستان کا ارسطو کہتے ہیں ؛

(۴) ویشیشک شاستر - اس کا بانی کناد رشی تھا - اس کا خیال تھا - کہ صرف مادہ ہی قدیم اور غیر فانی چیز ہے - اور دنیا چھوٹے چھوٹے ذرّوں سے بنی ہے ؛

(۵) پوروو میمانسا - اس کا بنانے والا جیمنی رشی تھا - اس میں زیادہ تر رسومات وغیرہ پر بحث کی گئی ہے - اور یگیہ وغیرہ کے قواعد و فوائد مندرج ہیں ٭

(۶) - اوتر میمانسا یا ویدانت - اس کا بنانے والا بادرائن رشی تھا - ویدانت کے نزدیک خدا اور روح ایک ہی چیز کے دو مختلف نام ہیں - اور دنیا میں حقیقی اور غیر فانی چیز صرف روح ہی ہے - باقی سب دنیا ہیچ ہے ٭

**سوتر** سوتر کے معنی ہیں مختصر مگر جامع عبارت تحریر کرنا یعنی دریا کو کوزہ میں بند کرنا - اس طرز تحریر سے ہندوؤں کی قابلیت اور علمیت کا زبردست ثبوت ملتا ہے - سوتروں میں ہندوؤں کی مذہبی - مجلسی اور خانگی زندگی کا فوٹو کھینچا گیا ہے - سوتر تین ہیں - دھرم سوتر - گریھ سوتر اور شروت سوتر ٭ چونکہ آخر الذکر کا روزانہ زندگی کے ساتھ خاص تعلق نہیں اس لئے دھرم سوتر اور گریھ سوتر کا ہی یہاں پر ذکر کیا جاتا

ہے +

دھرم سوتروں میں وراثت اور تقسیم جائداد کے قوانین درج ہیں - وراثت اور تقسیم جائداد کے متعلقات میں آج بھی انہیں قوانین کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے - راج نیتی کے قواعد بھی دھرم سوتروں میں درج ہیں - ان میں بتایا گیا ہے - کہ راجہ کو کس طرح انصاف کرنا چاہیئے اور مختلف چیزوں پر کس قدر محصول لینا چاہیئے - برہمن - کشتری - ویش اور شودروں کی ذات وار تقسیم - اور ان کے فرائض بھی وضاحت کے ساتھ درج ہیں - علاوہ ازیں انسانی زندگی کے چار آشرم یعنی حصے بنائے گئے ہیں - ان سوتروں میں قدیم ترین سوتر منو مہاراج کے نام سے مشہور ہیں - جن کو کسی بعد کے زمانہ میں جمع کر کے منوسمرتی کی شکل میں تالیف کیا گیا +

گرہیہ سوتر میں ان سولہ سنسکاروں کا ذکر ہے - جو ہر آریہ گھر میں کئے جاتے تھے اور بعض اب بھی ہندو گھروں میں رائج ہیں - مثلاً جات کرم - یعنی بچہ کی پیدائش

کے وقت کا سنسکار - نام کرن یعنی بچہ
کے نام رکھنے کا سنسکار - چوڑا کرم یا
بچہ کا سر مونڈنے کا سنسکار - اُپ نین یا
جینو ڈالنے کا سنسکار - وواہ یعنی شادی -
اور مرتک یعنی موت کے وقت جسم کو
جلانے کا سنسکار وغیرہ ؞

**منوسمرتی** منوسمرتی ہندوؤں کے قوانین
کی کتابوں میں سب سے زیادہ
مشہور ہے - یہ ایک نہایت اعلیٰ اور مفید
قوانین کا مجموعہ ہے - یورپ کے مورخوں
کا خیال ہے کہ یہ کتاب ایک ہزار برس
قبل از مسیح لکھی گئی - منوسمرتی کے مطالعہ
سے اس زمانے کے لوگوں کے حالات -
عادات - اطوار اور ان کے طرزِ رہائش کا
پتہ ملتا ہے - ہر ایک ہندو کے فرائض اور
راج نیتی کے قواعد اس کتاب میں نہایت
اچھی طرح سے بتلائے گئے ہیں ؞

**برہمچریہ آشرم** منو جی مہاراج کا
حکم ہے - کہ ہر ایک
ہندو اپنی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم
کرے - اوّل برہم چریہ آشرم - اس آشرم

میں پچیس برس تک انسان کا خاص فرض ہے - کہ وہ تعلیم حاصل کرے - شہر کو چھوڑ کر جنگلوں میں اپنے گورو کے پاس رہے - اپنے گورو کو باپ کی جگہ سمجھے - دن رات مطالعہ میں مصروف رہے اور اُسے دنیا کے کسی کام سے سروکار نہ ہو - اپنی خواہشات پر پورا پورا قابو رکھے - دنیا کی عیش و عشرت کے خیال کو بھول کر بھی نزدیک نہ آنے دے - اور نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرے ٭

## گرہست آشرم

اس منزل میں ۲۵ سے ۵۰ سال تک شادی کر کے اپنے بال بچوں سمیت دنیا میں رہے - منوجی کے فرمانے کے مطابق یہ سب سے اچھا آشرم ہے کیونکہ باقی تمام آشرموں کا دار و مدار اسی آشرم پر ہے - گرہستی کا فرض ہے - کہ اپنے دنیاوی کاموں کو اپنے دھرم کے مطابق کرے - اور برہمچاریوں - وان پرستھوں اور سنیاسیوں کی ضروریات کو پورا کرے اور کسی خاص پیشہ سے اپنی روزی کمائے ٭

## بان پرست آشرم

اس اوستھا (منزل) میں ۵۰ سے ۷۵ برس تک گھر بار چھوڑ کر جنگل میں رہے۔ اور پرماتما کے دھیان میں لگا رہے اس منزل میں منوجی اپنی بیویوں کو بھی ساتھ رکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن اپنے نفس پر قابو رکھنا نہایت ہی ضروری بتلاتے ہیں۔ اس آشرم میں انسان کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ اور مذہبی رسومات کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کرے ٭

## سنیاس آشرم

اس منزل میں ۷۵ سے ۱۰۰ برس تک آدمی کو مذہب کے ظاہری فرائض کو ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کافی ہے۔ کہ وہ خدا کی یاد میں محو رہے۔ اور مکتی و نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اور گرہستھیوں کو دھرم اور فرائض کا اپدیش کرے۔ ان لوگوں میں بڑے بڑے عالم۔ مہاتما اور سادھو ہوتے تھے۔ جو اب تک ہندوؤں میں رشیوں کے نام سے مشہور

ہیں۔ ان لوگوں نے ویدک یعنی حکمت۔ جوتش۔ علم کیمیا۔ درشن شاستر۔ فلسفہ۔ ویدانت۔ منطق۔ دھرم شاستر وغیرہ مضمونوں پر مختلف کتابیں تصنیف کی ہیں ؛

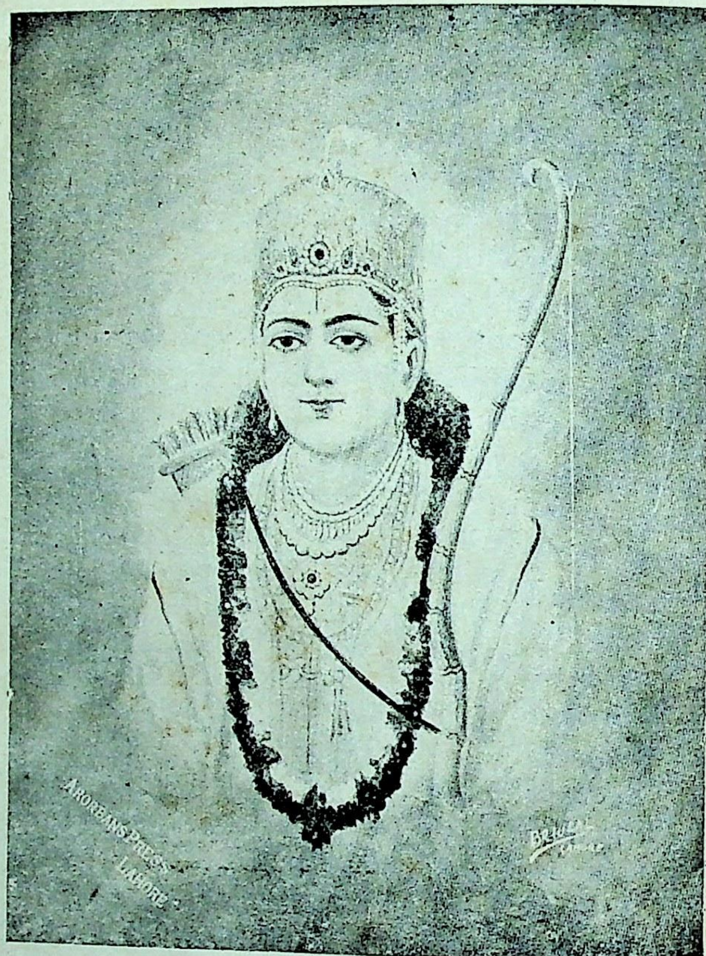
منو سمرتی بارہ حصوں میں منقسم ہے۔ یہ کتاب قانون کی کتاب ہی نہیں۔ بلکہ نصائح کا ایک مجموعہ ہے۔ اس میں ذات پات کے قواعد بھی تفصیل کے ساتھ درج ہیں ؛

**رزمیہ نظمیں**

سمرتی میں رامائن اور مہابھارت کی دو مشہور رزمیہ نظمیں شامل ہیں۔ ہر دو آریوں کے زمانۂ شجاعت کی تصویر ہیں۔ یہ کتابیں بھاٹوں نے زبانی یاد کر رکھی تھیں۔ اور ان کی اولاد نسلاً بعد نسلاً انہیں یاد کرتی اور ہندوؤں کو سنا سنا کر انہیں بزرگوں کی شجاعت۔ سچائی اور دینداری کی تعلیم دیتی چلی آئی ہے ؛

**رامائن**

رامائن راجہ رام چندر جی کے زمانہ کی تاریخ ہے۔ اجدھیا کے راجہ دشرتھ کی تین رانیاں تھیں۔ کوشلیا۔ سومترا اور کیکئی۔ ان رانیوں کے چار لڑکے




بھگوان رام

تھے - رام چندر جی کوشلیا کے بطن سے تھے لکشمن اور ستر گن سومترا کی اولاد تھے - اور بھرت رانی کیکئی کے فرزند تھے - رام چندر جی سب سے بڑے تھے - ان تمام بھائیوں نے اپنے گرو وششٹ جی سے تعلیم حاصل کی - اس کے بعد راجہ جنک نے اپنی لڑکی سیتا کا جو خوبصورتی میں بے مثال تھی - سوئمبر رچایا - جس میں سارے ملک کے راجوں - مہاراجوں اور راجکماروں کی موجودگی میں راجہ رام چندر جی نے شو جی کا دھنش (کمان) جو کسی سے نہ اٹھتا تھا - اٹھایا - اور اس طرح سے سوئمبر جیت کر راج کنیا سیتا جی کے ساتھ شادی کی *

کچھ عرصہ کے بعد راجہ دشرتھ نے جو اب بوڑھے ہو گئے تھے - اور سلطنت کا کاروبار اچھی طرح سے سر انجام نہ دے سکتے تھے - رام چندر جی کو راج تلک دینا چاہا - مگر بھرت کی ماں رانی کیکئی کے دل میں حسد پیدا ہوا - وہ یہ چاہتی تھی - کہ راج گدی اس کے لڑکے بھرت کو ملے -

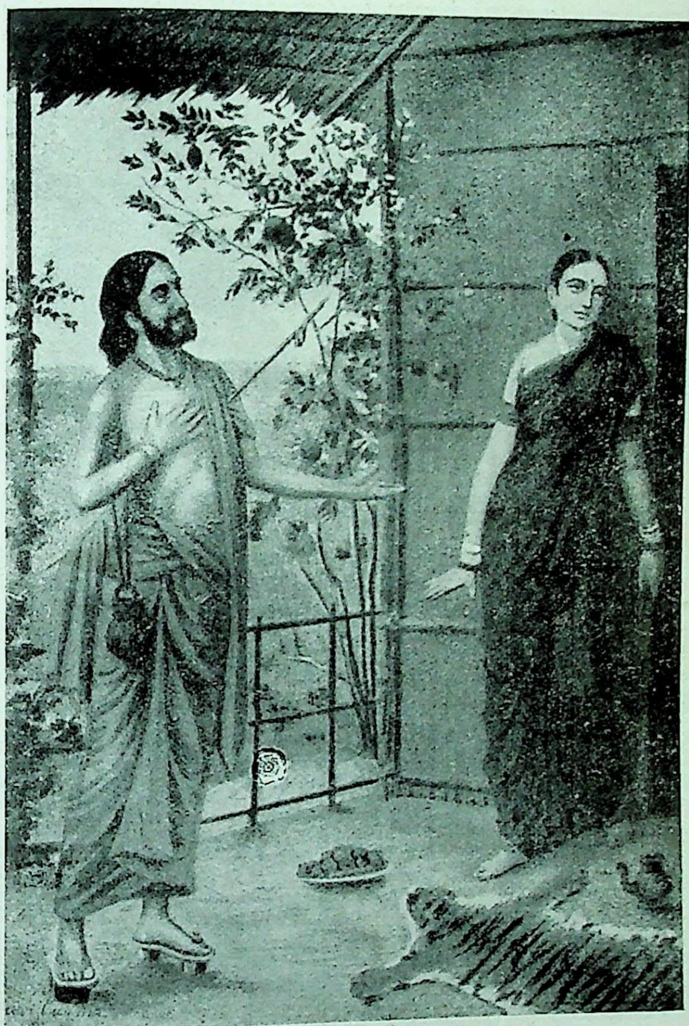
چنانچہ اس نے راجہ کو یاد دلایا - کہ ایک بار آپ نے مجھ سے دو وعدے کئے تھے اب اپنے دونو وعدوں کے مطابق میری دو باتیں پوری کیجئے - رام چندر جی کو راج تلک دینے کی بجائے چودہ سال کے لئے جنگل میں بھیج دیجئے - اور بھرت کو تخت و تاج دے دیجئے - یہ سن کر راجہ کے ہوش اڑ گئے - اور ان کے دل پر رنج و غم کی گھٹا چھا گئی ؂

شہر کے لوگ خوشیاں منا رہے تھے -

گھر گھر دیپ مالا کا سامان ہو رہا تھا - اور جشن کی زبردست تیاریاں ہو رہی تھیں - مگر جب کیکئی کے بردان مانگنے کی خبر شہر میں پہنچی - تو سب شہر ماتم کدہ بن گیا - لوگ یہ کب گوارا کر سکتے تھے - کہ ان کا پیارا رام ان سے جدا ہو - رام چندر جی نے یہ خبر سنتے ہی ماتا کیکئی کی خواہش کے مطابق عمل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا - لچھمن ان کا چھوٹا بھائی اور سیتا ان کی استری محلات کی عیش و عشرت اور گھر کے آرام و آسائش پر لات مار کر ان کے ساتھ چلنے



کیکئی آنسو بہا رہی ہے



راون سادھو کے لباس میں اور سیتا

کے لئے تیار ہو گئے - رام چندر جی کی روانگی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی راجہ دشرتھ نے اپنے پیارے رام کی جدائی میں جان دے دی۔ بھرت جی نے جب یہ ماجرا سنا۔ فوراً اپنے نانا کے گھر سے واپس آئے۔ ایک تو باپ کی موت کا غم - دوسرے پیارے بھائی کی جدائی - بہت روئے - اور غم کیا۔ اور ماں کی غدّاری پر صرف افسوس ہی نہیں کیا۔ بلکہ سارے خاندان اور سارے درباریوں کو ہمراہ لے کر مہاراجہ رام چندر جی کے پاس پہنچے - واپس آنے کے لئے ان سے بہت منت سماجت کی۔ لیکن جب انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ تو ان کی کھڑاؤں ساتھ لائے۔ اور انہیں گدی کے سنگھاسن پر رکھ کر آپ اُنکی طرف سے راج کرنے لگے +

سب سے پہلے مہاراج رام چندر جی ایک گاؤں میں پہنچے - جس کا نام شرنگ و..بر تھا - پھر پریاگ راج (الہ آباد) گئے - اس کے بعد والمیکی رشی کے پاس بندھیاکھنڈ میں پہنچے اور آخر چترکوٹ میں جا کر مقیم ہوئے +

پھر بن باسی ڈنڈک بن کی جانب روانہ

ہوئے۔ جنگل میں لنکا کے راجہ راون کی
بہن سروپ نکھا ان کے پاس شادی کی
خواہش سے آئی۔ اور طرح طرح کے داؤ و
پیچ سے ان کو ورغلانے کی کوشش کی۔
آخر لچھمن جی نے طیش میں آکر اُس کی
ناک اور کان کاٹ لیئے۔ اس پر راون کو
بہت غصہ آیا۔ اور ایک دن جب رام اور
لچھمن شکار کو گیئے ہوئے تھے۔ چپکے سے
آکر سیتا کو چُرا کر لے گیا۔ تلاش اور جستجو
پر ان کو پتہ لگا کہ لنکا کا راجہ راون سیتا
کو زبردستی اٹھا کر لے گیا ہے *

رام چندر اور لچھمن کشکندھ پوری کے
راجہ سُگریو اور جنوبی قوموں کی فوجیں لے
کر سمندر پار لنکا پر حملہ آور ہوئے۔ اور
بہت سی خونریز لڑائیوں کے بعد راون اور
اس کے تمام خاندان کا خاتمہ کر کے لنکا کو
فتح کیا۔ اور آخر راون کے بھائی بھبھیشن کو
سلطنت عطا کی۔ اور سیتا کو لے کر میعاد
جلاوطنی کے خاتمے پر اجودھیا واپس آئے *

اجودھیا کے باشندوں نے بڑی محبت اور
عزت سے اُن کا استقبال کیا۔ رام چندر جی

نے بہت عرصہ تک حکومت کی۔ رعایا ان کے عہد حکومت میں نہایت خوش تھی ۔

راماین کے آخری حصہ میں لکھا ہے ۔ کہ لوگوں کے کہنے سننے سے رام چندر جی سیتا جی سے بدگمان ہو گئے۔ سوامی کی ناراضگی کی وجہ سے سیتا جی جو اس وقت حاملہ تھیں۔ جنگل میں جا کر والمیک منی کے آشرم میں پناہ گزیں ہوئیں ۔ وہاں رانی کے دو پسر پیدا ہوئے۔ لو اور کش ۔ اور ان سے دو راجپوت خاندانوں کی بنیاد پڑی ۔رام چندر جی کو ہندو اوتار مانتے ہیں ۔

**مہابھارت** ہندوؤں کی دوسری رزمیہ کتاب مہابھارت ہے ۔ اس کے بنانے والے رشی وید ویاس تھے ۔ اس میں کوروں اور پانڈوں کی لڑائی کے واقعات بیان کئے گئے ہیں ۔ ہستنا پور کے چندر بنسی خاندان کے راجہ شانتنو کے دو بیٹے تھے ۔ بڑے کا نام بھیشم اور چھوٹے کا نام وچتر ویریہ تھا۔ بھیشم تمام عمر بال برہمچاری رہا۔ وچتر ویریہ کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے ۔ دھرت راشٹر اور پانڈو ۔ دھرت راشٹر

مادر زاد اندھا تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے
بھائی پانڈو کو ہستناپور کا راج دے دیا۔
دھرت راشٹر کے سو لڑکے تھے۔ جن میں
سب سے مغرور اور طاقتور دریودھن تھا۔
پانڈو کے پانچ لڑکے تھے۔ یدھشٹر۔ بھیم۔
ارجن۔ نکل اور سہدیو۔ یدھشٹر سب سے
بڑے تھے۔ اور اپنی راستبازی کی وجہ سے
دھرم پتر کہلاتے تھے۔ بھیم ان سے چھوٹے
پہلوان تھے اور گتکا بازی کے ماہر تھے تیسرے
ارجن ایک لاثانی تیر انداز اور تلوار چلانے
والے تھے۔ پانڈو کے لڑکے پانڈو اور دھرت
راشٹر کے لڑکے کورو کہلاتے تھے۔ ان سب
بھائیوں نے بڑے ہوتے پر درون آچاریہ
سے تعلیم حاصل کی۔ لیکن ان میں حسد
اور خود غرضی بچپن سے ہی شروع ہوگئی۔

پانڈو اپنے لڑکوں کو کم سنی میں ہی چھوڑ
کر مرگئے۔ اس وجہ سے دھرت راشٹر ان
کے لڑکوں کے سرپرست مقرر ہوئے۔ جب
یوراج (ولیعہد) بنانے کا موقع آیا۔ تو
دریودھن نے اپنے والد کو مجبور کیا۔ کہ پانڈو
بھائیوں کو جلاوطن کیا جائے۔ اور اسے

ولی عہد بنایا جائے۔ یہ بیچارے ہستناپور
کو چھوڑ کر چلے گئے۔ گھومتے گھومتے
پنچال (پنجاب) دیش میں پہنچے۔ وہاں
ارجن نے فن تیر اندازی میں بڑی بھاری
اور قابلیت دکھلا کر راجہ دروپد کی لڑکی
دروپدی کو سوئمبر کے وقت جیت لیا؛
اب پانڈو نے راجہ دروپد کی مدد سے
دھرت راشٹر کو مجبور کیا کہ وہ آدھا راج
ان کو دے۔ اس تقسیم میں بھی پانڈو پر
ظلم ہی ہوا۔ جنگلی علاقہ ان کو ملا۔ مگر
پانڈو نے بڑی محنت اور جانفشانی سے
جنگلوں کو صاف کر کے اندرپرست نامی
شہر بسایا۔ اور اپنی سلطنت کو خوب رونق
دی۔ پانڈو کی خوشحالی اور فارغ البالی کو
دیکھ کر دریودھن کا حسد اور بھی بڑھ گیا
اور ان کے تباہ کرنے کے درپے ہو گیا
چنانچہ ایک روز دریودھن نے ہنسی ہنسی
میں یدھشٹر کو جوآ کھیلنے پر رضامند کر
لیا۔ دھرماتما یدھشٹر اس چال میں آ گیا۔
اور جوئے کی بازی میں راج پاٹ سب کچھ
ہار بیٹھا۔ پانڈو کو تیرہ برس کے لئے جنگل

میں رہنا پڑا۔ جنگل میں انہوں نے بڑی مصیبتیں جھیلیں۔ جلاوطنی کا زمانہ گذرنے پر پانڈو نے اپنا حصہ مانگا۔ دریودھن نے بڑے غرور سے اکڑ کر کہا۔ کہ بِلے لڑے ایک انچ زمین بھی نہ دونگا۔ آخر بڑی بھاری لڑائی دونو فریقوں میں کورو کشیتر کے میدان میں ہوئی۔ آریہ ورت کے تمام راجہ مہاراجہ اس لڑائی میں شامل تھے۔ کوئی پانڈوں کی طرف اور کوئی کوروں کی طرف۔ شری کرشن پانڈو کی طرف تھے۔ یہ خونخوار جنگ اٹھارہ دن تک جاری رہی۔ اور اس لڑائی میں درون آچاریہ۔ بھیشم۔ کرن۔ دریودھن دوشاشن وغیرہ سب مارے گئے۔ اور سخت کُشت و خون کے بعد میدان یدھشٹر کے ہاتھ رہا۔ یدھشٹر فتح پا کر دلی کے تخت پر بیٹھا۔ آریا ورت کے سب راجاؤں کو اس نے مغلوب کر لیا۔ آخر اس نے اشومیدھ یگ کیا۔ جس سے وہ راجہ ادھیراج تسلیم کیا گیا۔

| | |
|---|---|
| **بھگوت گیتا** | کورو پانڈو کی لڑائی جسے جنگِ مہابھارت بھی |



بھگوان کرشن

کہتے ہیں۔ حق اور صداقت کی لڑائی تھی۔
کیونکہ پانڈو سچائی پر تھے۔ اور اپنے جائز
حق کے لئے لڑ رہے تھے۔ اس لئے آخر
کار وہ فتحیاب ہوئے۔ اس جنگ کی خصوصیت
یہ تھی۔ کہ سری کرشن مہاراج نے جو
دوارکا پوری (گجرات) کے ایک عالی دماغ۔
مدبر اور عالم راجہ تھے۔ اور جنہیں ہندو اوتار
مانتے ہیں۔ پانڈوؤں کا نہ صرف ساتھ دیا۔
بلکہ جب ارجن اپنے گورو اور دوسرے بزرگوں
کو مقابل کی صف میں دیکھ کر لڑائی سے
علیحدہ ہو رہا تھا۔ آپ نے ارجن کو ایک
زبردست اپدیش دیا۔ کرشن بھگوان کا یہ
اپدیش مہابھارت میں گیتا کے نام سے
مشہور ہے۔ گیتا نے جس طرح جنگ مہابھارت
میں ارجن کے بجھے ہوئے دل میں ایک دفعہ
پھر آگ لگائی تھی۔ اسی طرح آج بھی ہر
ہندو کے دل میں بہادری۔ الوالعزمی اور
حق پرستی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ نہ
صرف لاکھوں ہندو بلکہ غیر مذاہب کے لوگ
بھی اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور
کرشن مہاراج کی تعلیم کی قدر کرتے ہیں۔

دنیا کی تقریباً ہر زبان میں گیتا کا ترجمہ ہو چکا ہے +

## رامائن اور مہابھارت کب تصنیف ہوئیں

یورپین مورخ مہابھارت کو رامائن سے قدیم مانتے ہیں۔ مگر ہندو مورخ رامائن کو پرانی سمجھتے ہیں۔ اور مہابھارت کو مابعد کی تصنیف خیال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں رامائن دواپر کے زمانہ میں لکھی گئی۔ اور مہابھارت کی آخری جنگ سے کل یگ شروع ہوا۔ جس کو آج کم و بیش پانچ ہزار برس گذر چکے ہیں۔ لیکن یہ سب قیاسات ہیں۔ ان کتابوں کے واقعات کے متعلق یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ کب وقوع پذیر ہوئے اور یہ کتابیں کب تصنیف ہوئیں۔ انگریز محققین کی رائے ہے۔ کہ یہ واقعات اس وقت ظہور پذیر ہوئے۔ جس وقت آریا لوگ پنجاب سے گذر کر دوآبہ گنگ و جمن کی زرخیز وادیوں میں اپنی حکومتیں قائم کر رہے تھے +

بہر صورت اس میں کوئی شک نہیں۔

کہ یہ کتابیں زمانۂ قدیم میں تصنیف ہوئیں
۔ رامائن مہابھارت سے زیادہ پرانی معلوم
ہوتی ہے۔ کیونکہ مہابھارت کے ایک علیحدہ
باب میں شری رام چندر جی کا حال درج
ہے۔ مزید برآں اس میں کئی جگہ رامائن
کا تذکرہ آیا ہے ؂

جس زمانہ میں یہ کتابیں لکھی گئیں۔ وہ
تاریخ میں زمانۂ شجاعت یا مہابھارت اور رامائن
کا زمانہ کہلاتا ہے ؂

## زمانۂ شجاعت کی تہذیب

زمانہ شجاعت کے آریا لوگ اپنے بزرگوں کی نسبت زیادہ مالدار اور
عیش پسند تھے۔ اس عہد میں جمہوری
حکومتوں کی بجائے مطلق العنان حکومتیں
اور منتخب شدہ راجوں کی بجائے موروثی
راجے بن گئے۔ باقاعدہ سرکاری فوجیں
ملازم رکھی گئیں۔ دیہات اور قصبات
کی بجائے بڑے بڑے اور گنجان شہر
آباد ہو گئے۔ جن میں راجاؤں کے شاندار
دربار منعقد ہوتے تھے۔ دوسری طرف
برہمنوں نے اپنا سیاسی اقتدار بہت

بڑھا لیا۔ انہوں نے باقاعدہ کتابیں لکھنی شروع کیں۔ اپنے بچوں کو ویدوں کی تعلیم دینے کے لیے مختلف مرکز قائم کیے۔ اپنے اثر اور رسوخ کو مستقل رکھنے کے لیے برہمنوں نے آریا خون کی پاکیزگی پر بہت زور دیا۔ اس طرح آریا اور اصلی باشندوں کے بڑھتے ہوئے تعلقات کو ذات پات کے مسئلہ کی تلوار سے یکلخت توڑ دیا +

**پوران** پوران ان مذہبی کتابوں کا نام ہے۔ جو ہندوؤں میں قدیم تسلیم کی جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ کتابیں ویدوں سے مدتوں بعد لکھی گئیں۔ مشہور پوران تعداد میں اٹھارہ ہیں۔ چھ وشنو۔ چھ شو۔ چھ برہما کی تعریف میں لکھے گئے علاوہ ازیں پورانوں میں مہاتماؤں۔ رشیوں اور بڑے بڑے راجاؤں کے حالات درج ہیں۔ مذہبی لحاظ سے یوں سمجھو۔ کہ وید تو اونچی ذاتوں کے تعلیم یافتہ لوگوں کی رہنمائی کے لئے تھے۔ اور پوران عوام کے لئے۔ ان سے سناتنی

اور آٹھویں صدی کے سیاسی اور مذہبی
حالات کا پتہ چلتا ہے۔ وایو پوران سب
سے پرانا مانا گیا ہے۔

---

# چھٹا باب

## ذات پات

## اور

## اس کے فوائد اور نقصانات

ذات پات کا مسئلہ سرسری نظر میں
تو نہایت آسان اور دلچسپ معلوم ہوتا
ہے۔ لیکن اگر اس کا مطالعہ غور سے
کیا جائے۔ تو مشکلات کا ایک ایسا
پہاڑ بن جاتا ہے۔ جس پر ہر طرف
تاریکی چھائی ہوئی ہو۔ یہی وجہ ہے
کہ اہل الرائے اصحاب اس مسئلہ کے
متعلق متفق الرائے اور متحد الخیال نہیں

تاہم مورخین اور محققین اس بات پر متفق ہیں - کہ ذات پات کی تقسیم ہندوستان کے خاص حالات کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئی - مشہور ذاتیں چار ہیں - برہمن - کھشتری - ویش اور شودر ٭

آریوں کے ہندوستان میں وارد ہوتے ہی ان کی اصلی باشندوں سے لڑائی ٹھن گئی - اس جنگ و جدال میں قوم کے سرداروں اور بزرگوں کو وید کے منتر پڑھنے - اور دیوتاؤں کی حمد و ثنا کرنے کے لئے فرصت نہ تھی - اس لئے ہر قوم میں سے ایسے اشخاص مقرر کیئے گئے - جن کا فرض پوجا پاٹ کرنا کرانا مقرر ہؤا - ان کے سپرد اور کسی قسم کا کام نہ تھا - رفتہ رفتہ قوم کے باقی لوگ ان کو نہایت مقدس خیال کرنے لگے - اور یہ ایک باقاعدہ فرقہ بن گیا - جو برہمن کہلایا ٭

جنگ و جدال کے زمانہ میں قوم کھیتی باڑی کی طرف پورا دھیان نہیں دے سکتی تھی - اور اس کا نتیجہ بہت مہلک ثابت ہؤا - اس واسطے جنگی خدمات کے لئے بہادر آدمیوں کا

ایک الگ گروہ بن گیا۔ جسے کھشتری کہا گیا۔ عرصے تک کھشتری اور برہمن ہم پلّہ رہے۔ مگر آخرش برہمن اول درجے پر اور کھشتری دوم درجے پر شمار ہونے لگے ❊

قوم کے باقی لوگ جو زمین کی کاشت کرتے تھے۔ یا تجارت کرتے تھے ویش کہلائے۔ اور ان کی تیسری ذات بن گئی۔ چوتھا فرقہ جس کا کام باقی فرقوں کی خدمت کرنا تھا۔ شودر کہلایا۔ ان میں ان قدیم آریوں کی اولاد شامل تھی۔ جنہوں نے اصلی باشندوں کی اولاد سے شادی کرلی تھی۔ اور وہ اصلی باشندے جو آریوں سے مل جل کر ایک ہو گئے تھے ❊

بعض مورخین کا خیال ہے۔ کہ جس طرح آجکل گورے اور کالے رنگ کے نسلی امتیاز نے اختلاف پیدا کیا ہے۔ اسی طرح زمانہ قدیم میں نو وارد آریوں نے جو گورے رنگ کے تھے۔ اور صاحب اقتدار تھے۔ اصلی باشندوں پر اپنا رعب داب قائم رکھنے کے لئے یہ تفریق پیدا کی۔ اور پھر بہت سی وجوہات کی بناء پر تفریق ایسی مضبوط ہوگئی۔ کہ

آج ہندو دھرم کا ایک نہایت ضروری جزو نظر آتی ہے ؛

دوسری طرف بعض مورخ یہ کہتے ہیں۔ کہ حملہ آور آریہ اپنے ساتھ بہت کم عورتیں لائے تھے۔ اس لئے انہیں مجبوراً دیسی عورتوں کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرنے پڑے۔ جس سے آریہ قوم کے خاندانی خون کی صفائی اور پاکیزگی میں فرق اور شک پیدا ہوا۔ بہت ممکن ہے۔ کہ اس خونی پاکیزگی کے برقرار رکھنے کے لئے منوجی نے ذات پات کا مسئلہ نکالا ہو ؛

کچھ مورخین ایسے بھی ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ اصلی باشندوں کے رسم و رواج آریوں سے بالکل مختلف تھے۔ اس لئے آریوں نے ان سے علیحدگی اختیار کی۔ اور جو لوگ اصلی باشندوں میں مل گئے۔ وہ ذات سے علیحدہ کر دئے گئے ؛

مندرجہ بالا ذاتوں کے علاوہ اب سینکڑوں چھوٹی چھوٹی ذاتیں بن گئی ہیں۔ اور وہ مندرجہ ذیل وجوہات سے پیدا ہوئی ہیں ؛

پیشہ | ایک خاندان نے اگر نسلاً بعد

نسلاً ایک ہی پیشہ اختیار کئے رہا - اور
ہم پیشہ لوگوں میں شادی بیاہ شروع کر
دیئے - تو وہ ایک ذات بن گئی - مثلاً سنار -
لوہار وغیرہ ؛

**قبیلہ وار ذاتیں** بعض قبیلے ایسے بھی
ہیں - جن کے افراد
مختلف پیشے کر کے پیٹ پالتے ہیں - مختلف
جگہوں میں رہتے ہیں - پھر بھی اپنی ذات
کسی حال میں تبدیل نہیں کرنا چاہتے -
پنجاب کے جاٹ خاص طور پر اس خیال
کے پابند ہیں ؛

**مقامی ذاتیں** ایک ہی ذات کے لوگ
اگر مختلف جگہوں میں آباد
ہو گئے - تو انھوں نے اپنے مقام خاص
کی نسبت سے اپنی ذات علیحدہ کر لی -
ان لوگوں نے نہ صرف اپنی زبان ہی اصلی
زبان سے مختلف کر لی - بلکہ پرستش کے
طریقوں میں بھی مقامی حالات کے مطابق
کمی بیشی کر لی - مثلاً برہمن ایک ذات ہے
لیکن مختلف مقامات پر برہمنوں کی مختلف
ذاتیں ہیں - اس طرح ذات در ذات بنتی

شروع ہوگئی ؛

شروع شروع میں انسان کی ذات اس کے کرموں (اعمال) سے پہچانی جاتی تھی۔ لیکن انقلاب زمانہ کے ساتھ اس خیال میں بھی انقلاب آیا۔ اور ذات پات کی تفریق پیدائش کے لحاظ سے شروع ہوگئی ؛

## ذات پات کے فائدے

ذات کی بنا چونکہ عموماً مذہب پر ہے۔ اس لئے کوئی شخص مذہبی پابندی سے آزاد ہوکر کوئی کام برادری کی روایات کے خلاف کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ برادری کو حق حاصل ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو جو اس کی روایات کی پرواہ نہ کریں۔ برادری سے خارج کردے۔ اور ایک زندہ انسان کے لئے یہ سب سے بڑی سزا ہے۔ اس لئے ہر ایک آدمی پر مذہبی پابندی لازمی ہوتی ہے ؛

ذات پات ہی کی وجہ سے ہندوستان کے پرانے رسم و رواج اور تہذیب بہت حد تک قائم رہے۔ اور اس کی عدم موجودگی میں پرانی تہذیب و رسم و رواج بہت کچھ

خراب خستہ ہو چکے ہوتے ۔

آج بہت سے روشن دماغ تعلیم یافتہ نوجوان بھی دریافت کرنے پر یہ نہیں بتا سکتے ۔ کہ وہ کیا پیشہ اختیار کرینگے ۔ اس لئے وہ کسی ایک کام میں ماہر نہیں ہو سکتے ۔ برعکس اس کے ذات پات نے ہر شخص کے لئے پیدائش سے کام مقرر کر رکھا ہے ۔ اور چونکہ وہ جانتا ہے ۔ کہ اُسے یہ کام کرنا ہے ۔ وہ اس کام میں پوری پوری مہارت پیدا کر لیتا ہے ۔

ایک ذات کے لوگ آپس میں چھوٹے اور بڑے کی تمیز نہیں رکھتے ۔ اور بغیر کسی امتیاز کے آپس میں ملتے جلتے اور کھانے پینے میں شریک ہوتے ہیں ۔ جس سے ان میں ہمدردی کا مادہ ترقی کرتا ہے ۔ اور امیر اپنے ہم ذات غریب بھائی کو تنگی میں دیکھ کر بہت حد تک اس کی امداد کرتے اور اس کا ہر کام میں ہاتھ بٹاتے ہیں ۔

**نقصانات**

ذات پات نے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے فرقوں میں بانٹ دیا ۔ ایک فرقہ دوسرے فرقے سے

مل کر بیٹھنا اور ایک جگہ کھانا پینا پسند
نہیں کرتا۔ بس قدرتی اتحاد جو عام طور
پر مفید ہوتا ہے - بہت حد تک رک گیا۔
ذات پات نے ہندوستان کو ایک متحدہ
قوم (نیشن) نہیں بننے دیا۔ بلکہ ہندوستان
جنت نشان کو مختلف چھوٹے چھوٹے فرقوں
اور گروہوں میں تقسیم کر کے اس کی متحدہ
طاقت کو جو ملکی ترقی کی جان ہوتی ہے
تباہ کر دیا۔
ذات پات نے انسان کی ذاتی قابلیت
کے جوہر کو خاک میں ملا دیا ہے۔ کیونکہ اگر
ایک لائق فائق اور قابل آدمی ایک شودر
کے گھر میں پیدا ہو - تو اس کی کوئی قدر
و قیمت نہ ہوگی - اس پر ترقی کے تمام
دروازے بند کر دیئے جائیں گے - اور اس
سے وہی نفرت کی جائیگی - جو شودر قوم
کی قسمت میں ذات پات کی ابتدا ہی سے
لکھی جا چکی ہے - برعکس اس کے برہمن
کے گھر میں پیدا ہونے والا اگرچہ کتنا ہی
بے عقل اور بے سمجھ کیوں نہ ہو - اس
کی عزت کی جائیگی - اور دوسرے لوگوں پر

ہر حالت میں اُسے ترجیح دی جائیگی*
کوئی شخص ذات پات کا خیال رکھتے ہوئے اپنے اس پیشہ کو جس سے اسے دلی نفرت ہو۔ چھوڑ کر اپنے دل پسند کام میں ذاتی جوہر نہیں دکھا سکتا۔ اس طرح ذات پات کی تمیز نے ملکی صنعت و حرفت کی ترقی پر ایک کاری ضرب لگائی ہے*

ذات پات نے شادی کے لئے دائرہ تنگ کر دیا ہے۔ کیونکہ اپنی اور صرف اپنی ہی برادری میں شادی کی جا سکتی ہے۔ اس لئے لڑکوں کے واسطے موزوں لڑکیاں اور لڑکیوں کے لئے موزوں لڑکے میسر نہیں آتے۔ جس سے آئندہ نسلیں ان صفات سے خالی ہوتی ہیں۔ جن صفات کی موزوں جوڑے کی موجودگی میں توقع رکھی جاسکتی ہے۔ اور بعض اوقات چھوٹی عمر میں شادیاں کرنی پڑتی ہیں۔ جو دماغی قوتوں کو تباہ کرتی ہیں*

ذات پات کی پابندیوں نے غیر ملک کے سفر کو نہایت دشوار بنا دیا ہے۔ کیونکہ سفر میں چھوت چھات کی احتیاط نہیں رکھی

جا سکتی - اور اس طرح ملک اور قوم کو جو فائدے غیر ملکوں کے سفر اور وہاں کی ترقی کے مشاہدات سے حاصل ہو سکتے ہیں ان سے محروم رکھا جاتا ہے ❖

الغرض بیسویں صدی میں جبکہ تہذیب اور ترقی کا آفتاب نصف النہار پر ہے - ان قیود اور پابندیوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ❖

# ساتواں باب

## بدھ اور جین مت

### گوتم بدھ سے پہلے کیا حالت تھی؟

جب کسی مذہب میں ایسی کمزوریاں اور پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں - کہ اس مذہب کے عام پیرو ان سے اکتا جائیں - اور کوئی ایسی مذہبی جماعت پیدا ہو جائے - جو اپنے

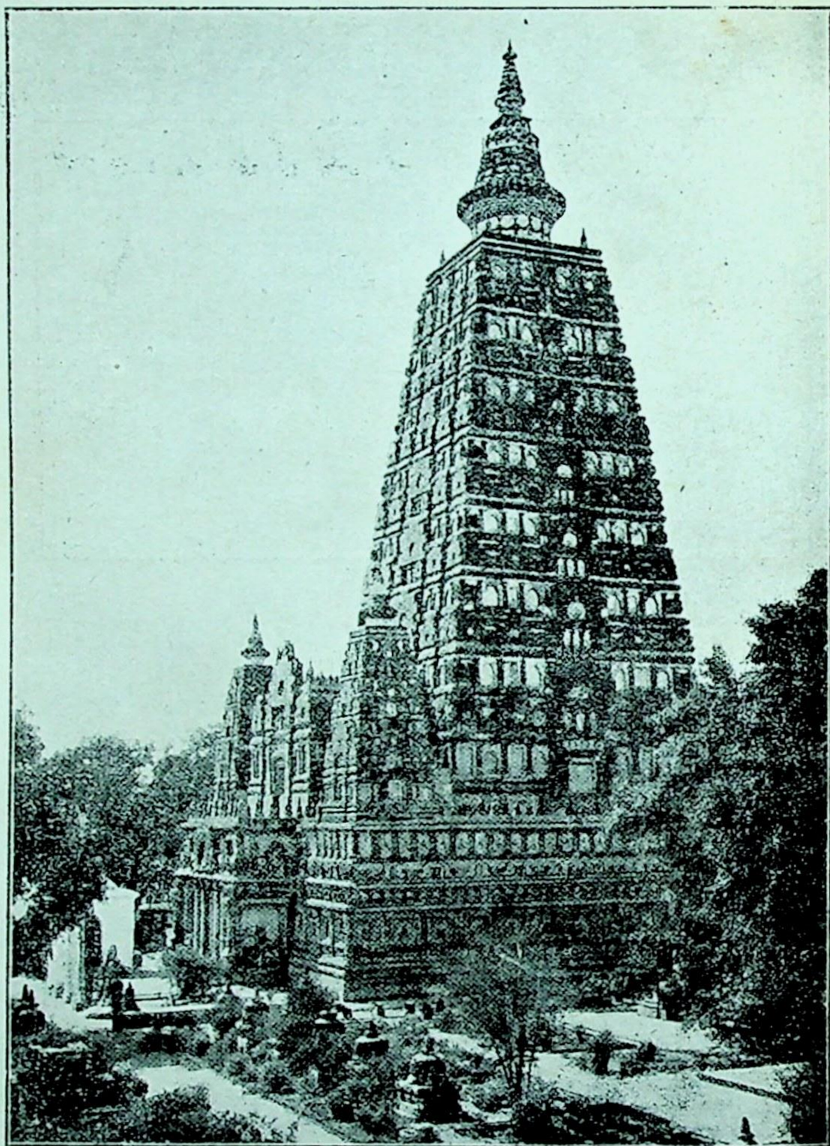
ہر لفظ کو مذہب - اپنے ہر حکم کو الہام
اور اپنے ہر قانون کو خدائی قانون سمجھے -
اور لوگوں کو ان پر عمل کرنے کے لئے مجبور
کرے - تو سمجھ لینا چاہیئے - کہ کسی نئے
مذہب کے نمودار ہونے کا وقت آگیا ہے
لوگ اس وقت کا بیقراری کے ساتھ انتظار
کرتے ہیں - جو انہیں ایسی پیچیدگیوں اور
سختیوں سے آکر نجات دلائے ؎

بدھ مت کا جب پرچار شروع ہوا - تو
ہندو دھرم کی کیا حالت تھی ؟ برہمن دیوتا
اپنے ہر لفظ کو وحی سمجھتے اور ہر حکم کی
فوری تعمیل چاہتے - کیونکہ وہ اس دنیا میں
اپنے آپ کو خدا کا نائب سمجھنے لگے تھے -
اور جب براہمنوں کے دل میں یہ خیال پیدا
ہو گیا - تو انہوں نے مذہبی رسومات کو اس
قدر پیچیدہ اور گراں بنا دیا - کہ عوام اپنے
آپ کو ان رسومات کو ادا کرنے کے قابل
ہی نہ سمجھتے تھے - عوام کو چھوڑ - بادشاہوں
تک کو برہمنوں نے اپنے احکام پر چلانا شروع
کر دیا - ایسے وقت میں ضروری تھا - کہ کوئی
ایسی شخصیت پیدا ہو - جو اس حالت کو تبدیل

کرے۔ چنانچہ گوتم بدھ ظاہر ہوئے۔ اور انہوں نے برہمنوں کے اس عام وقار کو بہت کم کر دیا۔

**مہاتما بدھ**

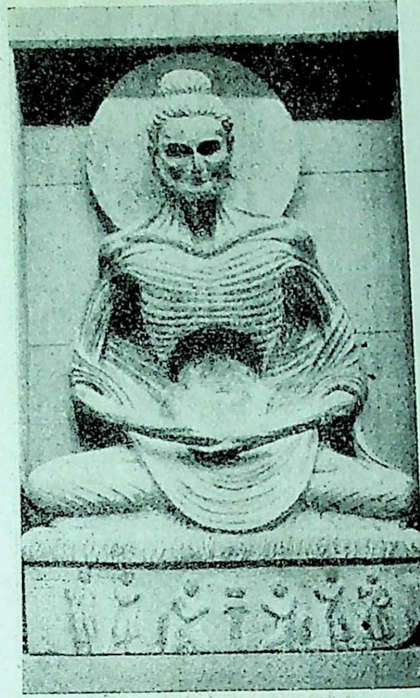
ساکی منی گوتم جس کو سدھارتھ بھی کہتے ہیں۔ کپل وستو کے راجہ سدھودن کے ہاں ۵۶۷ قبل مسیح پیدا ہؤا۔ اس کی ماں مایا دیوی بڑی نیک بخت اور پاک دامن عورت تھی۔ شہزادہ نے عیش و عشرت کی گود میں پرورش پائی۔ بچپن میں گوتم کو فنون سپہ گری مثلاً نیزہ بازی۔ تیر اندازی اور تلوار چلانا وغیرہ سکھائے گئے تھے۔ گوتم کے لئے اگرچہ عیش و عشرت کے سب سامان موجود تھے۔ مگر وہ ہمیشہ اُداس اور متفکر رہتا تھا۔ اس کے والد نے ہر چند کوشش کی۔ کہ وہ گوتم کے پراگندہ خیالات کو دور کرے۔ اور اسے دنیا کی محبت اور جال میں جکڑے۔ چنانچہ اس غرض سے اس نے جب وہ سولہ سال کا ہؤا۔ اس کی شادی ایک نہایت حسین لڑکی یشو دھرا سے کر دی۔ مقصد یہ تھا۔ کہ لڑکا دنیاوی عیش و عشرت میں پھنس کر ایسے خیالات



بدھ مندر (گیا)



مہاتما بدھ



مہاتما بدھ (فاقہ کشی)

کو جو اسے تارک الدنیا بنانے والے تھے -
ترک کر دیگا - اس کے لیئے علیحدہ عالی شان
محلات بنوائے گئے - اور ناز و نعمت اور عیش
و عشرت کے تمام سامان مہیا کیئے گئے - دس
سال کے بعد اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا
ہوا - یہ دنیاوی رشتے کا نیا بندھن بھی اسے
محبت اور موہ کے جال میں نہ پھنسا سکا -
اس کے دل پر ایک اور ہی زبردست طاقت
اپنا اثر کر رہی تھی - وہ یہ تھی کہ دنیا کے
لوگوں کی تکالیف کیسے دور ہو - اور اس
زندگی سے جو برائی اور پاپ سے بھری
ہوئی ہے - کیسے نجات حاصل ہو *

بیماروں اور مصیبت زدوں کی ناگفتہ بہ
حالت نے اس کے دل پر ایک گہرے زخم
کا کام کیا - رفتہ رفتہ وہ دنیا سے متنفر
ہوتا گیا - اور آخر کار اس نے دنیا چھوڑنے
کا پختہ ارادہ کر لیا - تمام راج پاٹ - مال و
دولت - شان و شوکت آرام و عیش کو یکدم
لات مار کر شاکیہ منی گھر سے نکل کھڑا
ہوا - اور جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر
سادھن اور تپسیا میں مصروف ہو گیا *

پہلے ہندوستان کی درشن ودیا میں جو کچھ تھا۔ برہمنوں سے اس کا مطالعہ کیا۔ مگر اطمینان حاصل نہ ہؤا۔ سوچا کہ شاید ریاضت سے اطمینان ہو۔ اس لئے فلسفہ اور درشن ودیا کو چھوڑ کر گیا کے جنگلوں میں چھ سات سال تک متواتر سخت سے سخت تپ کئے۔ مگر اس کو اس سے بھی اطمینان حاصل نہ ہؤا۔ اور آخرش وہ اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ اس طرح جسم کو تکلیف دینے سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تو وہ اکیلا جنگلوں میں پھرتا۔ اور سوچ بچار میں لگا رہا۔ آخر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر گیان دھیان میں مصروف ہو گیا۔ اور مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ چاہے میرا بدن سوکھ کر لکڑی ہو جائے۔ جب تک صحیح گیان حاصل نہ کرلوں گا۔ ہرگز یہاں سے نہ ٹلونگا۔ اس کے دل میں ایک قسم کی روشنی پیدا ہوئی۔ وہ یہ تھی۔ کہ بنی نوع انسان سے پریم کرنا اور زندگی میں پاکیزہ برتاؤ رکھنا یہی دو طریقے ہیں۔ جن سے انسان کو اطمینان حاصل ہوسکتا ہے۔ اس

نے سمجھا کہ دھرم کی اصلی کنجی اسے مل گئی - اور نروان حاصل کرنے کا راز کھل گیا - اس نے اپنے مذہب کے پھیلانے کے لیئے شہر بشہر گھومنا شروع کیا - پہلے بنارس گیا - جہاں تین ماہ کے عرصہ کے بعد اس کے ساٹھ چیلے ہو گئے - جنہوں نے نہایت سرگرمی سے بدھ مت کو لوگوں کے درمیان پھیلانے کی کوشش کی - پھر راج گرھ میں جا کر پرچار کیا - وہاں کا راجہ اور اس کی رعایا اس کے پیرو بنے - اس کے بعد وہ اپنے وطن کپل وستو میں پہنچا - جہاں اس کا باپ اس کا معتقد ہو گیا - اس کا لڑکا بھی اس کا چیلہ بنا - اس کی ماتا اور اس کی بیوی بھی اس کی جماعت میں داخل ہوئیں - الغرض بدھ نے اپنی زندگی میں بہت سے راجوں - مہاراجوں ساہوکاروں - سنیاسیوں غرضیکہ ہر قسم - ہر درجہ اور ہر ملت کے لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کیا - کوشی نگر میں ۸۰ برس کی عمر میں اس بزرگ آتما نے انتقال کیا ٭

**بدھ کی تعلیم** | مہاتما بدھ کی تعلیم اس

کی اپنی زندگی کی طرح بالکل سادہ تھی- اور اس کے مشہور اصول مندرجہ ذیل تھے :-

## نجات حاصل کرنا

بدھ نے دنیا کو للکار کر کہا- کہ نروان حاصل کرنے کی کوشش کرو- اور نجات حاصل کرنے کے لئے بڑے بڑے یگیہ رچانا- قربانیاں کرنا- دیوتاؤں کی مورتیوں کے سامنے گڑ گڑانا کسی طرح بھی مفید نہیں- اس نے بتلایا- کہ انسان صرف اسی صورت میں نجات حاصل کر سکتا ہے- جب وہ نفسانی خواہشات اور جذبات سے بالکل مبرا ہو- سادہ زندگی بسر کرے- اس لئے یہ بھی بتلایا- کہ گناہوں اور دکھوں سے بھرپور دنیا سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے- اس کا ارشاد ہے- کہ دوست تو ایک طرف رہا- دشمن کو بھی عزیز سمجھو- اور امیر غریب سب کو ایک آنکھ دیکھو- اور دنیا سے اس طرح کنارہ کش ہو جاؤ- کہ اس کی کوئی تکلیف تمہیں رنج نہ پہنچائے- اور کوئی خوشی تمہیں مسرور نہ کرے+

## مسئلہ آواگون

بدھ نے بتلایا - کہ مرنے کے بعد لوگوں کی روح اپنے اعمال کے نتیجہ کے مطابق مختلف جسموں میں تبدیل ہوتی رہتی ہے - جب تک انسان نروان حاصل نہیں کر لیتا - آواگون کا یہ دور اسی طرح چلتا رہتا ہے - آواگون سے اس وقت رہائی ممکن ہے - جب انسان کا دل صاف ہو جائے - اور وہ غصہ - لالچ و دیگر خواہشات کے پھندے سے چھوٹ جائے ؛

## مسئلہ کرم

انسان کی حالت کا مدار خواہ دنیا میں ہو - خواہ عقبیٰ میں اپنے ہی کرموں و عملوں پر ہے - گناہ سے دکھ درد ملتا ہے - نیک کاموں کا انجام خوشی اور راحت ہے - بدھ کا مقولہ تھا - کہ دیوتاؤں کے خوش کرنے کے لئے لاکھ قربانیاں کرو - یگیہ رچاؤ - مگر اس سے اپنے کئے ہوئے گناہ مٹ نہیں سکتے - جو بوئیگا - سو کاٹیگا - جیسا کرے گا - ویسا بھریگا ؛

**یکسانیت** اس کی تعلیم میں سب سے زبردست بات یہ تھی۔ کہ تمام انسان یکساں ہیں۔ جنم سے نہ کوئی برہمن ہے۔ نہ کوئی شودر۔ شودروں کو اپنی حالت سدھارنے کے وہی حقوق حاصل ہیں۔ جو برہمنوں کو ہیں۔ ذات پات کی تمیز کرموں کی رو سے ہونی چاہیئے نہ کہ پیدائش کی رو سے ॥

**فنائیت** دنیا کی کوئی چیز ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں ہے۔ سب فانی ہیں ॥

**دھرم** بدھ نے بتلایا۔ کہ اپنی زندگی۔ اپنے خیالات۔ اپنے قول و فعل۔ اپنے ارادے۔ اپنی سوچ بچار۔ اپنے اعتقادات اور اپنی گفتگو میں سچائی اختیار کرو۔ اپنے سے بڑوں کی عزت کرو۔ اور چھوٹوں سے محبت۔ اہنسا (یعنی کسی کو نہ مارنا اور نہ ایذا پہنچانا) کے راستہ پر چلو۔ اپنی خواہشات کو روکو کیونکہ تمام دکھ درد اور گناہ خواہشات ہی کا نتیجہ ہے۔ چوری۔ حسد۔

بغض - لالچ - شراب اور بدکرداری سے
بچو - اور نیکی کرو ٭

## بدھ مت کا عروج

بدھ زندگی
میں پاکیزگی کا
پیغمبر تھا - اس کی پاکیزہ زندگی نے بدھ مت
کے پھیلانے میں ایک خاص حصہ لیا
اس نے شہزادہ ہونے کے باوجود فقیرانہ
زندگی اختیار کی - زری کے کپڑے پہننے
کی بجائے اس نے ایک لمبے چولے
اور اعلے کھانوں کی بجاے پھل پھول
پر قناعت کی - گویا اس کی اخلاقی عظمت
نے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا ٭

بدھ کی تعلیم ایسی عمدہ اور سادہ
اور اس کی طرز زندگی ایسی پاک تھی -
کہ بہت سے لوگ اس کے پیرو ہو گئے -
شودروں نے جو اس وقت آبادی کا بڑا
حصہ تھے - فوراً اس مذہب کو اختیار
کر لیا - کیونکہ دوسرے مذاہب والے ان
کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - لیکن
بدھ نے بتلایا - کہ سب لوگ برابر ہیں -
جنم سے کوئی بڑا نہیں ہوسکتا - اس کے

عمل اس کو اعلےٰ یا ادنےٰ بناتے ہیں ٭
برہمنوں کا زور چونکہ بہت بڑھا ہؤا تھا اس لئے وہ لوگوں کو بیش قیمت قربانیاں اور یگیہ کرنے کے لئے مجبور کرتے تھے - بدھ نے ان قربانیوں اور یگوں کے خلاف آواز اٹھائی - لوگ جو پہلے ہی برہمنوں کی لوٹ کھسوٹ سے تنگ آئے ہوئے تھے - بدھ مذہب پر بہت جلد ایمان لے آئے ٭

بدھ نے پالی زبان میں جو لوگوں کی مادری زبان تھی - اپنے مذہب کا پرچار کیا - تمام لوگ بآسانی اس کے اصولوں کو سمجھ سکتے تھے - برہمن اپنا پرچار سنسکرت میں کرتے تھے - جو صرف خواندہ آدمیوں کی زبان تھی اس لئے صرف تعلیم یافتہ لوگ ہی اسے سمجھ سکتے تھے - نتیجہ یہ ہؤا - کہ بدھ مت بہت جلد مقبول ہو گیا ٭

مہاراجہ اشوک اور کنشک بدھ مت کے سرگرم پیرو بنے - انہوں نے بدھ مت کی ترقی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا - خصوصاً مہاراجہ اشوک کے زمانہ میں تو بدھ مت راج مت بن گیا ٭

بدھ کی وفات کے بعد اس کے چیلوں نے چار مجلسیں منعقد کیں - جن کا مقصد بدھ دھرم کی ترقی تھی +

**پہلی مجلس** ۴۸۷ قبل مسیح بدھ مہاراج کی وفات کے بعد ہی منعقد ہوئی - غرض یہ تھی - کہ ان کی تعلیم اور ان کے احکام کو جمع کیا جائے - بدھ کی نصیحتوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا - جن کو ترپٹک کہتے ہیں - پہلے حصہ میں وہ ہدایات ہیں - جو بدھ نے اپنے چیلوں کو دی تھیں - اور دوسرے میں یہ بتایا گیا ہے - کہ انسان کا فرض کیا ہے - اور اس کا چلن کیسا ہونا چاہیئے - اور تیسرے میں بدھ دھرم کے مسائل بیان کیے گئے ہیں +

**دوسری مجلس** - اس کے ایک سو سال بعد ہوئی - اس مجلس میں مذہبی عقائد پر بڑی بحث ہوئی - اور اختلاف اتنا بڑھ گیا - کہ اس مذہب کے پیرو دو فرقوں میں منقسم ہو گئے - ایک کا نام شمالی بودھوں کا فرقہ اور دوسرے کا نام جنوبی بدھوں کا فرقہ چلا آتا ہے +

**تیسری مجلس** - مہاراجہ اشوک کے عہد میں قائم ہوئی تھی - اس میں صرف جنوبی فرقہ والے لوگ شامل ہوئے +

چوتھی مجلس - مہاراجہ کنشک کے وقت میں ہوئی - اس میں صرف شمالی فرقہ والے لوگ شامل ہوئے۔

## بدھ مت کا زوال

آخر آہستہ آہستہ بدھ مت میں بھی خرابیاں پیدا ہونے لگیں - دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے والی پاکیزہ اور سادہ زندگی اس مت کے پیروں سے کوسوں دور ہو گئی - اور لوگ صداقت کی بجائے زر پرستی کرنے لگے - جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ عام لوگ سب عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے - اور وہ باتیں جو بدھ مت کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھتی تھیں - مثلاً گوتم بدھ کی مورتی کی پوجا اور کئی اور نقصان دہ روایات بدھ مت میں شامل کر لئے گئے - اور سیدھے سادھے اصول چھوڑ کر پیچیدہ طریقے اختیار کر کے عوام سے پیسے بٹورنے شروع کر دئے برہمنوں نے بدھ مت کی ان کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا - اور ہندو مذہب کو پھر ابھارنے کی کوشش کی ؀

بدھ دھرم کے پیروؤں میں طرح طرح کے

جھگڑے پیدا ہوگئے - جن سے ان کی قوت منتشر ہو گئی - گوتم بدھ کی وفات کے بعد بدھ مت کی دو شاخیں ہوگئیں - شمالی مت اور جنوبی مت - یہ تقسیم بدھ مت کے زوال کی بہت حد تک ذمہ وار ٹھیرائی جا سکتی ہے ٭

گپتا خاندان کے راجہ پکے ہندو تھے جس طرح موریہ خاندان کے راجاؤں نے بدھ مت کو ترقی دینے کی کوشش کی تھی - اسی طرح انہوں نے ہندو دھرم کی حمایت میں بہت سرگرمی دکھائی - گپتوں نے سنسکرت زبان کو بہت ترقی دی - کالی داس بکرما جیت کے زمانے میں بہترین عالم تھا - سنسکرت کی ترقی گویا ہندو دھرم کی تازگی کا ثبوت تھی ٭

راجپوتوں نے بھی اپنے زور بازو سے برہمنوں کو اپنا پرانا مذہب دوبارہ پھیلانے میں مدد دی - اور بدھ مذہب کے مٹانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا - ان کے زمانے میں بہت سے برہمن اُپدیشک جگہ بجگہ بحث و مباحثہ اور وعظ کرنے کی

خاطر پھرنے لگے۔ شنکر آچاریہ۔ رامانج۔ رامانند نے ہندو دھرم کو فروغ دینے میں بہت کوشش کی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ بدھ مت کو زوال آگیا؛

## وردھمان مہاویر

لوگوں کا خیال ہے کہ بدھ دھرم کے آغاز کے قریب ہی جین دھرم کا پرکاش ہؤا۔ اگرچہ جینی یہ مانتے ہیں۔ کہ جین دھرم کے اصل بانی شری پارس ناتھ تھے۔ جو بھگوان بدھ سے تقریباً اڑھائی سو سال پہلے ہوئے۔ جین دھرم کے بڑے پیغمبر شری وردھمان مہاویر تھے۔ جو بھگوان بدھ کے ہم عصر تھے۔ مہاویر مسیح سے تقریباً ۵۹۹ برس پہلے وشالی کے راجہ سدھارت کے ہاں پیدا ہوئے؛

بدھ کی طرح ان کو بھی عیش و عشرت کے سب سامان میسر تھے۔ اور بچپن میں ان کی پرورش بھی ناز و نعمت میں ہوئی۔ دنیا کی خواہشیں انہیں اپنے جال میں پھنسا نہ سکیں۔ آخر تیس برس کی عمر میں انھوں نے دنیا چھوڑ کر سنیاس لے لیا۔ اور سادھوؤں کے ایک

فرقہ میں داخل ہو گئے - اور سخت سے سخت تپ کرنے شروع کر دیئے - وہ تپسیا میں اتنے محو ہو گئے - کہ اپنے تن بدن کی ہوش نہ رہی - بدن سے کپڑے اتار کر پھینک دیئے - اور آخر کار سدھی (نجات) حاصل کی - ان کے مت کو جین یا جین مت کہتے ہیں - ان کے پیرو جینی کہلاتے ہیں - بعد میں انہوں نے دوسرے لوگوں میں اپنے دھرم کا پرچار شروع کر دیا - چالیس برس تک وہ بہار کے شمال و جنوب کے صوبوں میں چکر لگاتے رہے - بہت سے لوگ ان کے پیرو ہو گئے - اور ان کے اصولوں کو ماننے لگے - آخر ۷۲ برس کی عمر میں ان مہاتما کا انتقال ہوا - اس مذہب کی ترقی بدھ مذہب سے کم ہوئی ۔

کچھ عرصے کے بعد بدھ کی طرح جینیوں کے بھی دو فرقے ہو گئے - ایک سویتامبر جو سفید کپڑے پہنتے تھے - دوسرے دگامبر جو ننگی مورت کی پوجا کرتے اور ننگے رہتے تھے ۔

آج کل جینیوں کی تعداد تقریباً ۱۵ لاکھ

ہے۔ ان کی آبادی زیادہ تر صوبہ بمبئی میں ہے - اور تجارت پیشہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ اکثر مالدار ہوتے ہیں۔ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں ان کے بنائے ہوئے بہت سے مندر ہیں۔ گجرات میں جینیوں کے بہت خوبصورت مندر بنے ہوئے ہیں - جینی آجکل زیادہ تر پنجاب - گجرات - راجپوتانہ احاطہ بمبئی - کناڑا (دکن) اور بنگال میں بستے ہیں ٭

## جین مت کے اصول

**نجات**- ہر ایک جینی کی زندگی کا مقصد نروان حاصل کرنا ہے - اور نروان کو نجات کا ذریعہ خیال کرتے ہیں - نروان کشادہ دلی - رحم - تپسیا - راست بازی - سچے خیال - سچے وشواس (اعتقاد) سچے کرم اور سچے دھیان سے حاصل ہو سکتا ہے ٭

## مسئلہ آواگون

جینیوں کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد آدمی کی روح بہت سے حیوانوں اور دوسری جونوں میں جاتی ہے - اور بار بار موت و زندگی

کے پچھیر میں آتی ہے ٭

**مسئلۂ کرم**

جیسا کروگے - ویسا بھروگے - پچھلے جنموں کا پھل اب بھوگ رہے ہو - اور اس جنم کے کرموں کا پھل دوسرے جنموں میں بھوگوگے ٭

وہ یگیہ اور قربانیوں کے سخت مخالف تھے - دیوی اور دیوتاؤں کی پوجا نہیں کرتے تھے ٭

ان کا بڑا سدھانت (اصول) یہ ہے کہ دنیا کی ہر ایک چیز میں جیو یعنی جان ہے صرف انسان اور حیوان ہی جاندار نہیں - بلکہ تمام قسم کے پودے درخت - ساگ پات - دھات و پتھر و مٹی وغیرہ میں بھی جان ہے ٭

جینی پریشور کی ہستی سے منکر ہیں - ان کی رائے میں اچھے سے اچھا - شریف سے شریف اور تیاگی سے تیاگی انسان ہی پرمیشور ہے ٭

کسی جانور کو مارنا بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں - اہنسا پرمودھرما ان کا مقولہ ہے ٭ یہ بدھ مذہب کی طرح بتاتا ہے -

چوری نہ کرو - جھوٹ نہ بولو - خواہشات پر قابو رکھو - شراب نہ پیو - لالچ - بغض اور حسد سے پرہیز کرو *

## بدھ مت - جین مت اور برہمن مت

تینوں مذاہب مسئلہ کرم - مسئلہ آواگون اور نجات کو مانتے ہیں - علاوہ ازیں تینوں مذاہب آہنسا کو سب سے اچھا دھرم خیال کرتے ہیں *

**اختلاف** ہندو ویدوں اور دیوی دیوتاؤں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں - ان کے خیال کے مطابق نجات کا ذریعہ دیوی دیوتاؤں کی پوجا اور یگ وغیرہ ہیں - مگر بدھ مذہب والے اور جین مت والے ویدوں اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا کو ذریعہ نجات نہیں سمجھتے - ان کے خیال کے مطابق رحم دلی - دیا - نیک چال چلن - پاکیزگی وغیرہ ذرائع نجات ہیں *

بدھ مت والے اور جین مت والے خدا کی ہستی کے معتقد نہیں - مگر ہندو خدا کی ہستی پر پورا یقین رکھتے ہیں *

ہندوؤں میں ذات پات کا بڑا خیال

ہے۔ جین مت کے لوگ بھی ذات پات کے قائل ہیں۔ لیکن بدھ مت والے اگرچہ اس کے خلاف نہیں۔ پھر بھی اس بات پر زور دیتے ہیں۔ کہ آدمی کی ذات پات کرموں سے پہچانی جاتی ہے ٭

بدھ مت والے لوگوں کے خیال کے مطابق ہر ایک آدمی خواہ برہمن ہو۔ خواہ شودر۔ نروان حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن برہمن یا ہندو مت والے یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ شودر اس پدوی کے مستحق نہیں ٭

# آٹھواں باب

## موریہ خاندان سے پہلے کی سلطنتیں

## اور

## ہندوستان پر ایرانی اور یونانی حملے

| | |
|---|---|
| شمالی ہند کی سلطنتیں | بدھ مت کی قدیم ترین کتابوں میں ذکر |

آتا ہے۔ کہ جس وقت شمالی ہندوستان میں
بدھ مت اپنی اشاعت کر رہا تھا۔ وہاں
۱۶ شاندار سلطنتیں تھیں۔ شمالی ہند کا یہ
علاقہ گندھارا (قندھار) سے لے کر پنجاب کی
شمال مغربی انتہائی سرحد تک پھیلا ہؤا تھا۔
اور اس میں پنجاب کے علاوہ راولپنڈی
اور پشاور کے علاقے بھی شامل تھے۔ اور
اس کی دوسری طرف اونتی (مالوہ) بھی اس
میں شامل تھا۔ اور مالوہ کا دار الخلافہ اس
وقت اجین تھا۔ جو آج تک اپنے قدیم
نام کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ان ۱۶
سلطنتوں میں سے دو سب سے زیادہ مشہور
تھیں۔ مگدھ اور کوسالا ٭

**مگدھ** ۶۵۰ء سے ۳۵۰ء ق۔م یعنی
تین صدیوں تک مگدھ حقیقی معنوں
میں شمالی ہندوستان کی ایک زبردست سلطنت
رہی۔ اس کا سب سے قدیم اور مشہور
بادشاہ سیسو ناگ تھا ٭

**بمبسار اور اجات شترو** بمبسار جو
سیسو ناگ خاندان
کا پانچواں راجہ تھا۔ گوتم بدھ اور مہاویر

کے زمانہ میں حکومت کرتا تھا۔ اس نے
اپنی سلطنت کو بڑھانے کے لئے بڑی
کوشش کی۔ ۲۸ سال حکومت کرنے کے
بعد بمبسار حکومت سے دست بردار
ہوگیا۔ اور اس کے بعد اس کا لڑکا اجات
شترو تخت نشین ہوا۔

اجات شترو بڑا چالاک بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے
باپ بمبسار کو تخت سے علیحدہ ہونے
پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے پاٹلی پتر
کی بنیاد ڈالی۔ اور وادی گنگا پر کچھ تو
تلوار کے زور سے قبضہ کیا۔ اور کچھ شادیوں
کے تعلقات سے اس کو اپنی سلطنت میں
شامل کر لیا۔

ولادت مسیح سے تقریباً پانچ سو سال
قبل جس وقت ہندوستان میں بمبسار یا
اجات شترو حکومت کر رہا تھا۔ ہندوستان
پر ایرانی حملوں کا آغاز ہوا۔ ایران کے
بادشاہ دارا گشتاشپ نے ایک مہم اپنے
امیر البحر سکائی لیکس کی کمان میں بھیجی۔
تاکہ وہ پنجاب کے علاقوں پر تسلط قائم
کرے۔ اس ایرانی حملے کا حال ہم آگے

بیان کریں گے ٭

## کوسالا کی سلطنت

مگدھ کے راجہ بمبی سار کی شادی

کوسالا کے راجہ پراسین اجیت کی بہن سے ہوئی تھی۔ پراسین اجیت اور اجات شترو کے درمیان ایک مدت تک خاندانی جھگڑے ہوتے رہے۔ اور جانبین کو فتح و شکست کا بارہا منہ دیکھنا پڑا۔ مگر آخرکار پراسین اجیت نے اپنی لڑکی کی شادی اجات شترو سے کردی۔ اور اس طرح خاندانی جھگڑے ایک دفعہ پھر محبت اور تعلقات میں تبدیل ہوگئے۔ کہتے ہیں۔ کہ جس وقت کوسالا سلطنت نے کافی وسعت حاصل کرلی۔ تو مگدھ کے راجاؤں نے اسے مگدھ کی سلطنت میں شامل کرلیا ٭

## نوندا راجے

آخر سلطنت مگدھ کی حکومت نندا خاندان کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اس خاندان نے قریباً ایک صدی تک حکومت کی۔ نندا راجاؤں کے عہد ہی میں سکندر نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ کہتے ہیں۔ کہ نندا

راجاؤں کے پاس اس قدر دولت تھی۔ کہ سکندر فقط اس کو حاصل کرنے کے لئے اپنی فوجوں کو ہندوستان کے میدانوں میں لے جانے کا مشتاق تھا ؛

مہا پدم نندا سیسوناگ خاندان کے آخری راجہ مہانندن کا ایک شودر عورت سے لڑکا تھا۔ اس کے آٹھ بیٹے اس کے جانشین کی حیثیت سے ہندوستان میں حکومت کرتے رہے ؛

## دارا گشتاسپ کا ہند پر حملہ

ولادت مسیح سے

قریباً پانچ سو سال پہلے جب ہندوستان میں بمبی سار کی حکومت تھی۔ ایران میں دارا گشتاسپ حکمران تھا۔ وہ بہادر تھا۔ اور دیگر ممالک کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو بڑھانا چاہتا تھا۔ ۵۱۶ء قبل مسیح میں دارا نے بہت سی فوج ہندوستان کے شمالی علاقہ میں بھیجی۔ تاکہ ہندوستان میں ایرانی سلطنت کی بنیاد رکھی جا سکے۔ سکائی لیکس دارا کا امیر البحر تھا۔ اس نے سمندر کے راستہ سے دریائے سندھ

کے دہانہ تک سفر کیا۔ اور وہاں سے
اوپر چڑھ کر سندھ کے علاقہ میں پہنچا۔
یہاں اس نے دارا کی سلطنت قائم کردی
اور سندھ کے علاقہ کو فارس کا ایک علیحدہ
صوبہ تسلیم کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہرات
قندھار۔ پنجاب وغیرہ میں بھی ایرانی حکومت
قائم کردی گئی۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہر سال
ان علاقوں سے دارا کو ایک معقول رقم
بطور خراج وصول ہؤا کرتی تھی۔

## سکندر اعظم کا حملہ

سکندر اعظم دنیا
کے ان بڑے بڑے
فاتحوں اور سپہ سالاروں میں شمار کیا جاتا
ہے۔ جنہوں نے دنیا کی تاریخ پر اپنی
مہر لگائی ہے۔ وہ فیلفوس شاہِ مقدونیہ
کا بیٹا تھا۔ پہلے پہل اس نے ملک باختر
اور فارس فتح کیے۔ اس کے ارادے
اس قدر بلند تھے۔ کہ وہ سارے جہاں
پر اپنی فتح کے جھنڈے لہرانا چاہتا تھا۔
اس لئے اس نے اپنی سلطنت وسیع
اور مستحکم کرنے کے بعد ہندوستان کا
رخ کیا۔ وہ اس ملک کی دولت کی

داستانیں سن چکا تھا - اور ہندوستان کے
بغیر اپنی عالمگیر سلطنت نامکمل سمجھتا تھا -
اس نے کوہ ہندوکش کو عبور کرکے
کابل کے علاقہ کو اپنے قبضہ میں لیا -
اور دریائے سندھ کے کنارے پہنچا -
یہاں اوہند نامی ایک مقام پر پل بنایا
گیا - اور سکندر کی فتحیاب فوجیں بے خوفی
سے پنجاب کی سرزمین کو پامال کرنے
لگیں - وادی سندھ کی جس قدر چھوٹی
چھوٹی ریاستیں تھیں - وہ اس وقت آپس
میں ہی لڑ رہی تھیں - اس لئے سکندر
نے بڑی آسانی سے ان کو مغلوب کر
لیا - اور چترال کی پہاڑیوں یا سوات اور
بجور کی وادیوں سے جن لوگوں نے
سکندر کو روکنا چاہا - وہ کامیاب نہ ہوسکے
پہاڑیوں اور وادیوں کی یہ قومیں جنہوں
نے اپنے وطن کی محبت کے پاکیزہ جذبہ
کا اظہار کیا تھا - تو مہینے کی لڑائی کے
بعد مغلوب ہوگئیں - اور سکندر کی فوجیں
ان علاقوں کو فتح کرتی ہوئی آگے بڑھیں
اب سکندر نے ٹیکسلا کا رخ کیا - ٹیکسلا

کا راجہ پورس کا دشمن تھا - اور چاہتا تھا - کہ وہ سکندر کو مدد دے کر پورس کو زک پہنچائے - اس لئے راجہ مقابلہ کرنے کی بجائے سکندر سے مل گیا - اور اس نے یونانی فوج کی بہت خاطر و مدارات کی ٭

## پورس سے جنگ

ٹیکسلا کے راجہ کی مدد لے کر سکندر نے جہلم کا رخ کیا - جہاں راجہ پورس اس کے مقابلہ کے لئے تیار بیٹھا تھا - پورس کی فوج میں تیس ہزار پیدل سپاہی چار ہزار سوار - تین سو رتھ اور دو سو ہاتھی تھے - جب سکندر جہلم کے کنارے پر پہنچا - تو اس نے دیکھا - کہ دریائے جہلم طغیانی پر ہے - اور دریا کے دوسرے کنارے پر پورس ایک زبردست فوج لئے موجود ہے - سکندر نے جو ایک دور اندیش سپہ سالار تھا - معلوم کر لیا - کہ جہلم کو عبور کر کے دشمن کے روبرو ساحل پر اترنا موت کے منہ میں جانے کے برابر ہے - اس لئے سکندر نے یہاں ایک چال

چلی - وہ کچھ دن تو اس پار ڈیرے ڈالے
پڑا رہا - آخر ایک اندھیری رات سکندر
نے ایک گھاٹ کے نزدیک جہاں دریا
کی چوڑائی بہت کم تھی - دریا کو عبور کر
لیا - راتوں رات بہت سی فوج دوسرے
کنارے پر جا پہنچی - اور سکندر نے صبح
ہونے سے پیشتر ہی پورس کی بے خبر
فوج پر دھاوا بول دیا - ہندوستانی بہادروں
نے ابھی آنکھیں بھی نہ کھولی تھیں - کہ
تیغ و تبر کی آوازیں سنائی دیں - رتھوں
کے گھوڑے بدک گئے - ہاتھی خوفزدہ ہوکر
ادھر ادھر دوڑے اور بجائے اس کے
کہ ان پر سوار ہوکر سکندر کی فوج کا
مقابلہ کیا جاتا - پورس کی اپنی ہی بہت
سی فوج ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے کچلی
گئی - بے شعور جانوروں کو دوست و
دشمن کی کیا تمیز تھی - اس طرح فوج
میں بھگدڑ پڑ گئی - سکندر فتحیاب ہو
گیا - اور پورس زخمی ہوکر گرفتار ہو
گیا - اور سکندر کے سامنے لایا گیا ×

سکندر پورس کے قد و قامت اور

خوبصورت چہرے کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔
اس نے پورس کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔
"بولو تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"
پورس بہادر تھا۔ وہ بہادروں کی طرح
رہا تھا۔ اور بہادروں ہی کی طرح مرنا چاہتا
تھا۔ اس نے بلند حوصلگی سے جواب دیا۔ "جو
سلوک بادشاہ بادشاہوں کے ساتھ کیا کرتے
ہیں" سکندر اس جواب کو سن کر بہت
خوش ہوا۔ وہ بہادر تھا۔ اور بہادروں کی
قدر کرنا جانتا تھا۔ اس نے پورس کی بہادری
کی بڑی تعریف کی۔ اور اس کو اس کی
سلطنت اور کچھ اور علاقہ دے کر اپنا
دوست بنا لیا +

پورس کو اپنا دوست بنانے کے بعد سکندر
نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ اور سانگلہ کے
مقام پر ایک معمولی سی مخالفت کو دور
کرکے بیاس تک پہنچ گیا۔ اور چاہتا تھا۔
کہ ہندوستان کے زرخیز میدانوں پر یونانی
جھنڈے لہرائے۔ مگر فوجوں نے ہمت ہار دی
وہ آگے بڑھنے کو تیار نہ تھیں۔ سکندر کو
معلوم تھا۔ کہ اس وقت ہندوستان میں نندا

# سکندر اعظم کی آمد اور واپسی کا راستہ



سکندر اعظم



پورس اپنی تلوار سکندر کے حوالہ کرتا ہے

خاندان کے راجا حکومت کر رہے ہیں۔ ان کے پاس بے شمار زر و جواہر ہیں۔ اور لوگ نندا راجوں کے ظلم سے تنگ آ چکے ہیں۔ مگر اس کے اپنے سپاہیوں نے حوصلہ ہار دیا۔ اور پیچھے مڑنے کا تقاضا کیا۔ سکندر نے ان کو بہتیرا سمجھایا۔ ہندوستان کی دولت کے افسانے سنائے۔ مگر وطن کی محبت کا جذبہ دولت کی کشش سے زبردست تھا۔ ان کو اپنے گھروں سے نکلے ہوئے کئی سال ہو گئے تھے۔ وطن کے در و دیوار ان کی نظروں کے سامنے پھرنے لگے۔ بچوں کی محبت نے جوش مارا۔ اب کوئی ایسی طاقت نہ تھی۔ جو ان جذبات پر فتح حاصل کر سکتی۔ سکندر نے ایک حسرت بھری نگاہ ہندوستان کے دلفریب اور زرخیز میدانوں پر ڈالی۔ اور ان کی تسخیر کا ارمان اپنے افسردہ دل میں لئے ہوئے جس راستے آیا تھا۔ اسی راستے جہلم واپس جا پہنچا۔

## سکندر کی واپسی

سکندر کا ارادہ تھا۔ کہ ایک دفعہ وطن میں جا کر پھر ہندوستان میں واپس آئے۔

لہذا اس نے بیاس کے قریب اپنی سلطنت کی سرحد بنا کر وہاں اپنا ایک کتبہ نصب کیا۔ مگر اس کی قسمت میں ہندوستان کی حکومت نہ تھی۔ وہ پھر کبھی واپس نہ آیا ۔

سکندر نے جہلم کے کنارے دو ہزار کشتیوں کا بیڑا تیار کیا۔ اور اپنی فوج سمیت سمندر میں پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس نے اپنی سپاہ کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ کو لے کر امیر البحر نیارکس سمندر کی راہ وطن کو روانہ ہوا۔ اور ایک حصہ کو لے کر سکندر بلوچستان اور فارس کی راہ سے یونان کی طرف چلا۔ مگر وطن پہنچنا اسے نصیب نہ ہوا۔ پیمانہ عمر لبریز ہو چکا تھا۔ راستے میں ہی بابل کے مقام پر مر گیا ۔

## سکندر کے حملے کا اثر

سکندر کی اچانک موت نے یونانیوں کی جمعیت کو توڑ دیا۔ جا بجا خود مختار ریاستیں بن گئیں۔ اس طرح چھ سال کی مدت میں ہندوستان کا تمام مفتوحہ علاقہ یونانیوں کے ہاتھوں سے نکل گیا ۔

سکندر ہندوستان میں مستقل یونانی حکومت قائم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسی لئے اس نے چپہ چپہ زمین کے لئے لڑائی کی۔ اور شب و روز کی لڑائی میں سلطنت مستحکم کرنے کی اسے مہلت ہی نصیب نہ ہوئی۔ پھر جب وہ حکومت ہی کے لئے کچھ نہ کرسکا۔ تو اس کے حملے کا ہندوستان کی تہذیب۔ تمدن اور مذہب پر کیا اثر ہوسکتا تھا؟ بعض مورخوں نے تو اس کے حملے کو سرحدی ڈاکوؤں کے معمولی حملوں سے تشبیہ دی ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ سکندر کے حملے نے مغربی سیاحوں۔ سوداگروں اور مغربی اقوام کو ملک ہندوستان کا نہ صرف پتہ دیا۔ بلکہ تجارت کا بری راستہ بنایا۔ سکندر کی وفات کے بعد چونکہ ہندوستان کے پڑوس میں یونانیوں نے باختر کی ریاست قائم کر لی تھی۔ اس لئے ہندوستان کے آرین اور باختریہ کے یونانی لوگوں کے تعلقات ایک عرصہ تک قائم رہے۔ اور دونوں قومیں ایک دوسرے کے تمدن و تہذیب سے فائدہ اٹھانے لگیں۔ علاوہ ازیں اس حملہ کے بعد کئی یونانی مورخ

ہندوستان میں آئے۔ اور انہوں نے ہندوستان کے حالات لکھے۔ جو آج معتبر تاریخی ماخذ ملنے جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں ستارہ شناسی اور علم نجوم یونانیوں نے ہندوستانیوں کو سکھایا۔ فن سنگ تراشی میں بھی یونانی کمال کی جھلک موجود ہے۔ اور یونانی حملے کے بعد سکوں کے ڈھالنے میں اور سکوں کی شکل و صورت میں جو اصلاح ہوئی۔ اس میں یونانیوں کا ہاتھ پایا جاتا ہے۔

سب سے اہم اثر یہ ہؤا۔ کہ پنجاب اور سندھ کی ریاستیں یونانیوں کے ساتھ لڑنے کی وجہ سے کمزور ہوگئیں۔ اور چندر گپت موریہ ان ریاستوں کو مسخر کرکے ایک ایسی زبردست سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ جس نے سلوکس کو شکست دے کر یونانیوں کے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کرنے کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

# نواں باب

## سلطنت موریہ

## ۳۲۱ سنہ ع ق-م سے ۱۸۴ سنہ ع ق-م تک

### چندر گپت ۳۲۱ سنہ ع ق-م سے ۲۹۷ سنہ ع ق-م تک

چندر گپت کا باپ مگدھ کے شاہی خاندان سے تھا۔ لیکن اس کی ماں مورا نامی ایک شودر کی لڑکی تھی اور غالباً اسی کے نام پر چندر گپت کے خاندان کا نام موریہ خاندان پڑا۔ مگدھ کے راجہ مہا پدم نندا نے کسی وجہ سے ناراض ہو کر اس کو وہاں سے نکال دیا۔ اور اس جلاوطنی کے زمانہ میں یہ پنجاب میں آیا۔ اور یہاں سکندر سے اس کی ملاقات ہوئی۔ سکندر کی وفات کے بعد پنجاب میں ہل چل مچ گئی۔ چندر گپت نے برہمن وزیر چانکیہ کی مدد سے

پنجاب پر تسلط جمایا۔ اور یہاں سے پھر ایک بڑی جرار فوج تیار کر کے مگدھ پر چڑھائی کی۔ اور راجہ نند کو تخت سے اتار کر خود بادشاہ بن گیا۔ رفتہ رفتہ شمالی ہند کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں ملا لیا ÷

## سلوکس کا حملہ

سلوکس سکندر کا بہترین جرنیل تھا۔ اس نے اپنے آقا کی وفات پر ایشیائے کوچک اور دوسرے مغربی ممالک سر کرنے کے بعد ہندوستان کو فتح کرنے کی غرض سے دریائے سندھ کو عبور کیا۔ لیکن چندر گپت نے اسے شکست فاش دی۔ اور اسے مجبوراً اپنی لڑکی چندر گپت کے ساتھ بیاہنی پڑی۔ کابل۔ قندھار۔ ہرات وغیرہ سلوکس نے اپنی لڑکی کو جہیز میں دئے۔ اور میگستھینیز نامی سفیر چندر گپت کے دربار میں مقرر کیا۔ چندر گپت نے سلوکس کو ۵۰۰ ہاتھی نذر میں دئے۔ اور میگستھینیز نے چندر گپت کے عہد حکومت کے حالات لکھے ہیں۔ جو اس زمانہ کی تاریخ کے معتبر ماخذ ہیں ÷

## پاٹلی پتر اور چندر گپت کی پرائیویٹ زندگی

میگستھینیز

لکھتا ہے - کہ چندر گپت بڑے تزک و احتشام سے رہتا تھا - اس کے محلات بڑے عالی شان تھے - اس کا دار الحکومت پاٹلی پتر تھا - یہ ایک نہایت عالی شان شہر تھا - جس کے گرد ایک نہایت مضبوط لکڑی کی دیوار تھی - جس میں چونسٹھ دروازے اور ۵۷۰ برج تھے - فصیل کے باہر ایک گہری اور چوڑی خندق تھی - جو ہر وقت پانی سے بھری رہتی تھی - چندر گپت عیش و عشرت کا دلدادہ تھا - اس کی بہت سی رانیاں تھیں - اس کے کھانے پینے کے برتن سونے کے تھے - وہ لباس نہایت باریک ململ کا پہنتا تھا - جس میں سنہری اور روپہری قیمتی کام کیا ہوتا تھا - اس کی سواری سونے کی پالکی میں جس میں موتیوں کے گچھے لٹکتے تھے - نکلا کرتی تھی - اور وہ جانوروں کی لڑائیاں دیکھنے کا بڑا شائق تھا - شکار میں خاص دلچسپی لیتا تھا - اور دشمنوں سے اتنا ڈرتا تھا - کہ ایک کمرے میں متواتر دو رات نہیں سوتا تھا ؛

**فوجی انتظام**

میگستھنیز لکھتا ہے - کہ چندر گپت لڑائی کا بڑا

شائق تھا- اس لئے اس کی سپاہ بہت بڑی اور جری تھی- اس کی فوج میں ساٹھ ہزار پیادہ- تیس ہزار سوار- نو ہزار ہاتھی اور آٹھ ہزار رتھ تھے- ہر ایک گاڑی کے ساتھ اور ہر ایک ہاتھی کے ساتھ چار سپاہی ہوتے تھے- اور اس تمام سپاہ کو نقد تنخواہ ملتی تھی- یونانی سفیر نے اس عظیم الشان فوج کے حسن انتظام کی بہت تعریف لکھی ہے- چھ بورڈ تھے- ہر ایک بورڈ میں پانچ ممبر تھے- بورڈ نمبر۱ بحری تھا- بورڈ نمبر۲ کے ماتحت کمسریٹ- باربرداری و شاگرد پیشہ تھے- بورڈ نمبر۳ کے ماتحت پلٹنوں کا انتظام ہوتا تھا- بورڈ نمبر۴ رسالوں کا- بورڈ نمبر۵ لڑائی کی گاڑیوں کا- اور بورڈ نمبر۶ ہاتھیوں کا- ہر ایک محکمہ علیحدہ علیحدہ بورڈ کے ماتحت تھا- یہ عظیم الشان فوج کا حسن انتظام ہی تھا- جس کی بدولت چندر گپت نے یونانیوں کو شکست دے کر باہر نکال دیا۔

**طرزِ حکومت**

میگستھینیز لکھتا ہے- کہ چندر گپت نے اپنے قابل

اعتبار اور دانا وزیر جانا کیہ کے صلاح و مشورہ کے مطابق سلطنت کو چار صوبوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ہر صوبے پر راجہ کا ایک نائب مقرر تھا۔ جسے صوبیدار کہتے تھے۔ صوبیدار عموماً شہزادوں میں سے منتخب کیئے جاتے تھے۔ ہر صوبیدار کا فرض تھا۔ کہ وہ مرکزی حکومت کے طریقوں پر حکومت کرے۔ ہر صوبے میں کئی اضلاع شامل تھے۔ جن کے انتظام کے لئے علیحدہ علیحدہ افسر مقرر تھے ؂

## میونسپل گورنمنٹ

شہر پاٹلی پتر کا اندرونی انتظام میونسپل کمشنروں کے ہاتھ میں تھا۔ جن کی چھ کمیٹیاں یا بورڈ تھے۔ پہلے بورڈ کے ذمہ صنعت و حرفت کا تمام انتظام تھا۔ دوسرے بورڈ کا کام تھا۔ کہ تمام غیر ملکی اشخاص کی خاطر و مدارات اور آرام و آسائش کا بندوبست کرے۔ تیسرے بورڈ کے ماتحت محکمہ پیدائش و اموات تھا۔ چندر گپت صحیح نقشہ جات اموات و پیدائش پر بہت زور دیتا تھا۔ اس محکمہ کا فرض تھا۔ کہ اگر

اموات پیدائش سے بڑھ جائیں۔ تو وہ ملک میں حفظِ صحت کا باقاعدہ انتظام کر کے اموات کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ چوتھے بورڈ کے ماتحت تجارت تھی۔ یہ بورڈ ناپ تول اور تولنے کے باٹوں کی جانچ کر کے اپنی مہریں لگاتا تھا۔ اور تمام سودوں کی نگرانی کرتا تھا۔ پانچواں بورڈ کارخانجات کی نگرانی کرتا تھا۔ چھٹا بورڈ چونگی کا نگراں تھا۔ تمام چیزوں پر محصول لیا جاتا تھا*

مجموعی طور پر تمام بورڈ شہر کے عام انتظام کا ذمہ دار تھے۔ منڈیوں۔ مندروں۔ بندرگاہوں۔ تعمیرات سرکاری کی صفائی و نگرانی ان کا خاص فرض تھا*

چندر گپت کے وقت میں ایک باقاعدہ محکمہ آبپاشی تھا۔ نہریں بنی ہوئی تھیں۔ اور ہر ایک شخص کو باری باری سے پانی ملتا تھا۔ رقبہ مزروعہ کی پوری و صحیح پیمائش کی جاتی تھی*

سڑکوں کا بھی اعلےٰ انتظام تھا۔ اور ان کی ہمیشہ مرمت ہوتی رہتی تھی۔ مسافروں کی آسائش کے لیۓ سڑکوں پر میلوں کے نشانات موجود تھے۔ ان کا انتظام بھی ایک

علیحدہ محکمہ کے سپرد تھا ۞

خبر رسانی کا انتظام ایسا اعلیٰ تھا - کہ بادشاہ کو ہر وقت رعیت کی ہر قسم کی خبر پہنچتی رہتی تھی - بندوبست کا طریقہ بہت اچھا تھا - مالگذاری کی وصولی نہایت سلیقہ سے ہوتی تھی ۞

راجہ تمام زمین کا مالک سمجھا جاتا تھا - اور رعیت اس کو پیداوار کا چوتھا حصہ دیا کرتی تھی - دن میں ایک دفعہ دربار عام ہوتا تھا - اور وہاں ہر شخص اپنی شکایات پیش کر سکتا تھا - معمولی جرموں کے لئے مجرموں کے ہاتھ پیر کٹوا دئے جاتے تھے - اکثر جرائم کی سزا موت تھی ۞

## ہندو سوسائٹی کی حالت

میگستھینیز لکھتا ہے - کہ باوجود ایسی سخت سزاؤں کے لوگ عام طور پر خوش و خرم تھے - اور امن و امان سے زندگی بسر کرتے تھے - ملک میں خوشحالی اور تہذیب کا دور دورہ تھا - چار ذاتیں تھیں - برہمن - کشتری - ویش اور شودر - ہندو عموماً راست باز اور نیکو کار تھے -

جھوٹ نہ بولتے تھے - شراب نہ پیتے تھے - ایک دوسرے کی نیکی اور راستی پر یہاں تک بھروسہ اور اعتبار تھا - کہ تمام قول و اقرار زبانی ہوتے تھے - بات کے پکے اور معاملے کے صاف تھے - چوری بہت کم تھی - گھر بار - مال و اسباب کی حفاظت کی چنداں ضرورت نہ تھی - غلامی کا نام و نشان نہ تھا - مرد بہادر اور عورتیں نہایت پاک دامن تھیں - ہندو سات جماعتوں میں منقسم تھے - اول فلاسفر یعنی فاضل - دوم کونسلر یعنی مشیر - سوم سپاہی - چہارم محکمہ خبر رسانی کے افسران - پنجم کاشتکار - ششم دستکار - ہفتم گڈریے - سادھوؤں کے دو فرقے تھے - ایک بدھ مت والے - دوسرے برہمن - یہ لوگ شادی نہیں کرتے تھے - اور زندگی ریاضت میں گذارتے تھے ۔

اس کے عہد حکومت کے بغور مطالعہ کے بعد بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے - کہ چندر گپت دنیا کے بادشاہوں کی صف اولین میں بیٹھنے کے قابل ہے - جس نے اپنی بہادری - لیاقت و حسن انتظام سے

تمام شمالی ہندوستان کو سر کر کے ایک عالی شان مرکزی حکومت کے ماتحت کیا۔ چندر گپت گو چال چلن کے لحاظ سے اشوک کو نہیں پہنچتا۔ مگر لیاقت۔ انتظام۔ دلیری اور لشکر کشی میں نہ صرف اپنے وقت میں یکتائے زماں تھا۔ بلکہ دنیا کی تاریخ میں بہت تھوڑے ایسے فرمانروا ہوئے ہیں۔ جن کو اس کے برابر کہا جا سکے ؛

**بندوسار ۲۹۷ء سے ۲۷۳ء تک**

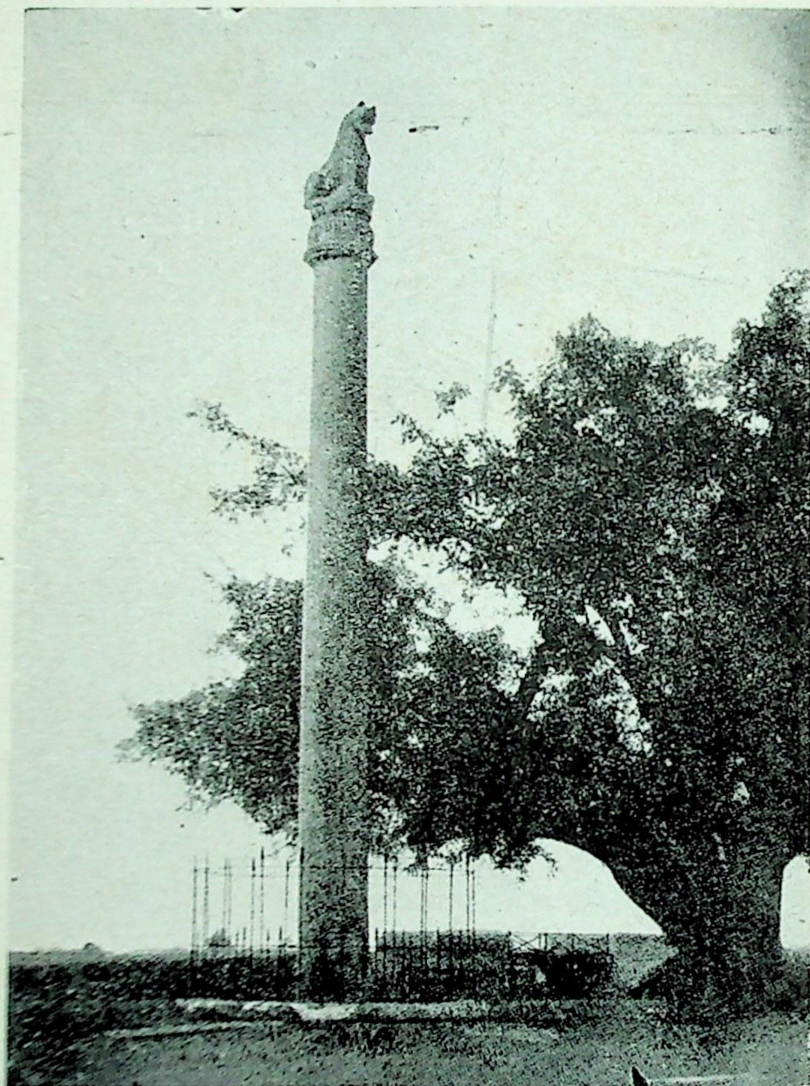
چندر گپت نے اپنی سلطنت کو اس قدر منظم اور متحد کر لیا تھا۔ کہ اس کے جانشینوں کو حکومت کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی ؛

چندر گپت کے بعد اس کا لڑکا بندوسار تخت نشین ہوا۔ اور اس نے بھی تقریباً ۲۵ سال حکومت کی۔ سب محکمے بن چکے تھے۔ سڑکیں تعمیر ہو چکی تھیں۔ اس لئے بندوسار کو تخت نشینی کے بعد حکومت کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ بندوسار

نے بھی چندر گپت کی طرح بڑی خوبی سے حکومت کی - اور اپنے باپ کی سلطنت کو وسیع کیا - اس کے عہد کے واقعات کا صحیح طور پر علم نہیں - اور نہ اس زمانہ کی تاریخ کا کوئی ماخذ ہے ۔

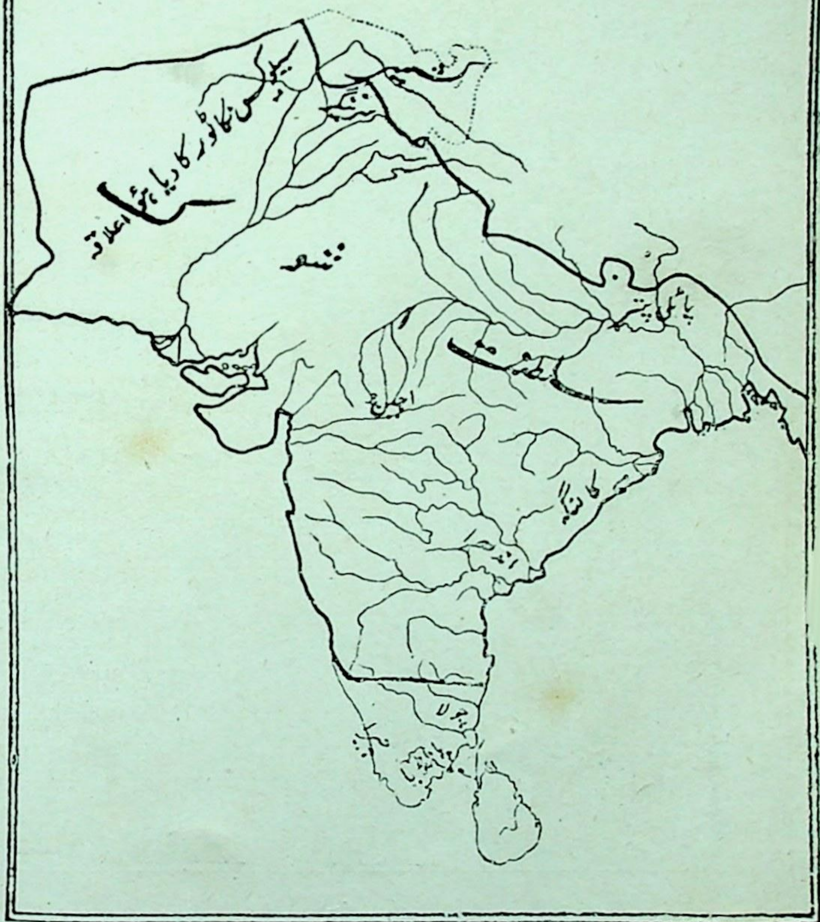
**اشوک ۲۷۲ء سے ۲۳۲ء ق م**

اشوک موریہ خاندان کا تیسرا بادشاہ ہے - یہ راجہ تاریخ میں بڑا مشہور ہے - اور ہندوستان کے بہترین بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے - یہ کہا گیا ہے - کہ نوجوانی میں اشوک بڑا بے رحم تھا - اور اپنے بڑے بھائی سوساما کو جو وارث تخت تھا - قتل کر کے تخت پر بیٹھا تھا - آئندہ کے خطرات کو دور کرنے کے لئے اس نے شاہی ممبروں پر ہاتھ صاف کیا - مگر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا - پہلے وہ برہمن مذہب کا پیرو تھا - اور شو جی کا پجاری تھا - اس کے باورچی خانہ کے لئے ہزاروں جانور روزانہ مارے جاتے تھے - شروع شروع میں وہ لڑائی اور



اشوک کی لاٹھ

# سلطنت اشوک



سلیوکس نکاتور کا دیا ہوا علاقہ
سندھ
اجین
پاٹلی پتر
کالنگا
چولا

فتوحات کا شائق تھا - چنانچہ اس نے کالنگہ پر چڑھائی کی - اور نہایت خونریز جنگ کے بعد فتح پائی - اس لڑائی میں ایک لاکھ آدمی مارے گیے - اور ڈیڑھ لاکھ کے قریب قید کئے گیے - بے شمار گھرانے تباہ ہو گئے - اور ہزاروں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گیے - اس عالمگیر تباہی - موت اور مصیبت کے نظاروں نے اس کے دلی جذبات پر ایسا اثر کیا - کہ اس نے آئندہ کے لئے فوج کشی کے خلاف قسم کھا لی - اس کے بعد اشوک نے اپنی توجہ مذہب کی طرف پھیر دی - اور اپنی زندگی کا یہ اصول بنا لیا - کہ سچی فتح صرف دھرم کی فتح ہی ہے - اسی اصول پر باقی ماندہ زندگی میں عمل کیا - اور خود بدھ مذہب کا پیرو ہو گیا ٭

## وسعت سلطنت

میناروں اور لاٹھوں کی مدد سے نیز بعض یونانی مصنفوں کی کتابوں سے ہمیں پتہ چلتا ہے - کہ چندر گپت کی حکومت

کوہ ہندو کش تک تھی - اور کابل قندھار اور ہرات پر بھی اس کا تسلط تھا - اشوک نے اسے اور بھی وسعت دے کر کشمیر اور نیپال کو بھی اپنی حدود میں شامل کر لیا - یہ شمالی حد تھی - مشرق میں سارا بنگال - کالنگا اور اندھرا اس کے قبضہ میں تھے - مغرب میں بلوچستان - گجرات اور مالوہ کے صوبجات تھے - سارا جنوب سوائے چیرا چولا - اور پانڈیہ کی خود مختار ریاستوں کے اس کی قلمرو میں شامل تھا۔

## اشوک اور بدھ دھرم

اشوک نے جنگ و جدل سے توبہ کر کے بدھ دھرم کی اشاعت کو اپنا مقصد حیات بنا لیا تھا - دنیا کی تاریخ میں یہ ایک عجیب مثال ہے - کہ بدھ دھرم سب سے پہلا تبلیغی (مشنری) مذہب تھا - اور اشوک سب سے پہلا حکمراں جس نے اپنے مذہب کی ترقی اور اشاعت کے لئے اپنے شاہی جاہ و جلال - اثر و رسوخ اور ذرائع کو دلی خلوص اور ہمت کے ساتھ خرچ کیا - ہندوستان کا کیا ذکر ہے -

اس نے تو مغربی ممالک تک میں پرچار کی بھیجے۔ اور اس تمام محنت اور کوشش سے سوائے قربانی کے اس نے اپنے یا اپنے وارثوں کے لئے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔

اشوک نے اپنی رعایا اور سرکاری ملازمین کی رہنمائی کے لئے بدھ دھرم کے اصولوں کے مطابق ہدایات جاری کیں۔ اور اپنی سلطنت کے ہر ایک کونہ میں ان کو پہاڑوں کی چٹانوں اور پتھر کے ستونوں پر عام فہم زبان میں کندہ کرا دیا۔ پھر اس نے بدھ دھرم کی اشاعت کے لئے دور دراز ملکوں میں اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں اپنے واعظ بھیجے۔ چنانچہ لنکا۔ مصر۔ شام اور مقدونیہ وغیرہ میں جا کر بھکشو لوگوں نے اس مذہب کا پرچار کیا۔ اشوک خود اور اس کے خاندان کے کئی آدمی بھکشو بن کر اپدیش کو نکلے۔ اس کی لڑکی چارومتی نے سنیاس لے کر نیپال میں بہت دھرم پرچار کیا۔ اشوک کے بھائی مہندر نے لنکا میں بدھ مذہب کی اشاعت کی۔ علاوہ ازیں

اشوک نے جا بجا بہت سے مٹھ بنوائے۔ جہاں ہزاروں بھکشو رہتے تھے۔ ان کی خوراک۔ پوشاک اور دیگر ضروریات کی ذمہ وار حکومت تھی ؛

اشوک نے اپنے گورو اُپ گپت کے ہمراہ بدھ مذہب کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ جا بجا مہاتما بدھ کی یادگاریں بناتا۔ اور دھرم اپدیش کرتا گیا۔ نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ بدھ دھرم راج مت بن گیا۔ علاوہ ازیں اشوک نے بدھ مت کے پیروؤں کی تیسری مجلس منعقد کی۔ اس مجلس کا مدعا ان باہمی اختلافات اور تنازعات کا تصفیہ تھا۔ جو اس عرصہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ اس عام جلسہ میں بدھ مت کو فروغ دینے کی تجاویز پر غور و خوض کیا گیا ؛

## اشوک کا دھرم یا تعلیم

اشوک نے عام رعایا اور ملازمین حکومت کو مذہب کی مندرجہ ذیل اہم باتوں پر کاربند ہونے کا حکم دیا ؛

## بڑوں کی عزت اور چھوٹوں سے پیار

ہر انسان

اپنے ماتا پتا - استاد - حاکم اور دوسرے بزرگوں کی عزت کرے - ہر افسر اپنے ماتحت ملازموں ہر شخص اپنے ملازموں اور دوسرے جانداروں کے ساتھ محبت و نرمی کرے - ہر شخص اپنے رشتہ داروں - سادھوؤں - برہمنوں اور سنیاسیوں کی خدمت کرے - ہر شخص ضرورت مند دوستوں کی امداد کرے ؎

## راست گوئی اور رواداری

ہمیشہ ہر شخص سچ بولے - جھوٹ سے نفرت کرے - کوئی شخص دوسرے لوگوں کے مذہب - اعتقاد اور طریقہ عبادت کی نسبت کوئی بُرا یا سخت لفظ استعمال نہ کرے - بیگانوں کے ساتھ بھی محبت اور ہمدردی سے پیش آئے ؎

## اہنسا

اشوک نے شکار ترک کر دیا - گوشت کھانا چھوڑ دیا - اور جانداروں کو ایذا دینا گناہِ عظیم بتا کر سب لوگوں کو جانداروں کے مارنے سے روکا - جانوروں کی لڑائیاں تمام قلمرو میں بند کرا دی گئیں - پھانسی کی سزا پانے والے مجرموں تک کے لئے حکم دیا گیا - کہ پھانسی دینے سے پہلے

انہیں تین دن علیحدہ رکھا جائے - تاکہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے آئندہ زندگی سنوار سکیں ٭

**دھیان** اشوک نے پارسا بننے کے لئے دھیان کی ضرورت پر زور دیا ہے - وہ دھیان کو مکتی (نجات) کا زینہ سمجھتا تھا - دل و دماغ اور نفس کو اپنے قابو میں کر لینا بھی اس کے نزدیک بہت ضروری تھا ٭

**نظام حکومت** اشوک دھرم کے پرچار میں ایسا سرگرم نظر آتا تھا - کہ بعض اوقات گمان ہوتا تھا - کہ اس کے عہد میں ملک میں بدنظمی کا دور دورہ ہوگا - لیکن آفریں ہے - اس کی محنت اور جفاکشی پر کہ تمام ملک میں مکمل انتظام اور امن و امان رہا - وہ خود رعایا کے ساتھ پدرانہ سلوک کرتا تھا - سلطنت کی آمدنی رعایا کی بہتری کے لئے خرچ کرتا تھا - خیرات کرتا تھا - تو بدھ اور برہمن کی تمیز نہیں - سڑکیں بنوائیں - ان کے دونوں طرف سایہ دار درخت لگوا دئے - سرائیں اور

کوئیں بھی بنوائے - تاکہ مسافروں کو تکلیف
نہ ہو - انسانوں اور حیوانوں کے لیئے شفاخانے
بنوائے - وہ خود عالم تھا - اور اپنی رعایا کی
تعلیم پر فیاضی کے ساتھ روپیہ خرچ کرتا تھا -
وہ خود کسی پر سختی نہ کرتا تھا - اس لیئے
افسروں کو بھی سختی کرتے نہیں دیکھ سکتا
تھا - جاسوسوں کو حکم تھا - کہ رعایا کی منٹ
منٹ کی خبر راجہ کے کانوں تک پہنچے - اس
نے اگرچہ چندر گپت کے نظام حکومت میں
کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کی -- پھر بھی پہلی
سختی نہیں رہی - پھر رعایا کی بھلائی کی
یہاں تک فکر کہ افسروں کو حکم دے رکھا
تھا - کہ جا بجا مجلسیں منعقد کر کے ان کو
فرائض کی بجا آوری کی تعلیم دیں - اہنسا کے
اصول کی تعمیل اور بزرگوں کی تعظیم کرانے
کے لیئے علحدہ افسر مقرر کر رکھے تھے - اشوک
کبھی اس بات سے خوفزدہ نہیں ہؤا - کہ
کوئی اسے قتل کر دیگا - اور ایسے مہربان
راجہ کو قتل کرنے کی جرأت ہی کون کر سکتا
ہے ؟ الغرض اشوک اپنی الوالعزمی - جفاکشی -
مذہب پرستی اور رواداری اور رفاہ عام کے

کاموں کے لئے ہندوستان میں ہمیشہ تک نیک نام رہوگا۔

## اشوک کے کتبے

اشوک نے اپنے عہد میں رعایا اور ملازموں کی ہدایت کے لئے ضروری باتیں اونچے اونچے پتھریلے بیناروں پر کندہ کراکے ان کو مختلف مقامات پر نصب کرادیا تھا۔ یہ کتبے ہندوستان کے مختلف مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ اور فن سنگ تراشی اور انجینیری کا نادر نمونہ ہیں۔ تاریخی لحاظ سے یہ اشوک کی سلطنت کی حدود ظاہر کرنے کے لئے بہت اہم ہیں۔ نیز ان سے اشوک کے طرز حکومت اور مذہب کا پتہ چلتا ہے۔ لوگوں کی عام زبان پالی ہے۔ یہ بھی انہیں کتبوں کی بدولت معلوم ہے۔ کیونکہ تمام کتبے اسی زبان میں ہیں۔

## اشوک کی موت اور اس کے جانشین۔

اشوک ہندوستان کا ذی شان بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ مگر اشوک کے بعد موریہ خاندان کی دولت اور شہرت کا آفتاب

غروب ہونے لگا۔ اس نے ۲۳۲ء ق۔م میں وفات پائی۔ اشوک کے بعد اس کے جانشین اس قدر بہادر اور دانا نہ تھے۔ کہ وہ اس قدر وسیع سلطنت کی حفاظت کر سکتے۔ اشوک نے پہلے ہی اپنی سلطنت کو اپنے دو پوتوں دسرتھ اور سمپرتی میں تقسیم کر دیا تھا۔ مگدھ اور مشرقی صوبجات دسرتھ کے حوالے کر دئے تھے۔ اور سمپرتی کو اجین اور مغربی صوبوں کا راجہ بنا دیا تھا۔ دسرتھ بدھ مت کا پیرو تھا۔ اور سمپرتی جین مت کا معتقد۔ ان دونوں نے بجائے اس کے کہ وہ سلطنت کی حفاظت کرتے اپنے اپنے مذہب کا زیادہ خیال رکھا۔ ان کے خیال میں ایک مذہبی مندر سلطنت کے کئی صوبوں سے بڑا اور زیادہ قیمتی تھا۔ چنانچہ اس غفلت اور بیجا مذہبی جوش کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ سلطنت کے بہت سے علاقے ہاتھ سے نکل گئے۔ اور مگدھ کا نام صرف بہار رہ گیا۔

موریہ خاندان کا آخری بادشاہ برہدرتھ تھا۔ جو اپنے سپہ سالار پشپہ متر کے ہاتھوں

قتل ہؤا - اور پشپیہ متر نے سلطنت پر قبضہ کر کے مگدھ میں سنگا خاندان کی حکومت کی بنیاد ڈالی ∻

---

# دسواں باب

## سنگا - کنو اور اندھرا خاندان

**سنگا خاندان ۱۸۴ ؁ سے ۷۳ ؁ ق - م**

**پشپیہ متر** خاندان سنگا کا بانی ہے - اس کے زمانہ میں باختریہ سلطنت کا مینینڈر نامی بادشاہ موریہ خاندان کی تباہی کا حال سن کر ہندوستان پر حملہ آور ہؤا - پشپیہ متر نے نہایت بہادری سے مقابلہ کر کے حملہ آوروں کو پسپا کیا - اس فتح اور بہت سے راجوں کو شکست دینے کے بعد اپنے مہاراجہ ادھیراج ہونے کی تقریب میں اس نے اشو میدھ یگیہ رچایا - اور ہندو مذہب

کی بعض پرانی رسومات کو زندہ کیا ٭

پشپیہ متر کے بعد اس کا لڑکا اگنی متر راجہ بنا - لیکن اگنی متر اور اس کے جانشینوں کے عہد میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا - جو تاریخی لحاظ سے ضروری سمجھا جاتا ہو۔ سنگا خاندان کا آخری بادشاہ دیو بھومی تھا۔ جس کو اس کے وزیر واسدیو کنو نے قتل کر ڈالا - گویا جس طرح پشپیہ متر نے موریہ خاندان کے آخری بادشاہ کو قتل کر کے سنگا خاندان کی حکومت کی بنیاد ڈالی - اسی طرح واسدیو نے سنگا خاندان کے آخری بادشاہ کو تلوار کے گھاٹ اتار کر سنگا خاندان کا شیرازہ بکھیر دیا ٭

## خاندان کنو ۷۳ء سے ۲۸ء

واسدیو نے کنو خاندان کو برسر اقتدار کر دیا - یہ خاندان کم و بیش ۴۵ برس تک مگدھ دیش کا مالک رہا - اس خاندان کے چار بادشاہ ہوئے - اس خاندان کے عہد میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا - جو تاریخی لحاظ سے کچھ وقعت رکھتا ہو ٭

تاریخ ہندوستان حصہ اول

## اندھرا خاندان

موریہ خاندان کے خاتمہ سے بہت پیشتر جنوبی ہند کی سلطنت ان لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو اپنے آپ کو ستا واہن یا اندھرا خاندان کے لوگ کہا کرتے تھے۔ ان کی سلطنت بہت قدیم تھی۔ اور ان کے خاندان کی سلطنت کا آغاز اصل میں سنہ ۲۲۰ء ق۔م میں ہوا تھا۔

اندھرا خاندان کے لوگ آریہ نسل سے تھے۔ اور مورخوں کا خیال ہے۔ کہ اس قدیم زمانے میں جب آریہ لوگوں کے نو وارد قافلے ہندوستان میں آرہے تھے۔ ان کو جنوبی ہند کی طرف بڑھنا پڑا۔ اور وہ گنگا کی وادی کو چھوڑ کر مہاندی اور گوداوری کے کناروں پر جا بسے۔ اشوک کی موت کے بعد ہی کالنگہ کے لوگوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے بھی اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور اب ان کو امید تھی۔ کہ اشوک کے کمزور جانشین ان پر فتح نہ پا سکیں گے۔ اندھرا خاندان کے یہ لوگ جنوبی ہند میں بہت رسوخ رکھتے تھے۔

اور تجارتی بندرگاہوں سے آنے والی تمام سڑکیں ان کے قبضہ میں تھیں ؛

جنوبی ہند میں اندھرا خاندان کی حکومت نے بہت زور اور اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ اور رفتہ رفتہ انہوں نے تلنگانہ اور دکن کا مشرقی حصہ بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اور ان کو حکومت کرتے ہوئے کئی سال گذر چکے تھے۔ ۲۸ء ق م میں جب انہوں نے دیکھا۔ کہ کنو خاندان کمزور ہو رہا ہے۔ تو اسی سال وہاں کے راجہ پر چڑھائی کی۔ اور بڑی آسانی کے ساتھ مگدھ کی سلطنت کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ کنو اور سنگا خاندان کی طرح اندھرا خاندان کی تاریخ بھی بہت کچھ تاریکی میں ہے۔ مگر اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ اندھرا خاندان کی ایک شاخ تین سو برس کے لگ بھگ مگدھ اور مشرقی ہندوستان پر حکمرانی کرتی رہی۔ اور دوسری شاخ دکن میں بر سر اقتدار رہی۔ اس خاندان کا ایک مشہور بادشاہ ہالا نامی تھا۔ وہ شاعر بھی تھا۔ اور اس کی شاعری اپنے

وقت کی بہترین شاعری تھی ۔

# گیارھواں باب

## باختری اور پارتھیا خاندان کے حملے

## اور

## کشن خاندان کی حکومت

جس زمانہ میں مگدھ کی سلطنت سانگا۔ کنو اور اندھرا کے خاندان میں منتقل ہوئی۔ تھی۔ انہی ایام میں پنجاب اور دریائے سندھ کے اس طرف کے علاقہ میں نئے نئے انقلاب ہو رہے تھے۔ یہانتک کہ حکمران قوم شکست کھا کر محکوم ہو چکی تھی۔ اور ان علاقوں میں غیر اقوام کا طوطی بول رہا تھا۔

۲۶۱ ء م
ق - م

## پارتھیا اور باختر کی خود مختاری

کے قریب سلطنت باختریہ سلیوکس کے پوتے انبیٹوکس کے زیر نگیں تھی - یہ شخص عیاشی - شرابخواری اور نفس پرستی کا پُتلا تھا - اور ان عادات کی وجہ سے سلطنت کے کاموں میں بالکل دلچسپی نہ لیتا تھا - نتیجہ یہ ہوا - کہ پارتھیا اور باختر کے علاقے جو سلیوکس کے زمانہ میں نہایت فرمانبردار اور حکومت کے مشہور زرخیز علاقوں میں شمار ہوتے تھے - اس کے آخری ایام میں خود مختار ہو گئے - اس طرح اشوک کی وفات پر پنجاب اور کابل کے سردار بھی باغی ہو گئے - لیکن ان کی بغاوت اور خود مختاری چند روزہ تھی - کیونکہ باختر" کے جفاکش اور جہاندیدہ سرداروں نے کابل پر یورش کی - آخر کابل اور پنجاب میں اپنی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے باختر کے یونانی بادشاہوں میں ڈی میٹریٹس اور مینانڈر مشہور تھے - اس خاندان کا آخری بادشاہ ہرمیکس تھا - جسے اہل

پارتھیا نے حکومت سے علیحدہ کر دیا تھا ؛

پارتھیا کی خود مختار ریاست کے سرداروں نے بھی اپنی خود مختاری کے یعنی ۲۵۰ء ق - م کے بعد کوہ ہندوکش اور دریائے سندھ کو عبور کیا - اور پنجاب کے بعض علاقوں میں اپنی حکومت قائم کی - جس کا ثبوت ان کے عہد حکومت کے چند سکوں سے ملتا ہے - تاریخی نکتہ نگاہ سے ان کا ہندوستان میں آنا یا نہ آنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا - اس لیئے گذشتہ تاریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ؛

یہ لوگ ایک صدی بھی خود مختاری اور پنجاب کی حکومت سے فیضیاب نہ ہوئے تھے - کہ انہیں شاکا یا ہندوستانی سیتھین قوم کا مقابلہ کرنا پڑا ؛

**سیتھین** چین کے شمال مغربی علاقہ میں ۱۶۵ء ق - م سے پہلے ایک ایسی قوم آباد تھی - جو اپنی وحشیانہ اور خونخوارانہ عادات کی وجہ سے دوسرے علاقوں میں مشہور تھی - اور جن کا عام

پیشہ پرانے زمانہ کے آریوں کی طرح بکریوں اور بھیڑوں کے گلے پالنا اور ان کے دودھ وغیرہ پر زندگی بسر کرنا تھا۔ جنگلی ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ بے خوف اور نڈر تھے۔ اس قوم کو تاریخ ہند میں شاکا یا سیتھین کا نام دیا جاتا ہے ؛

۱۵۰ء ق-م کے قریب ایک زبردست اور منتظم قوم نے ان کو اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ یہ لوگ باختر اور پارتھیا میں پہنچے۔ اور وہاں پر قدم جمائے۔ پھر ہندوستان کا رخ کیا۔ یہاں پر مذکورہ بالا یونانیوں کو زیر کرکے ٹیکسلا اور متھرا میں اپنی آبادیاں قائم کیں۔ پھر وہاں سے کاٹھیاوار تک پہنچے۔ جو ۳۹۰ء تک اس قوم کے ماتحت رہا ؛

## کشن خاندان

شاکا لوگوں کے بعد شمال مغربی چین کی ایک قوم یوچی نامی نے سطح مرتفع پامیر کو عبور کیا۔ اور شاکا قوم کے لوگوں کو جنوب کی طرف دھکیل کر آپ شمال مغربی ہند پر قابض ہوگئے۔ یہ لوگ وحشی چرواہے تھے۔

ان کی عادات غیر مہذب اور خونخوارانہ تھیں۔ انہوں نے باختریہ اور پارتھین سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اور پارتھین لوگوں کا نام و نشان مٹا دیا۔ یوچی لوگوں کے سب سے ممتاز فرقے کا نام کشن تھا۔ چنانچہ ۵۰ء میں یوچی لوگوں نے کیڈفیس اول کے ماتحت اپنے آپ کو خوب متحد کر لیا۔ اور کوشان خاندان کی باقاعدہ طور پر حکومت قائم ہوگئی۔ کیڈفیس اول نے سرحد کے سب ہندی یونانی اور ہندی پارتھین راجوں کو زیر کیا۔ اور شمال مغربی ہندوستان میں اپنا سکہ چلایا۔ آج بھی کئی علاقوں سے کیڈفیس کے سکے ملتے ہیں۔ جن سے اس کے زمانہ کی تاریخ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے +

کیڈفیس اول کے بعد اس کا لڑکا کیڈفیس دوم تخت نشین ہؤا۔ اُس نے اپنی سلطنت کو بہت وسعت دی۔ کہتے ہیں۔ کہ مالوہ کے لوگ کیڈفیس ثانی کے باجگزار تھے۔ اور اس کی حکومت بنارس تک پھیلی ہوئی تھی +

## کنشک

کشن خاندان کا سب سے زبردست بادشاہ کنشک تھا۔ جو کیڈفیس ثانی کے بعد ۱۲۰ء میں تخت نشین ہوا۔ کنشک جنگجو تھا۔ اس نے اپنی سلطنت میں ایک غیر معمولی توسیع کی۔ اور افغانستان اور بخارا تک کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ کشمیر بھی کنشک کی سلطنت میں شامل تھا۔ اور مشرق میں کنشک کی سلطنت پاٹلی پتر تک چلی گئی تھی۔ اس نے پرش پور (پشاور) کو اپنا دار الخلافہ بنایا۔ اور ہندوستانی شہزادوں کے علاوہ ختن۔ یارقند اور کاشغر سے بھی جزیہ وصول کیا۔

## بدھ مت کی ترقی

اس نے بدھ مت کے فروغ کے لئے جا بجا پرچارک بھیجے۔ اور اس کی کوششوں سے چین اور جاپان کے بہت سے لوگ بدھ دھرم میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ بدھ کے پیرو راجاؤں میں اشوک کی طرح کنشک نے بھی اپنے مذہب کو دنیا میں پھیلانے کے لئے بہت کوشش کی۔ اس نے اپنے عہد میں بدھ مذہب کی چوتھی

مجلس منعقد کرائی - جس میں ایسی ایسی باتیں بدھ مذہب میں شامل کر لی گئیں - جو اصل مذہب سے مختلف تھیں - اور ہندو مت سے ملتی جلتی تھیں - اس مجلس نے بدھ مت کو دو فرقوں میں تقسیم کر دیا - ہین یان اور مہایان - ہین یان کے پیرو پرانے خیالات کے بودھ تھے - اور مہایان فرقہ میں کنشک اور اسی کے ہم خیال لوگ شامل تھے *

چونکہ کنشک سال کا بیشتر حصہ کشمیر کی خوشگوار آب و ہوا میں گذارتا تھا - اسی لیئے یہ مجلس کشمیر ہی میں منعقد ہوئی - اس نے کشمیر میں کانشی پور نامی ایک شہر بنوا کر اپنی یادگار چھوڑی - اس زمانہ میں کانشی پور کو کنشک پور کہتے تھے *

۱۹۰۹ء میں پشاور کے نزدیک ایک صندوقچہ برآمد ہوا - جس پر غالباً کنشک کی تصویر کندہ تھی - اور جس کے اندر سے ہڈیاں نکلیں تھیں - معلوم ہوتا ہے - کہ یہ ہڈیاں مہاتما بدھ کی تھیں - جنہیں وہ اپنی مذہبی عقیدت کی وجہ سے کسی دوسری جگہ

سے اپنے صدر مقام میں لے آیا تھا ؂

کنشک کے عہد میں گندھارا کا طریقہ سنگ تراشی رائج ہوا۔ چنانچہ مہاتما بدھ کے قد آدم بت بنائے گئے۔ لاہور اور پشاور کے عجائب گھروں میں ایسی مورتیاں بکثرت موجود ہیں ؂

**چرک**

کنشک کا زمانہ علم طب کی ترقی کے لئے بھی مشہور ہے۔ اس زمانہ میں چرک نامی ایک وید ہو گذرا ہے۔ جس کی طبی تحقیقات اس درجہ و پایہ کی ہیں۔ کہ عربی مورخوں نے بھی اسے "طب" کا بہترین ماہر تسلیم کیا ہے ؂

**ہندو دھرم کی دوبارہ ترقی کے ابتدائی نشان**

کنشک اگرچہ بودھ راجہ تھا۔ اور کنشک کی سلطنت میں بدھ مت نے بہت ترقی کی تھی۔۔ مگر قدیم ہندو دھرم آہستہ آہستہ از سر نو زندہ ہو رہا تھا۔ سنسکرت زبان نے پالی زبان کی جگہ لینی شروع کر دی تھی۔ نیز لوگوں نے مہاتما بدھ کی بڑی بڑی مورتیاں بنا کر ان کی پرستش شروع کر دی تھی۔ مورتی پوجا ہندو دھرم کا ایک جزو ہے۔ اس سے صاف ظاہر

ہے۔ کہ اس زمانہ سے بدھ مذہب کا اثر کم ہونے لگا۔ اور ہندو مذہب کی ترقی شروع ہو گئی ﴿

### کنشک کے جانشین

سنہ ۱۵۳ء کے قریب کنشک فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے دو جانشین ہوشک اور واسدیو یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے۔ سنہ ۲۲۰ء میں واسدیو کی وفات کے ساتھ کشن خاندان کا بھی خاتمہ ہو گیا ﴿

# بارھواں باب

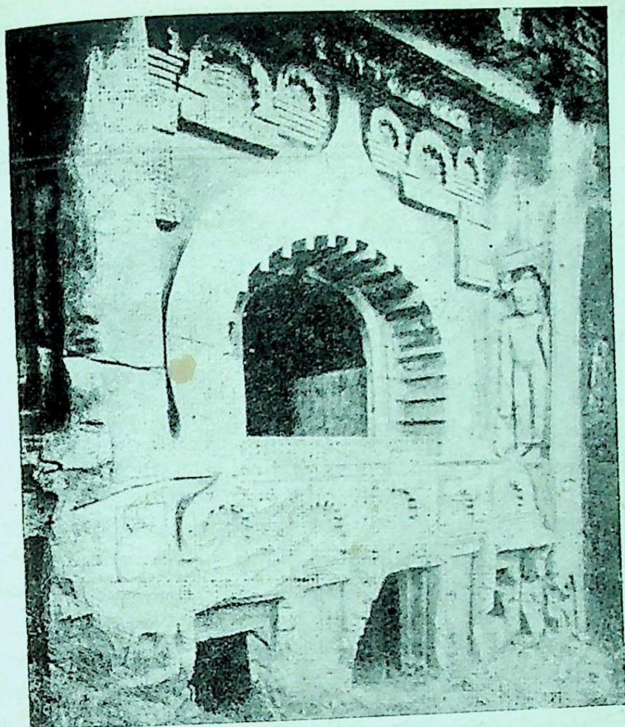
## گپت خاندان

## سنہ ۳۲۰ء سے سنہ ۵۲۵ء تک

خاندان کوشان اور خاندان اندھرا کا قریباً ایک ہی وقت یعنی سنہ ۲۲۰ء کے قریب

# سلطنت کنشک

کاشغر
یارقند
ختن
پشاور
سندھ
پاٹلی پتر
مگدھ
مالوہ
کالنگ
اندھرا
چولا



ایجنٹا کی گپھا



سفید ہن

خاتمہ ہوا - ان کے خاتمہ کے بعد ہندوستان میں ۲۲۰ سنہ ء سے لے کر ۳۲۰ سنہ ء تک جو عرصہ گذرا - اس کی بابت تاریخ دانوں کو کچھ علم نہیں - اور نہ اس زمانہ کی تاریخ کا کوئی ماخذ ہے - لیکن چوتھی صدی میں ایک سیاسی طاقت نے اقتدار حاصل کیا - اور ہندوستان میں کم و بیش ایک مرکزی حکومت قائم ہوگئی - اس طاقت نے صدیوں تک ہندوستان کو ایک ہی جھنڈے کے نیچے رکھا - اس عہد میں ہندوستان نے سیاسیات کے علاوہ علم و فضل میں بھی بڑا نام پیدا کیا - اس عہد کا نام گپت خاندان کا عہد ہے - اور اس عہد کو مورخ "ہندو تاریخ کا سنہری زمانہ" کہا کرتے ہیں ؎

## چندر گپت اوّل
## ۳۲۰ سنہ ء سے ۳۳۵ سنہ ء

گپت خاندان کا پہلا بادشاہ چندر گپت اول تھا - جس نے لچھاوی خاندان کی کمار دیوی شہزادی کے ساتھ شادی کر کے پاٹلی پتر پر قبضہ جمایا - بعد ازاں وادئ گنگا کے زرخیز علاقہ کو الہ آباد تک فتح کیا - جنوبی بہار - اودھ -

ترہت اور اس کے گرد و نواح کے علاقے اس کی حکومت کے مختلف حصے تھے - ان فتوحات کی خوشی میں اس نے اپنا سمت چلایا۔ جسے گپت سمت کہتے ہیں ۔

چندر گپت اول نے پندرہ سال حکومت کی - اور شہزادہ سمدر گپت کو جو لچھاوی ملکہ کے پیٹ سے تھا۔ اپنا جانشین بنایا ۔

سمدر گپت کی

## سمدر گپت ۳۳۵ء ۳۷۵ء

نامورِی اور شہرت کا اندازہ صرف اسی ایک امر سے لگایا جا سکتا ہے - کہ انگریز مؤرخ اسے "ہندوستان کا نپولین" کا خطاب دیتے ہیں۔ اس نے اپنی خداداد بہادری اور جرأت سے تقریباً تمام ہندوستان کو فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ ہندوستان خاص کی فتوحات میں جو کسر باپ سے رہ گئی تھی - وہ بیٹے نے پوری کر دی۔ اور تمام ملک کو مرکزی حکومت کے ماتحت کر دیا - ازاں بعد جنوب کی طرف متوجہ ہؤا۔ اور سال بھر کی متواتر لڑائیوں کے بعد اس نے چھوٹا ناگ پور اور مہاندی

کی وادی میں جنوبی کوسلا کی بادشاہت کو
ختم کیا۔ پھر اڑیسہ اور صوبجات متوسط
کے راجوں کو مطیع کیا۔ اس سے آگے بڑھ
کر اس نے کالنگا کے دار الحکومت پسٹھا
پورم کو تسخیر کر لیا۔ مختصر یہ کہ قریب قریب
تمام جنوبی ہند اس کے زیر نگین ہو گیا۔
یہاں سے اس نے مغرب کی طرف منہ کیا
ضلع نلور میں اگر سین راجۂ پالک کو شکست
دے کر دکن کے مغربی حصوں میں گذرتا ہوا
دیو راشٹ اور خاندیش کو سر کر کے اپنے
دار الحکومت کو لوٹا۔ دکن کا جتنا علاقہ اس
نے فتح کیا۔ وہ سابقہ راجوں کے پاس ہی
رہنے دیا۔ اور ان کو اپنا باجگزار بنا لیا۔

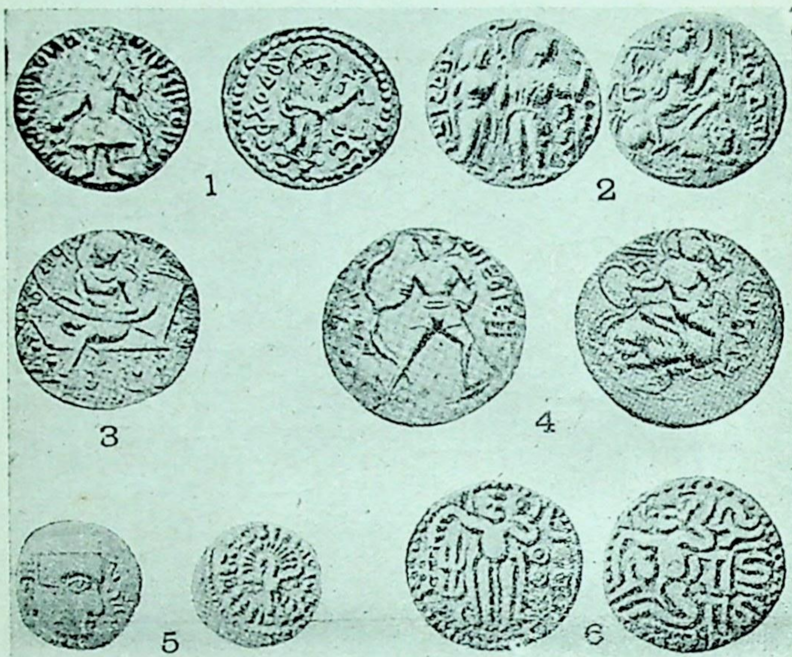
سمدر گپت کی زبردست طاقت جو ان
فتوحات سے دہ چند ہو گئی تھی۔ بیرونی
ممالک سے تعلقات قائم کرنے میں کامیاب
ہوئی۔ چنانچہ مغرب میں شاہان گندھارا
اور تاتار و ترکستان اور جنوب میں حکومت
لنکا و دیگر حکومتوں کے ساتھ سمدر گپت
کے تعلقات دوستانہ تھے۔

اپنی شاندار فتوحات کی یادگار میں سمدر

گپت نے اشو میدھ یگیہ رچایا - اور ایک نیا سکہ جاری کیا - سمدر گپت کی فتوحات سے ظاہر ہے - کہ وہ ایک زبردست جرنیل اور ہر دلعزیز کمانڈر تھا - صرف یہی نہیں - بلکہ علوم و فنون میں اس کا درجہ بہت اعلی سمجھا جاتا ہے - اس کا نام ہندوستان کے مشہور شعرا میں آتا ہے - علم موسیقی کا وہ دلدادہ تھا - بین بجانے میں خاص مہارت رکھتا تھا - علم موسیقی کے ماہرین کی قدر افزائی میں اس نے بڑی دریا دلی کا ثبوت دیا ؞

علم دوستی کا یہ حال تھا - کہ بڑے بڑے عالموں کے وظیفے مقرر تھے - اور ان کی وہ بہت قدر و منزلت کرتا تھا - اور مذہبی کتابوں کی تشریح و توضیح سنا کرتا تھا - گو وہ مذہبی اعتقاد کے لحاظ سے ہندو تھا - مگر بہت آزاد خیال"- چنانچہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کی قدر کرتا - اور دیگر مذاہب والوں سے بہت خندہ پیشانی اور اور فراخ حوصلگی سے پیش آتا ؞

| چندر گپت | چندر گپت ثانی یا بکرماجیت ۳۷۵ء سے ۴۱۳ء |
|---|---|



ہندوؤں کے زمانہ کے سکے

1 چندر گپت اوّل

2 کنشک

3 چندر گپت بکرماجیت

4 سمدر گپت

5 راجا رام چولا کا سونے کا سکّہ

6 سکند گپت

سلطنت سمدرگپت

سلطنت چُندرگپت



ثانی گپت خاندان میں سب سے مشہور اور مقتدر بادشاہ ہؤا ہے۔ اس کا نام بکرماجیت بھی ہے۔ جس کے معنی "سورج کی طاقت والا" ہیں۔ یہ لقب ہندوستان کے کئی مشہور راجاؤں نے اختیار کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بکرماجیت واقعی بہت مشہور بادشاہ تھا۔

چندر گپت دکرمادتیہ نے مالوہ۔ گجرات اور کاٹھیا وار کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اور قوم شاک کا جو ان علاقوں میں آباد تھی۔ خاتمہ کر دیا۔

اس کے زمانہ میں ایک چینی سیاح جس کا نام فاہیان تھا۔ بدھ مذہب کی کتابوں کی تلاش میں ہندوستان آیا۔ اور تقریباً چھ سال تک ہندوستان میں مقیم رہا۔

## فاہیان کا بیان

فاہیان لکھتا ہے کہ یہاں کے لوگ نہایت دولت مند اور خوشحال تھے۔ خیراتی انسٹی ٹیوشن بیشمار تھے۔ مسافروں کے لئے تمام سڑکوں پر سرائیں اور دھرم شالائیں بنی ہوئی تھیں۔ اور پاٹلی پتر میں ایک ایسا

ہسپتال تھا - جہاں پر نہ صرف دوائی اور علاج
مفت تھا - بلکہ خوراک اور دیگر ضروریات بھی
مفت بہم پہنچائی جاتی تھیں - پاٹلی پتر بہت
بڑا شہر تھا - اور اس میں دو بڑے بڑے
مٹھ تھے - جہاں ہزاروں طالب علم تعلیم
پاتے تھے ؟

فاہیان لکھتا ہے کہ سارے ملک میں
کوئی شخص کسی جانور کو نہیں مارتا - نہ
شراب پیتا ہے - نہ پیاز کھاتا ہے - نہ
سؤر یا مرغ پالتا ہے - ہندوستان کے لوگ
جانور نہیں بیچتے - نہ منڈی کے پاس قصابوں
کی دوکانیں ہیں - نہ شراب خانے ہیں - چنڈال
لوگ شہر کے باہر رہتے ہیں - اور ان کو
شہر میں داخل ہوتے وقت ایک طرح سے
نوٹس دینا پڑتا ہے - تاکہ لوگ اُن سے چھو
کر ناپاک نہ ہو جائیں ؟

## طرز حکومت

اس وقت کے انتظام
گورنمنٹ اور عملداری کی
نسبت بھی فاہیان نے نہایت عمدہ رائے
دی ہے - وہ لکھتا ہے - کہ گورنمنٹ لوگوں
کے معاملات میں بہت کم دخل دیتی تھی -

اکثر جرائم کے عوض میں صرف جرمانہ دینا پڑتا تھا۔ سزائے موت کسی کو نہیں دی جاتی تھی۔ اور ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹنے کی سزائیں صرف ڈاکوؤں اور باغیوں کو ہی ملتی تھیں۔ سرکاری مالگذاری بہت کم تھی۔ اور شاہی افسروں کو مقررہ تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ اور وہ رعایا کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دے سکتے تھے ؞

## مذہبی آزادی

فاہیان نے کسی جگہ پر مذہبی ظلم و ستم کی شکایت نہیں کی۔ گپت خاندان کے راجہ سارے کے سارے ہندو دھرم کے پیرو تھے۔ مگر باوجود اس کے سلطنت بودھوں اور جینیوں کی پوری طرح سے حفاظت کرتی تھی۔ اور نہ صرف ان کو اپنے مذہب کے پرچار میں پوری آزادی تھی۔ بلکہ امداد ملتی تھی۔ اور بھکشوؤں کو مکانات چارپائیاں۔ بستر۔ خوراک۔ اور کپڑے وغیرہ دیے جاتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ہندو

راجے تعصب سے بالکل خالی اور تنگ دلی سے مبّرا تھے ٭

## بکرماجیت کا دربار

فاہیان لکھتا ہے کہ چندر گپت بڑا دلبر تھا۔ عالموں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس کے دربار میں بہت سے عالم اور پنڈت موجود رہتے تھے۔ ان میں سے نو اشخاص نورتن کہلاتے تھے۔ ان میں کالیداس کا درجہ سب سے اونچا تھا۔ جسے ہندوستان کا شیکسپیئر کہتے ہیں اس کا شکنتلا ناٹک سنسکرت ناٹکوں کا سر تاج ہے۔ باقی رتن امرسنگھ سنسکرت کا فاضل دھنونتری نامی طبیب اور ورچی پراکرت زبان کی قواعد تیار کرنے والا۔ اور دراہ مہر بڑا مشہور نجومی تھا ٭

## کمار گپت اوّل
## ۴۱۳ء سے ۴۵۵ء

۴۱۳ء میں وکرمادتیہ کا لڑکا کمار گپت اول تخت پر بیٹھا۔ اس بادشاہ نے بھی اشومیدھ یگیہ کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی سلطنت کی وسعت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ کمار گپت ۴۵۵ء میں فوت ہوا۔ اور

اس کے بعد اس سلطنت کو زوال آنا
شروع ہوا ۔

سکندھ گپت ۴۵۵ء سے ۴۸۰ء تک

کمار گپت کا لڑکا سکندھ گپت ۴۵۵ء میں تخت پر بیٹھا- اس کے عہد میں وحشی ہن لوگ وسط ایشیا کے میدانوں سے نکل کر ہندوستان میں لوٹ مار کرنے لگے- سکندھ گپت نے ان کو ایک شکست عظیم دی- اور اپنی فتح کی یادگار میں ایک بڑا بھاری مینار بنایا- جس کے اوپر وشنو کی مورتی نصب کی- اور اس پر اپنی مہم کا حال کندہ کرایا ۔

سکندھ گپت نے مغربی صوبجات کا انتظام جس میں کاٹھیاوار بھی شامل تھا- اپنے ایک نائب کے سپرد کر دیا تھا ۔

۴۵۵ء کے قریب خانہ بدوش اقوام ہن کا ایک اور تازہ گروہ اپنے علاقہ سے نیچے اترا- اور گندھارا پر قابض ہو گیا- ۴۷۰ء کے قریب انہوں نے سکندھ گپت پر حملہ کیا- اور اس دفعہ سکندھ گپت ان کو مغلوب نہ کر سکا ۔

۴۸۰ء میں سکندھ گپت مرگیا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا پرگپت اور پرگپت کے بعد اس کا لڑکا نرسنگھ گپت بالادتیہ اور نرسنگھ گپت بالادتیہ کے بعد اس کا پتر کمار گپت ثانی یاری باری تخت پر بیٹھے ۔

## گپتوں کا سنہری زمانہ

یہ مانی ہوئی بات ہے ۔ کہ گپت راجاؤں کا عہد ہندوستان کی تاریخ میں علم و فضل کے لحاظ سے بہت مشہور ہو گذرا ہے ۔ اس لئے اس کو سنہری زمانہ کہتے ہیں ۔

## سنسکرت لٹریچر اور کالی داس

سنسکرت میں کامل دسترس اور اس کی ترقی کے لئے کوشش میں فضیلت کا سہرا کالیداس کے سر پر ہے۔ جو اس زبان کا بے مثال عالم تھا ۔ اور جس کے بہترین ہندوستانی ڈرامہ نویس اور شاعر ہونے میں دوست دشمن سب یک زبان ہیں کالیداس کی سنسکرت کی تصانیف ۔ شستہ زبانی ۔ بلند خیالی اور پاکیزگی میں لاثانی ہیں۔

اس کی تصنیف جو سکنتلا ناٹک کے نام سے مشہور ہے - دنیا بھر کی نہایت دلچسپ کتب میں شمار ہوتی ہے - رگھو سمبھار (موسموں کا اختلاف) اور میگھ دوت جو اس مصنف کی ابتدائی تصانیف ہیں - بذیعہ نظمیں ہونے کے لحاظ سے بہت دلکش اور قابل تعریف ہیں - کالیداس کی قدر اس لئے بھی زیادہ ہو جاتی ہے - کہ اس نے اس وقت یہ کتابیں لکھیں - جبکہ پالی اور پراکرت جو بدھ دھرم کی مذہبی زبانیں تھیں - مقابلہ پر موجود تھیں - چنانچہ اس زمانہ میں سنسکرت درباری زبان قرار دی گئی - قانونی کتب اس زبان میں لکھی گئیں - اس طرح بدھ مت کے ساتھ پالی اور پراکرت زبانیں بھی معدوم ہو گئیں ؛

کالیداس اپنے ڈراموں کی عمدگی - زباندانی اور دوسری خوبیوں کے لئے انگلستان کے مشہور ڈرامہ نویس شیکسپیئر کا ہم پلہ ہے - اسی لئے انگریز مورخ اسے "ہندوستان کا شیکسپیئر" کا خطاب دیتے ہیں ؛

**دیگر علوم کی ترقی**

اس سنہری زمانہ میں ہندوستانیوں نے علوم

ریاضی و نجوم (جوتش) میں بھی خوب ترقی کی۔ آریہ بھٹ۔ ورا مہر۔ اور برہم گپت ترقی دینے والوں میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں ٭

## فن سنگ تراشی۔ مصوری نقاشی اور عمارات۔

گپت عہد کی سنگتراشی تمام ہندی سنگتراشی میں بہترین اور افضل شمار ہوتی ہے۔ گپت عہد کی بچی کھچی عمارات سے اس عہد کی کمالیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ گپت عہد کی عمارات اس زمانے کی سنگ تراشی کے ہم پلّہ تھیں ٭

جھانسی کا پتھر کا بنا ہؤا مندر اور کانپور کا اینٹوں کا بنا ہؤا مندر سنگ تراشی اور فن عمارات کے شاہد ہیں ٭

گپت عہد میں ہندوستانیوں نے نقاشی اور مصوری میں بھی اپنا کمال دکھلایا۔ ایجنٹا کی گپھاؤں کی نقاشی اور مصوری اس درجہ کمال کو پہنچتی ہے۔ کہ دنیا کے کاریگر دور دور سے اُنہیں دیکھنے کے لئے آتے ہیں ٭

## علم موسیقی اور سکے

سمدر گپت فن

موسیقی میں خود بھی ماہر تھا۔ اور اس فن کے ماہران کی قدر بھی بہت کرتا تھا۔ قدیم سکوں میں صرف سمدر گپت اور چندر گپت کے عہد کے سکے صنعتی لحاظ سے بہترین ہیں۔ یہ سب سنسکرت زبان میں ہیں ؛

## علوم و فنون کی ترقی کے وجوہات

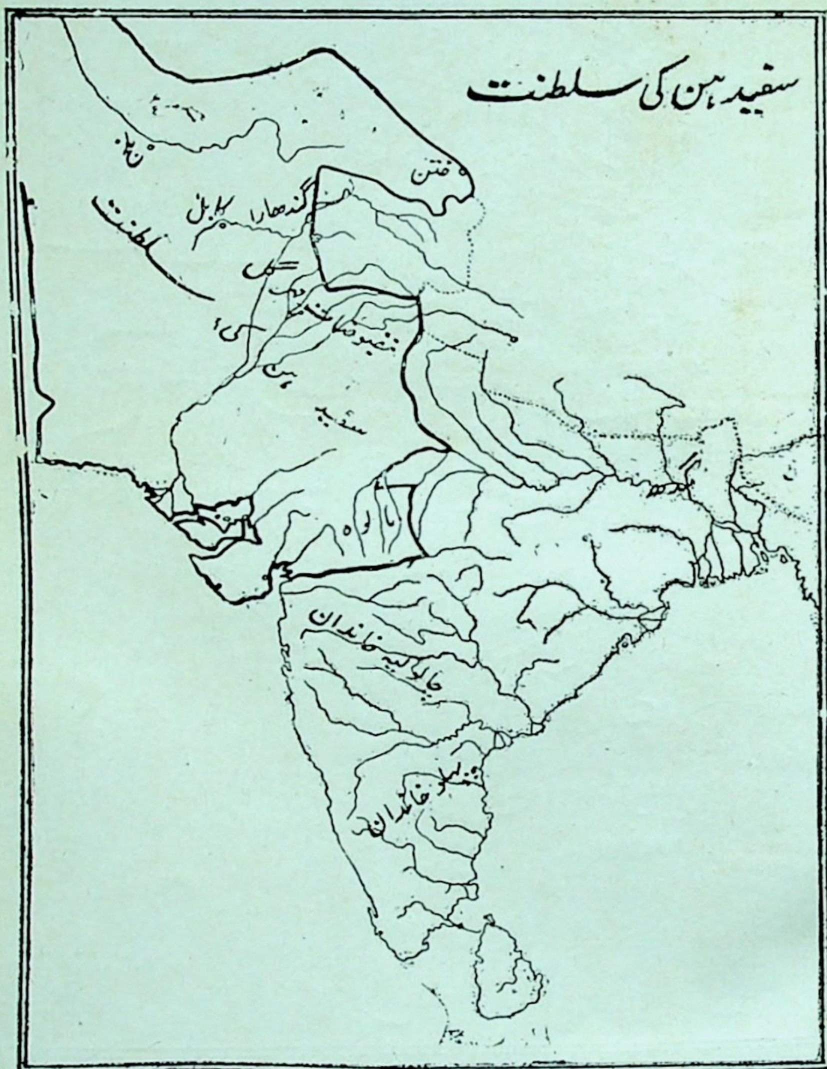
علوم و فنون کی ترقی و فروغ کی ایک وجہ یہ بھی تھی ۔ ایک صدی مکمل تک قابل اور متمول راجے علم و فضل کی قدر کرتے رہے ۔ ایک اور زبردست وجہ یہ تھی ۔ کہ سلطنت گپت اور مشرق و مغرب کے باہمی میل و جول سے خیالات کا تبادلہ آسان ہوگیا ۔ چینی سفیر یہاں آتے رہے اور یہاں سے سفیر چین میں جاتے رہے اسکندریہ کے راستے روما سلطنت کے ساتھ راہ و رسم کا سلسلہ جاری ہوگیا ۔ اگرچہ گپت عہد کے زمانہ کے مصنفین کا مدعائے مضمون و طرزِ تحریر پورے طور پر ہندی ہے ۔ تاہم یہ کتب شاید لکھی ہی نہ جاتیں ۔ اگر ہندی دل و دماغ کو غیر اقوام کے میل جول سے کسی قسم کی علمی تحریک نہ

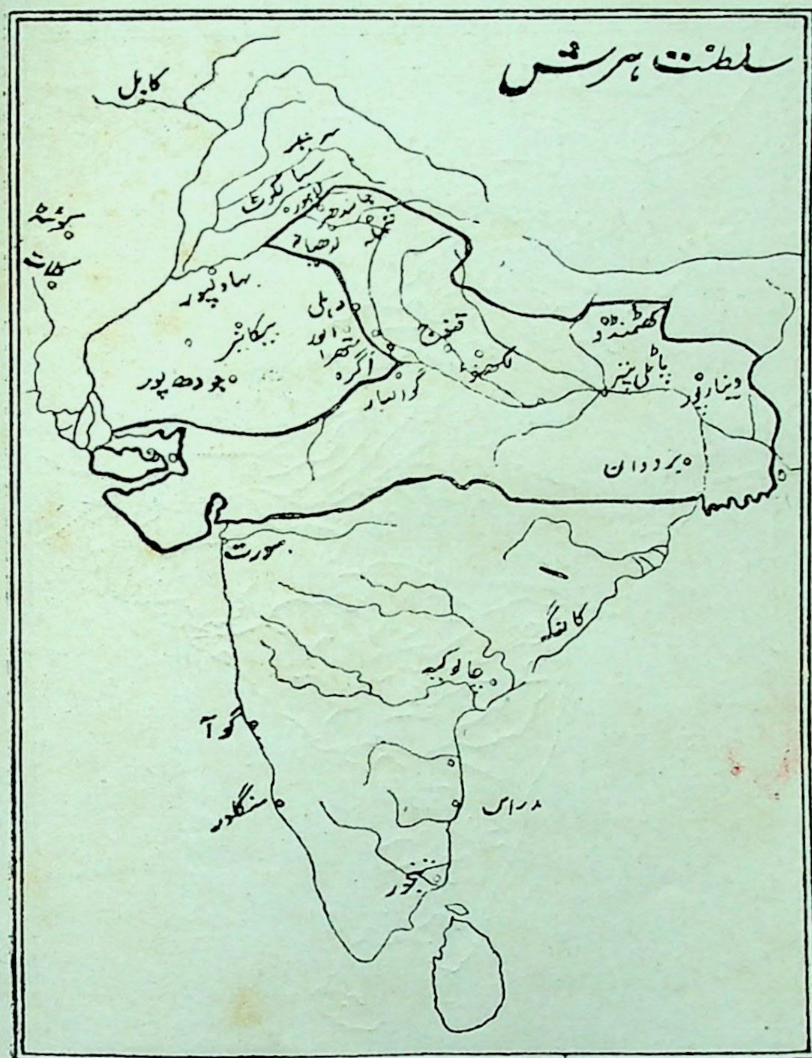
پہنچنی ٭

## ہندو دھرم کی بیداری

گپت خاندان کے سلاطین تیغ آزما ہندو تھے۔ وہ بدھ مت کے پیروؤں اور بھکشوؤں کو تکلیف نہ دیتے تھے۔ لیکن وہ بدھ مت کے اصولوں سے متنفر تھے۔ چنانچہ ان کی سرپرستی میں ہندو دھرم دوبارہ ابھرا اور برہمنوں کی قدر شروع ہوگئی۔ سنسکرت زبان نے پالی زبان کی جگہ لی۔ اور کالیداس کی تصانیف کی بہت قدرومنزلت ہونے لگی۔ بہت سے مندر اور شوالے بن گئے جن میں مورتی پوجا شروع ہوگئی۔ روز بروز بدھ دھرم کا اثر کم ہوتا گیا۔ اور ہندو دھرم دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتا گیا ٭

علاوہ ازیں برہمنوں نے بدھ مت والوں کو خوش کرنے کے لئے ان کے مذہبی مسائل کو اپنے مسائل میں شامل کرکے بدھ کو وشنو کا اوتار تسلیم کرکے دوسرے دیوتاؤں کی طرح اس کی بھی پرستش شروع کردی۔ چنانچہ بدھ مت کے بہت سے پیرو راجے


سفید ہن کی سلطنت
ختن
گندھارا
کابل
سلطنت
چالوکیہ خاندان
خاندان


سلطنت ہرش
کابل
سرہند
سیالکوٹ
لاہور
بہاولپور
بیکانیر
جودھ پور
دہلی
متھرا
آگرہ
گوالیار
قنوج
لکھنؤ
کھٹمنڈو
پاٹلی پتر
دیناج پور
بردوان
سورت
کالنگہ
چالوکیہ
گوآ
منگلور
مدراس
تنجور

ہندو دھرم میں شامل ہو گئے ÷

# تیرھواں باب

## ہون قوم کے حملے اور ہرش یا شیلادتیہ

### ہن اور ان کا ہندوستان پر حملہ

وسط ایشیا میں

ایک خانہ بدوش قوم آباد تھی - جن کا اصلی وطن منگولیا کہا جاتا ہے - اس قوم کو ہن کے نام سے پکارا جاتا ہے - اور اس قوم کی تباہ کاریاں - ظلم پروریاں اور خونخواریاں یورپ اور ایشیا دونوں براعظموں میں مشہور عوام ہیں - ان کا قد لمبا - چھاتی چوڑی - سر بڑا - ناک چپٹی اور دبی ہوئی - آنکھیں چھوٹی چھوٹی - ہونٹ موٹے اور بھدے - کان چوڑے - پاؤں موٹے موٹے - گویا کہ

شکل و صورت میں دیو تھے +

بے رحمی اور خونریزی میں وہ ضرب المثل تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہا دیتے۔ بلا تمیز مرد و عورت سب کو موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ فصلیں اجاڑ دینا۔ اور مکانات کو آگ لگا کر تماشہ دیکھنا ان کے لئے سامان تفریح تھا۔ غرضیکہ جس طرف یہ قوم جاتی تھی۔ اس طرف کی تمام آبادی اجاڑ مکان تباہ۔ فصلیں جلتی ہوئی نظر آتی تھیں +

کسی نہ کسی وجہ سے اس قوم کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ ایک حصہ تو یورپ کو روانہ ہوگیا۔ اور اس نے تمام مرکزی۔ جنوبی اور مشرقی یورپ کو تاخت و تاراج کیا۔ اس جماعت کا سب سے زبردست اور ظالم ترین سردار اٹیلا تھا۔ جس کی تباہ کاریوں اور مظالم کے قصے یورپین لٹریچر کا بہت بڑا حصہ ہیں۔ اور آج بھی بچے اٹیلا کے نام سے لرزہ بر اندام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں جرمن قوم کے خلاف نفرت اور جذبہ انتقام ابھارنے کے لئے اتحادی ممالک کے مصنفین اور اخبارنویسوں

نے جرمن قوم کو ہن اور قیصر کو اٹیلا کے خطاب دے کر قوم کو برانگیختہ کیا ؛

دوسرا حصہ دریائے جیحوں کو عبور کر کے گندھارا - پشاور اور پنجاب کے وسیع اور زرخیز علاقوں کو تباہ اور غارت کرتا ہوا گجرات کاٹھیاوار تک پہنچا - سکندھ گپت نے ان کو شکست دے کر بھگا دیا - اس شکست کے دس سال بعد ہن دوبارہ ہند میں وارد ہوئے - اور اس کثرت سے آئے - کہ تانتا بندھ گیا - اور پنجاب و شمالی ہندوستان کے بہت سے علاقوں پر مسلط ہوگئے - ان کی کثرت نے سکندھ گپت کو سر تسلیم خم کر دینے پر مجبور کر دیا - اور اس کی سلطنت بھی تباہ ہوگئی - تاہم ہن کوئی مستقل سلطنت قائم نہ کر سکے - اس گروہ کا سردار **تورمان** نامی تھا - جس نے مالوہ میں اپنی حکومت قائم کر کے مہاراجہ ادھیراج کا لقب حاصل کیا ؛

تورمان کے بعد اس کا بیٹا مہرگل تخت نشین ہوا - پنجاب - مالوہ اور افغانستان اس کے زیر حکومت تھے - سیال کوٹ اس کا

دار الخلافہ تھا- مہرگل ظلم و ستم کا پتلا تھا- اس نے اٹیلا کو بھی مات کر دیا- آخر ہندوستانی تنگ آگئے ÷

جملہ ہندوستانی راجے بالادتیہ والئے مگدھ اور یشو دھرمن راجہ مالوہ کی سرکردگی میں جمع ہوئے- ملتان کے قریب کیرور کے مقام پر مہرگل کو شکست فاش ہوئی-- وہ کشمیر کو بھاگ گیا- لاتعداد ہن مارے گئے- باقیوں میں سے کچھ تو افغانستان اور کوہستانی علاقوں کی طرف فرار ہو گئے- اور باقی ہندو مذہب میں شامل ہوکر پر امن زندگی بسر کرنے لگے- مہرگل نے بھی آخر میں ہندو مذہب قبول کر کے راجوں سے معافی چاہی ÷

سفید ہن ہندوستان میں تھوڑی مدت حکمران رہے- مگر اس قلیل عرصہ میں وہ ظلم و ستم ڈھائے- کہ الامان -- ان کی تباہی کے بعد ہندوستان کو قدرے آرام نصیب ہوا ÷

| | |
|---|---|
| راجہ ہرش سنہ ۶۰۶ء سے سنہ ۶۴۸ء تک | راجہ ہرش جس کا دوسرا نام شیلادتیہ ہے ۶۰۶ء |

سے ۶۴۸ء تک تخت سلطنت کا مالک رہا۔ اس نے قنوج کو اپنا دارالخلافہ بنا کر اس میں بڑی بڑی عالی شان عمارات تعمیر کرائیں۔ اور اسے شاہی بود و ماند کے قابل شہر بنا دیا۔ اس نے مہاراجہ ادھیراج کا خطاب حاصل کیا۔ اور اپنا سمت بھی جاری کیا۔ جو ہرش سمت کے نام سے مشہور ہے۔

**تاریخی ماخذ**

راجہ ہرش کے زمانہ کے تاریخی حالات چینی سیاح ہیون سانگ کے بیان اور راج پنڈت بان کی کتاب ہرش چرتر (سوانح عمری ہرش) سے معلوم ہوتے ہیں۔ ہیون سانگ بدھ کے وطن مقدس کی زیارت اور اس کے تبرکات کو جمع کرنے آیا تھا۔ وہ ۶۳۰ء سے ۶۴۵ء تک پندرہ سال یہاں رہا۔

**ہرش کا مذہب**

ہیون سانگ کا بیان ہے۔ کہ ہرش ابتدا میں ہندو دھرم کا پیرو تھا۔ لیکن بعد میں بدھ مت کا پیرو بن گیا۔ تاہم ہندو دھرم کے دیوی دیوتاؤں کی بھی

عزت کرتا تھا۔ اس وقت دونوں مذاہب
کو پوری پوری آزادی حاصل تھی۔ چنانچہ
برہمن اور بدھ دھرم کے پیرو آزادانہ
مذہبی مباحثے کرتے تھے۔ مگر بدھ مذہب
کو زوال آرہا تھا۔ اور ہندو دھرم ترقی
کر رہا تھا ✤

## عظیم الشان دربار

راجہ ہرش
نے اپنے زمانہ میں
ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا۔ جس
میں ملک کے ۲۱ راجے شامل ہوئے۔
جنہوں نے ہرش کو اپنا مہاراجہ تسلیم کیا۔
ہندو دھرم اور بدھ مت کے عالموں کے
درمیان زبردست مناظرے ہوئے۔ پہلے
دن دربار میں مہاتما بدھ کی مورتی نصب
کی گئی۔ دوسرے اور تیسرے دن سورج
اور شو جی کی پوجا کی گئی۔ پھر ۲۷ دن
تک شاہی دعوت رہی۔ ازاں بعد ہرش
نے اپنا تمام خزانہ۔ ہیرے۔ جواہرات۔
سونا۔ چاندی برہمنوں۔ بدھ مت والوں
اور جینیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور مہاتما
بدھ کی طرح شاہی لباس اتار کر فقیرانہ

لباس زیب تن کر کے فقیر ہو گیا ؛

## نظام سلطنت

یہی سیاح لکھتا ہے۔ کہ ہرش کا نظام حکومت راجہ اشوک کے نظام حکومت کا ہم پلہ ہے۔ اس نے شفا خانے اور سرائیں تعمیر کرائیں۔ جہاں پر غریبوں کو دوائی۔ خوراک و لباس وغیرہ حکومت کی طرف سے مفت ملتا تھا۔ حکومت رعایا کے معاملات میں شاذ و نادر ہی دخل دیتی تھی۔ بیگار کا طریقہ معدوم تھا۔ زمینداروں سے پیداوار کا چھٹا حصہ بطور مالیہ لیا جاتا تھا۔ محصول چونگی بہت کم تھا۔ ٹیکس تھا۔ لیکن بہت کم ؛ تعلیم کے لیئے انتظامات کافی تھے۔ نالندہ کی یونیورسٹی جس میں تقریباً ۱۵ ہزار طلبا تعلیم پاتے تھے۔ بہت مشہور تھی۔ ہیون سانگ لکھتا ہے۔ کہ فوجداری قانون بہت سخت تھے۔ قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ سنگین جرائم کی سزا کے لیئے ناک۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں کا کاٹ دینا جائز رکھا گیا تھا ؛

## تہذیب و تمدن

ہیون سانگ لکھتا

ہے۔ کہ ملک میں امن و امان کا دور دورہ تھا۔ رعایا خوشحال تھی۔ اور لوگ عموماً تعلیمیافتہ۔ مہذب اور مہمان نواز تھے۔ لوگ کفایت شعار۔ سادہ۔ پاکیزہ اور دل کے صاف تھے۔ برہمن دھرم کے پکے اور رسومات کی پیروی میں بہت مضبوط اور باقاعدہ تھے۔ ہندو اور بدھ مذہب کے پیروؤں میں اتفاق تھا۔ حتیٰ کہ شوالے اور بودھ مندر ساتھ ساتھ بنتے تھے۔

# چودھواں باب

## راجپوت

## اور

## شمالی ہندوستان اور دکن میں راجپوت سلطنتیں

مہاراجہ ہرش کی وفات کے بعد اس کی وسیع سلطنت کا انتظام کرنے والا کوئی

موجود نہ تھا- اس لئے ملک میں سخت بدنظمی پھیل گئی- اور سلطنت مختلف ریاستوں میں بٹ گئی- تقریباً تمام ریاستیں راجپوتوں نے قائم کیں- ۶۰۷ء سے ۱۲۰۶ء تک شمال و دکن میں راجپوتوں کا دور دورہ رہا- تاریخ میں اس زمانہ کو راجپوتوں کا زمانہ کہتے ہیں ٭

## راجپوتوں کا آغاز

راجپوت کے معنی ہیں راجاؤں کی اولاد

اسی لئے راجپوت اپنے آپ کو قدیم آریہ راجاؤں کی اولاد بتاتے ہیں- بعض تو چندر بنسی یعنی سری کرشن اور پانڈو کی نسل اور بعض سورج بنسی یعنی سری رام چندر جی کی نسل سے اپنا تعلق جوڑتے ہیں- ہندو مؤرخ بھی راجپوتوں کے اس دعوے کو صحیح تسلیم کرتے ہیں- مگر انگریز مؤرخوں کے نزدیک راجپوت جاٹ- گوجر- شاک اور ستھین قوموں کی اولاد سے ہیں- شاک اور ستھین ابتدائے سن عیسوی میں آئے- اور یہیں پر رہنے سہنے لگے- اور ہندو سوسائٹی میں داخل ہو گئے- برہمنوں

نے ان کو بہادر - دلیر جنگجو پایا - اور ہندو دھرم کو اتہ سر تو ترقی دینے کے لئے انہیں کشتری قرار دے کر اپنے ساتھ ملا لیا ؛

## اگنی کل راجپوت

ان دو راجپوت نسلوں کے علاوہ ایک تیسری نسل اگنی کل راجپوتوں کی ہے۔ جن کے آغاز کے متعلق ہندوؤں کی پرانی کتابوں میں ذکر آتا ہے۔ کہ پرسرام نے کشتریوں کی نسل بالکل تباہ کردی تھی ؛

برہمنوں اور ان کی مذہبی رسومات کی حفاظت کے لئے جب کشتریوں کا زبردست ہاتھ نہ رہا۔ تو وہ سخت گھبرائے۔ اور ملک میں سخت بے چینی پیدا ہوگئی - آخر کوہ آبو کی چوٹیوں پر رہنے والے رشیوں نے پرماتما سے دعا کی - کہ وہ ایک زبردست جنگجو قوم بھیجے - جو بے دینوں اور لا مذہبوں سے ملک کو پاک کر سکے - پرماتما نے ان کی دعا قبول کر لی ؛

روایت ہے - کہ رشیوں نے ایک زبردست اگنی کنڈ تیار کیا - جسے گنگا کے مقدس پانی سے صاف کیا گیا - اور اس میں مقدس

آگ روشن کی گئی - اس اگنی کنڈ میں سے چار جنگجو نکل آئے - جو پری ہار - چالوکیہ پرمار اور چوہان کے نام سے مشہور ہیں - اور یہ چار راجپوت خاندانوں کے بانی بنے - اور ہر خاندان کا نام ان کے نام پر پڑ گیا - راجپوتوں کی یہ نسل اگنی کل راجپوتوں کے نام سے مشہور ہے - کیونکہ وہ اگنی کنڈ سے پیدا ہوئے تھے +

## قومی خصائل

ہر راجپوت پیدائشی سپاہی ہوتا تھا - اس کی بہادری جاں نثاری - وفاداری - شہسواری اور تیغ زنی شہرہ آفاق تھی - وہ گھوڑے اور تلوار کا ایسا دھنی سمجھا جاتا تھا - کہ اس کے جیتے جی ان دونوں میں سے کسی کو اس سے چھین لینا ناممکن تھا - ہر راجپوت لڑائی کا دلدادہ تھا - اسی لئے اپنی اولاد کو جری اور جنگجو بنانے کے لئے وہ انہیں شیروں اور درندوں کے شکار کی بچپن سے ہی تعلیم دیتا تھا - اور اس طرح اس کی حوصلہ افزائی کرتا تھا +

راجپوتنی اپنے خاوند کی فرمانبردار بیوی

غمگسار ساتھی - اور جان نثار خدمت گذار تھی - راجپوتنی جب دیکھتی - کہ دشمن کا پلہ بھاری ہے - اور راجپوتوں کی شکست لازمی تو زبردست چتا تیار کرکے اس میں کود پڑتی - اور ایک منٹ میں راکھ ہو جاتی - اس کو رسم جوہر کہتے تھے - مرد اپنی عورتوں کا یہ حشر دیکھ کر اپنی ہمت سے زیادہ جوش میں آ جاتے - اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمن کا مقابلہ کرتے تھے - یہانتک کہ کئی بار تمام فوج میں سے ایک بشر بھی نہ بچتا تھا - مگر دشمن کو بھی یاد رہتا تھا - کہ کس کے ساتھ منہ بھیڑ ہوئی ہے - راجپوت عورتیں اپنے خاوند کی موت کے بعد زندہ رہنا عار سمجھتی تھیں - اس لیئے ستی ہو جاتیں قصہ مختصر راجپوت مرد اور عورت ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے تھے - اسی لیئے ہر میدان میں دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیتے تھے ؞

## راجپوتوں کا مذہب

راجپوت چونکہ ان جنگجو قوموں کی اولاد تھے - جو سرد ممالک سے ہند میں

آئیں - اس لئے وہ جنگجو اور بہادر تھے - لیکن برہمنوں کی طرح شائستہ اور مہذب نہ تھے - اس لئے برہمنوں نے اپنی دانشمندی سے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا - اور راجپوت ہندو دھرم کے پیرو بن گئے ۔ انھوں نے برہمنوں کے ساتھ مل کر بدھ مت کو نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ۔

## راجپوتوں کا طرز حکومت

راجپوت اپنے میں سے

ایک راجہ چُن لیا کرتے تھے - جو ریاست کا انتظام کرتا تھا - تمام زمین راجہ کی ملکیت سمجھی جاتی تھی - راجہ اپنی زمینوں کو اپنے وزیروں اور مشیروں میں تقسیم کر دیتا تھا - اور وزیر مشیر اپنے ماتحت لوگوں کے سپرد کر دیتے تھے - اسی طرح سے کاشتکاری شروع ہوگئی - زمین زمینداروں کے ہاتھ میں چلی جاتی تھی - وزیروں مشیروں کا فرض تھا کہ وہ بادشاہ کی مصیبت کے وقت روپے پیسے اور آدمیوں سے مدد کریں ۔

## راجپوت کیوں سلطنت قائم نہ کر سکے ؟

راجپوتوں

کی جفاکشی- بہادری - جنگجوئی - تیغ زنی اور شہسواری وغیرہ صفات یقیناً ہندوستان کی تاریخ میں اپنا نظیر نہیں رکھتیں - مگر پھر بھی وہ ہندوستان میں اپنی حکومت قائم نہ کرسکے - اور اس کی وجہ یہ تھی - کہ وہ تعلیم یافتہ اور مہذب نہ تھے - اور طریق حکومت سے بالکل ناواقف تھے - مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے - ہر قبیلہ اپنے پروہت کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا - ہر راجپوت یہی خیال کرتا تھا - کہ وہ شاہی خاندان سے ہے - ہر ایک راجپوت سردار دوسرے سردار سے حسد رکھتا تھا اور زک پہنچانے میں لطف محسوس کرتا تھا - جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا - کہ راجپوتوں کے مختلف قبیلوں میں آئے دن جنگ و جدل جاری رہتی تھی - اور امن و امان عنقا ہو گیا - اس لئے کوئی مرکزی طاقتور حکومت قائم نہ ہوسکی - اگر راجپوت پرتھوی راج اور جے چند کے ماتحت ایک دوسرے کی تباہی کے درپے نہ ہوتے - تو یقیناً نو وارد مسلمان اپنی تمام طاقت

بہادری اور فنون سپاہ گری کے باوجود ہندوستان میں قدم نہ جما سکتے۔ اور راجپوتوں کو یکے بعد دیگرے محکوم نہ بنا سکتے *

دہلی

دہلی کی سلطنت پر تنوار راجپوت خاندان حکومت کرتا تھا۔ اس خاندان کا بانی اننگ پال تھا۔ راجپوتوں کے وقت سے لے کر آج تک دلی ایک سیاسی مرکز رہا ہے۔ اور اس کی اہم سیاسی پوزیشن شاید مستقبل میں بھی برقرار رہیگی۔ اخیر راجہ اننگ پال ثانی کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے ۱۱۷۰ء میں اس کی وفات کے بعد اس کا نواسا پرتھی راج چوہان تخت کا وارث ہؤا۔ اور اپنے والد کے مرنے پر اجمیر کی ریاست بھی اس کے قبضہ میں آگئی۔ پرتھی راج بہت بہادر بادشاہ ہؤا۔ ہم اس کا حال اسلامی حملوں کے باب میں بتائیں گے *

قنوج

اگرچہ قنوج کا شہر گپت راجاؤں کے عہد میں بھی مشہور تھا۔ مگر راجہ ہرش نے اپنے عہد میں

اس کو خوب رونق بخشی - اور اسے اپنی سلطنت کا پایہ تخت قرار دیا۔ ہرش کے عہد میں قنوج بودھ مٹھوں اور مندروں کا مرکز تھا - اور تقریباً دس ہزار بھکشو وہاں مذہب و فلسفہ کے مطالعہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ قنوج میں اگرچہ کئی راجاؤں کی حکومت ہوئی - کبھی کشمیر کے راجہ حکمراں رہے - اور کبھی راشٹر کوٹ کے راجاؤں نے اسے اپنے تسلط میں رکھا - مگر ہرش کے بعد راجہ بھوج کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے - اس نے نویں صدی عیسوی میں ارد گرد کے کئی صوبے فتح کر کے اپنی سلطنت کو وسیع اور رعایا کو فارغ البال بنایا - ۱۰۹۰ء کے قریب قنوج کی ریاست راٹھور راجپوتوں کے قبضہ میں چلی گئی - راٹھور راجپوتوں کی ایک صدی کی حکومت کے بعد ۱۱۹۴ء میں محمد غوری نے اس کو فتح کر لیا - مگر اس سے پیشتر ۱۰۱۹ء میں محمود غزنوی نے بھی قنوج کو تاخت و تاراج کیا تھا +

## بنگال و بہار | بنگال میں پال خاندان

سب سے قدیم اور مشہور مانا جاتا ہے۔ آٹھویں صدی کے شروع میں ایک شخص گوپال نامی نے اس خاندان کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور اس خاندان کے مشہور بادشاہ دھرم پال دیو پال اور مہی پال ہوئے ہیں۔ پال خاندان کے سب راجہ بدھ مت کے پیرو تھے۔ انہوں نے بدھ مت کی اشاعت کی غرض سے کئی بھکشو غیر ممالک کو بھیجے۔ اور علم و ہنر کے پھیلانے میں بڑی کوشش کی۔ اور ان کا خاندان ساڑھے چار سو سال تک حکومت کرتا رہا۔

۱۰۲۳ء میں راجیندر چولا نے پال سلطنت پر حملہ کیا۔ اس وقت سے پال سلطنت کمزور ہوتی گئی۔ اور آخر ۱۱۱۹ء میں سین خاندان نے ایک آزاد حکومت کی بنیاد ڈال کر پال سلطنت کا بہت سا علاقہ چھین لیا۔ سین خاندان میں بلال سین اور اس کے بیٹے لکشمن سین کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پال راجاؤں کے برعکس یہ ہندو دھرم کے پیرو تھے۔ اور انہوں نے ہندو دھرم

کی اشاعت کے لیئے بے شمار برہمن پرچارک
مگدھ - بھوٹان - چٹاگانگ - اڑیسہ اور
نیپال وغیرہ میں بھیجے - لکشمن سین نے
سنسکرت کو ترقی دی - اور کئی شاعروں
کو دربار میں نوکر رکھا - یہ خاندان بہت
مدت تک حکومت کرتا رہا - اور آخر
۱۱۹۳ء میں بختیار خلجی نے بہار پر چڑھائی
کرکے سین خاندان کا خاتمہ کر دیا ٭

**گجرات** گجرات جسے سوراشٹر بھی
کہتے ہیں - راجپوتوں کی ایک
زبردست سلطنت تھی - ہیون سانگ لکھتا
ہے - کہ اس زبردست سلطنت پر ولبھی
خاندان کے راجہ حکومت کرتے تھے -
ولبھی لوگ سفید ہون سے بہادری سے
لڑے - اور ان کو شکست دے کر ان
کے دانت کھٹے کیئے - بعد میں انہوں نے
ان حملہ آوروں کا بھی خوب بہادری سے
مقابلہ کیا - جو سندھ کی راہ سے گجرات
کے علاقوں پر قابض ہونا چاہتے تھے -
ہرش کے زمانہ میں گجرات اس کے ماتحت
تھا - مگر بعد میں پھر خود مختار ہو گیا ٭

**کشمیر** کشمیر کی تاریخ کا ماخذ راج ترنگنی کتاب ہے۔ جسے پنڈت کلن نے تصنیف کیا تھا۔ کبھی تو یہ علاقہ سیتھین کے قبضہ میں گیا۔ کبھی ہن لوگوں کے ماتحت ہوا۔ اور کبھی ترکوں نے اس پر حکومت کی۔ ہن کے بادشاہ مہرگل کے عہد میں کشمیر پر سخت ظلم ہوتا تھا۔ کشمیر کا ابتدائی حکمران خاندان کرکوٹ تھا۔ جس کا نامور راجہ لالتیا دتیہ تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس نے تبت اور بھوٹان کو بھی فتح کر لیا تھا۔ لوگ اس کو سورما مانتے تھے۔ اس نے کم و بیش چھتیس سال حکومت کی۔ اور کشمیر کو ایک طاقتور ریاست بنا دیا۔ چودھویں صدی عیسوی میں ایک مسلمان خاندان نے کشمیر کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی *

**مالوہ** مالوہ پرمار خاندان کے راجپوتوں نے بسایا تھا۔ منج اور بھوج اس خاندان کے دو مشہور بادشاہ ہوئے ہیں۔ منج اس خاندان کا ساتواں بادشاہ تھا۔ وہ شعر و سخن کا شائق۔ سنسکرت لٹریچر کو

فروغ دینے کے لیئے اس نے فاضلوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی کی۔ سنسکرت کا مشہور مصنف دھرم جے اور اس کا بھائی دھنک منج کے دربار کے دو بڑے فاضل شخص تھے۔ منج نے ۹۷۵ء سے ۹۹۵ء تک حکومت کی۔ اور اس کے بعد اس کا بھتیجا راجہ بھوج تخت نشین ہوا۔ اس نے بھی منج کی طرح سنسکرت لٹریچر کو پہلے سے زیادہ فروغ بخشا اور اپنے دار الخلافہ میں ایک سنسکرت کالج قائم کیا۔

**جنوب کی تقسیم** تاریخی مطالعہ کی غرض سے جنوب کی تقسیم عموماً دو حصوں میں کی جاسکتی ہے۔ اول وہ علاقہ جو شمال میں نربدا اور جنوب میں دریائے کرشنا اور تنگ بھدرا کے درمیان واقع ہے۔ دوسرے حصے میں وہ علاقہ شامل ہے۔ جو دریائے کرشنا سے راس کماری تک چلا گیا ہے۔ دکن خاص میں چالوکیہ۔ راشٹر کوٹ۔ ہوسالہ اور یادو خاندان کی سلطنتیں خاص طور

پر مشہور ہیں - اور جنوب بعید ہیں پانڈیا چیرا - چولا اور پہلو خاندان کی علیحدہ ریاستیں قابل ذکر ہیں ؛

## چالوکیہ خاندان

چالوکیہ خاندان کے بادشاہ اپنے آپ کو اگنی کل راجپوتوں کی اولاد سمجھتے تھے - اس خاندان کی بنیاد چھٹی صدی کے نصف کے قریب پولاکیشن اول نے ڈالی تھی - اس خاندان کا سب سے زبردست بادشاہ پولا کیشن ثانی تھا - جس نے مہاراجہ ہرش کو نربدا عبور کرنے سے روکا - اور اس کی فوجوں کو پسپ کیا - ۶۴۱ء میں ہیون سانگ نے بھی پولاکیشن ثانی کے عہد میں جنوب کی سیاحت کی - اور اس کے عہد کی تعریف کی - پولاکیشن جنوبی ہند کا زبردست حکمران تھا - اس نے ایران کے بادشاہ کے ساتھ بھی دوستانہ تعلقات قائم کئے - اور کہتے ہیں - کہ ایران کے دربار کا ایک سفیر بھی پولاکیشن ثانی کے دربار میں رہا کرتا تھا - ۶۴۲ء میں کانچی کے پہلو راجہ نے پولاکیشن کو شکست دی - آٹھویں صدی

تک چالوکیہ اور پہلو خاندان کے راجاؤں میں باہمی جھگڑے ہوتے رہے۔ اور آخرکار ۷۵۳ء میں راشٹر کوٹ کے ایک سردار نے چالوکیہ سلطنت کا خاتمہ کر دیا ٭

## راشٹرکوٹ خاندان

راشٹر کوٹ خاندان کے صحیح حالات تو معلوم نہیں۔ مگر مورخوں کا بیان ہے۔ کہ راشٹر کوٹ کے بادشاہ راجپوتی نسل سے تھے۔ اور چالوکیہ خاندان کا خاتمہ کر کے انہوں نے دکن میں اپنی سلطنت قائم کر لی۔ ان کا قدیم دار الخلافہ ناسک تھا۔ مگر بعد میں انہوں نے مالکھیڈ کو (جو اب مملکت نظام میں واقع ہے۔) اپنا پایۂ تخت بنایا۔ اس خاندان کے راجہ بڑے زبردست ہوئے ہیں۔ اور مسلمان مورخوں نے بھی ان کی بہادری اور دانائی کی تعریف کی ہے۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ کرشن اول نے الور کا مندر تعمیر کرایا۔ اور جنوبی ہند میں الور کا مندر ہندوستانی کاریگری کا بہترین نمونہ ہے ٭

اموگھ ورش راشٹر کوٹ بادشاہوں میں

سب سے مشہور ہے۔ اس نے سندھ کے
عربوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ اور
غیر ممالک سے تجارت کر کے شاہی خزانوں
کو مالا مال کر دیا۔ چالوکیہ خاندان کے سب
بادشاہ ہندو دھرم کے پیرو تھے۔ مگر اموگھ
ورش جینیوں کے دگامبر فرقہ سے تعلق رکھتا
تھا۔

۹۷۳ء میں کلیانی کے چالوکیہ راجہ تیلپ
دوم نے راشٹر کوٹ کے آخری بادشاہ کو
بے دخل کر دیا۔ اور کلیانی کے چالوکیہ
راجے قریباً دو صدیوں تک حکمرانی کرتے
رہے۔

## ہوسالہ خاندان

ہوسالہ خاندان
مغربی گھاٹ کا ایک
معمولی خاندان تھا۔ مگر اس خاندان کے
مشہور بادشاہ وشنو وردھن نے میسور پر
قبضہ کر کے اپنی علیحدہ زبردست سلطنت
بنالی۔ اس خاندان کے بادشاہوں نے
۹۰۰ء سے ۱۳۱۰ء تک حکومت کی۔
اس خاندان کا دوسرا مشہور بادشاہ بٹیگا
تھا۔ وہ شروع میں جین مت کا

پیرو تھا - اس لئے اس نے اپنے عہد میں
جینیوں کے بڑے بڑے مندر بنوائے - مگر
آخری ایام میں بٹیگا رامانج کا شاگرد ہو
گیا - اور وشنو مت کو قبول کرکے اس نے
کئی وشنو مندر تعمیر کرائے - ہوسالہ خاندان
کو ۱۳۱۰ء میں ملک کافور نے نیست و نابود
کر دیا ❖

## یادو خاندان

مسلمانوں کے جنوبی ہند کے حملوں کے وقت دکن
میں دیو گڑھی کے یادو خاندان کے راجہ
حکمران تھے - یادو خاندان کا ذکر مہابھارت
میں بھی آتا ہے - اور مورخوں کا خیال ہے
کہ زمانہ شجاعت میں ان کی ایک شاخ جنوب
کی طرف چلی گئی تھی - اور ایک شاخ نے
مغرب کی طرف جاکر دوارکا (کاٹھیاوار)
کے علاقہ میں آباد ہوگئی تھی - مہابھارت کے
ہیرو کرشن چندر بھی اس یادو خاندان کے
ان کشتریوں کی اولاد تھے - جو دوارکا میں
جاکر آباد ہوئے تھے - یادو خاندان کے ایک
راجہ کو علاؤالدین خلجی نے ۱۲۹۴ء میں
شکست دی - اور بہت سا مال و دولت لوٹ

کر اپنے ساتھ لے گیا۔ ۱۳۰۹ء میں رام چندر بادشاہ ہوا۔ اور اسے بھی ملک کافور کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ ہرپال تھا۔ اس کے سینہ میں اپنے وطن کی محبت کا جوش بھرا ہوا تھا۔ اور یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ کہ کسی کے ماتحت ہوکر رہے۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ اور اس جرم کی پاداش میں ملک کافور نے اس کی کھال کھچوا دی۔ اور اس کی موت کے ساتھ یادو خاندان کا بھی خاتمہ ہوگیا +

## جنوب بعید کی ریاستیں

دریائے کرشنا سے راس کماری تک جو علاقہ چلا گیا ہے۔ اس کو تامل کا علاقہ کہتے ہیں۔ یہاں بھی پانڈیا۔ چیرا۔ چولا اور پہلو خاندان نے اپنی سلطنتیں قائم کیں۔ اور ان سلطنتوں نے بھی سیاسی طور پر جنوبی ہند کی تاریخ پر اپنا اثر ڈالا۔ ہم یکے بعد دیگرے ان کا ذکر کرتے ہیں +

## پانڈیا سلطنت

پانڈیا سلطنت بہت وسیع تھی۔ اس سلطنت

کا دار الخلافہ مدرا تھا۔ جو اس وقت ایک تجارتی مرکز کے علاوہ جنوبی ہند کا آکسفورڈ کہا جا سکتا ہے۔ اس سلطنت کے لوگ اہل روما کے ساتھ تجارت کیا کرتے تھے۔ ہر سال کئی کروڑ روپیہ کا سامان رومن لوگوں کی عیاشی اور آرائش کے لئے جاتا تھا۔ پانڈیا سلطنت کے راجہ پہلے تو جینی تھے۔ مگر جب یہ چولا خاندان کے مطیع ہو گئے۔ تو انہوں نے اپنا مذہب تبدیل کر کے ہند و دھرم اختیار کر لیا تھا۔ ۹۹۴ء میں پانڈیا سلطنت چولا خاندان کی باج گذار ہو گئی۔ ۱۳۱۰ء میں ملک کافور نے اس کو کمزور کر دیا۔ مگر پانڈیا راجہ سولھویں صدی تک حکومت کرتے رہے۔

## چیرا یا کہریالہ خاندان

چیرا یا کہریالہ خاندان ساحل مالابار پر حکومت کرتا تھا۔ یہ ریاست بھی غیر ملکوں کے ساتھ جواہرات کی تجارت کی وجہ سے مالا مال تھی۔ ۱۵۱۰ء میں اس خاندان کے مسلمان لوگ ابوکرک کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر مالابار کو چھوڑ کر

پنجاب میں آ گئے - غریب الوطنی اور محتاجی کے سبب اکثروں نے مختلف پیشے اختیار کر لئے - جلالپور جٹاں ضلع گجرات (پنجاب) کے مشہور کھریالہ تاجران اونداز زرگری اسی دکن کے راجپوت خاندان سے ہیں ٭

## پہلو خاندان

پہلو خاندان کی تاریخ صحیح طور پر تو معلوم نہیں مگر ان کی بابت فقط یہی کہا جا سکتا ہے - کہ وہ تامل کے مویشی پالنے والے لوگوں کی اولاد سے تھے - انھوں نے جنوب بعید کی دراوڑ سلطنت کا خاتمہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی - اور کانچی کو اپنا دارالخلافہ بنا لیا - اس خاندان کو ساتویں صدی میں پورا عروج حاصل ہؤا - مگر چولا اور پانڈیا سلطنت کے حکمران ان سے ہمیشہ عداوت رکھتے تھے - پہلو خاندان کے بادشاہوں نے بھی ان کا مقابلہ کیا - مگر آخر کار ۹۰۰ء چولا خاندان کے راج راجہ نے پہلو خاندان کا خاتمہ کر دیا ٭

## چولا خاندان

چولا خاندان کا علاقہ چولا منڈل یا کارو منڈل

کہلاتا تھا۔ دسویں اور گیارھویں صدی میں چولا خاندان کی سلطنت دکن کی سب سے مشہور سلطنت تھی۔ اس خاندان کے قدیم راجہ مغرب کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ اس خاندان کا سب سے بڑا راجہ راج راجہ ہوا ہے۔ اس نے ۹۸۵ء میں اپنے تمام مخالفوں کو شکست دے کر اپنے علاقہ میں مدراس کے سارے صوبے۔ سیلون اور میسور کے بہت سے حصہ کو شامل کر لیا تھا۔ اس کی بحری فتوحات میں بحیرہ ہند کے بہت سے جزیرے مالدیپ و لنکا دیپ وغیرہ شامل تھے۔ اور اس نے تنجور میں ایک عظیم الشان مندر بنوایا تھا۔

راجندر چولا اس خاندان کا دوسرا زبردست حکمراں تھا۔ اس کے پاس ایک عظیم بحری بیڑا تھا۔ اس نے اس کی مدد سے خلیج بنگال کو عبور کر کے پیگو کو تسخیر کر لیا۔ اس خاندان کے تقریباً سب بادشاہ شو کے اپاسک تھے۔ انہوں نے اپنے مت کا پرچار کرنے کے لئے جینیوں کو بہت تکلیفیں دیں۔ ۱۳۲۷ء کے بعد

اس خاندان کو زوال شروع ہؤا۔ اور ۱۳۷۰ء میں سارا جنوب بعید وجیانگر کے ماتحت ہوگیا ۔

## جنوبی ہند کا تمدن

اس زمانہ میں شمالی ہند کی طرح اگرچہ جنوبی ہند بھی مختلف سلطنتوں میں بٹا ہؤا تھا۔ مگر باوجود سلطنتوں کے باہمی جھگڑوں کے علوم و فنون معدوم نہ ہوئے تھے۔ مذہب کے جوش نے راجاؤں کو عظیم الشان مندر اور مورتیاں بنانے کی ترغیب دی۔ اور وہ مندر آج بھی ہندوستانی صنعت کی بہترین یادگاریں ہیں۔ تامل کی چونکہ تمام سلطنتیں ساحل سمندر کے قریب تھیں۔ اس لیئے مغربی ممالک کے ساتھ تجارت بھی خوب ہوتی تھی۔ روم کے ملک میں ہر سال کروڑوں روپیہ کا کپڑا اور آرائش کا سامان ہندوستان سے بھیجا جاتا تھا۔ اور ایک رومن مورخ نے ہندوستانی کپڑے اور ململ کی نفاست کی بڑی تعریف کی ہے۔ نقاشی اور سنگ تراشی کے فنون بھی خوب ترقی پر تھے۔ اور موتیوں کی

تجارت عروج پر تھی ÷

مذہبی تعلیم نے جنوبی ہند پر بہت کچھ اثر کیا۔ بدھ مت اور جین مت آہستہ آہستہ معدوم ہو رہے تھے۔ اور برہمن بڑی سرگرمی سے ہندو دھرم کی اشاعت میں کوشاں تھے۔ کمارل بھٹ اور شنکر آچاریہ نے قدیم ہندو دھرم کو زندہ کرنے میں بڑی محنت اور جوش سے کام لیا۔ اور وشنو مت اور شو مت بھی آہستہ آہستہ ترقّی کر رہے تھے ÷

# پندرھواں باب

## ہندو دھرم کا عروج

بدھ مت کا زوال کچھ تو بودھوں کی کمزوریوں سے شروع ہوا۔ کیونکہ ان میں اب نہ پہلی سی سادگی تھی۔ نہ خلوص بلکہ وہی پرانے ہندو زمانہ کے توہمات

داخل ہو گئے تھے - اور کچھ ان بزرگوں کی مذہبی تحریک سے جو ہندو دھرم کی اشاعت کے لئے گھر بار چھوڑ کر گاؤں گاؤں پھرے - اور گھر گھر پہنچے - اور اس طرح پر اپنا نام تاریخ میں چھوڑ گئے - ان میں سے چند بزرگوں کے حالات نیچے درج کئے جاتے ہیں - علاوہ ازیں راجپوتوں کی تلوار نے بھی اس وقت ہندو دھرم کی زبردست مدد کی ⁂

## کمارل بھٹ

کمارل بھٹ شنکر آچاریہ کا گرو تھا - آسام اس کا وطن تھا - وہ ویدوں کی تعلیم کا پیرو تھا - ان کے پرچار کے لئے اس نے تمام ہندوستان کا چکر لگایا - راجوں مہاراجوں کے درباروں میں پہنچ کر جینیوں اور بدھ مت والوں کو مناظروں میں شکستیں دے کر بے شمار انسانوں کو ہندو دھرم میں شامل کیا - چنانچہ وہ بدھ مت اور جین مت کا جانی دشمن اور برہمنوں کا مددگار تسلیم کیا جاتا ہے -

یہ بھی اپنے چیلے شنکر اچاریہ کی طرح ۳۲ سال کی عمر میں کدار ناتھ واقعہ کشمیر میں انتقال کر گیا ۔

## شنکر آچاریہ

شنکر آچاریہ ذات کا برہمن تھا۔ اور مالا بار کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ شنکر آچاریہ نے چھوٹی عمر میں ہی بہت سی مذہبی کتابیں پڑھ لیں تھیں۔ اور اس کے دل میں یہ زبردست خواہش تھی۔ کہ بدھ مت اور جین مت کے خلاف ہندو دھرم کا پرچار کرے۔ اس نے تمام جنوب میں اپنی قابلیت سے بدھ اور جین پنڈتوں سے مذہبی بحث مباحثے کئے۔ اور اُن کو نیچا دکھا کر شمالی ہندوستان میں آیا۔ یہاں اس نے راجپوتوں کو اپنا ہم خیال بنایا۔ اور بدھ مت اور جین مت کے خلاف ایک باقاعدہ جہاد شروع کر دیا۔ شنکر آچاریہ بڑا فاضل پنڈت تھا۔ اگر اس کی عمر وفا کرتی۔ تو ممکن تھا۔ کہ وہ اور بھی بہت سا کام کرتا۔ صرف ۳۲ سال کی عمر میں کدار ناتھ واقع کشمیر

میں فوت ہو گیا۔

شنکر آچاریہ نے شو جی کی پرستش جاری کی۔ اور ہندوستان میں اپنے چار مٹھ شری نگر (میسور) بدری ناتھ۔ دوارکا اور جگناتھ پوری میں قائم کیئے۔ اور آج بھی وہاں کے گدی دار ہندوستان کے جگت گورو مانے جاتے ہیں۔ شنکر آچاریہ
کا عقیدہ تھا۔ کہ کل کائنات خدا کی ۱
ذات میں جذب ہے۔ اس نے سارا فلسفہ اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے۔ "اے پرماتما! تو مجھ سے نہیں۔ میں تجھ سے ہوں۔ گو اس میں چنداں فرق نہیں۔ کیونکہ لہر سمندر سے ہے۔ اور سمندر لہر سے نہیں"۔

**رامانج**

۱۰۱۵ء میں مدراس کے ایک خاندان میں رامانج پیدا ہوئے۔ باپ نے ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات دیکھ کر اسے مذہبی تعلیم میں کمال حاصل کرنے کے لیئے کانجی ورم کے ایک عالم فاضل برہمن کے پاس بھیج دیا۔ آپ تعلیم سے فارغ ہو کر سرنگا پٹم

پہنچے - اور یہاں پر وشنو مت کا پرچار شروع کیا - آپ نے مذہب کو فروغ دینے کے لیئے نہ صرف کئی کتابیں سنسکرت میں لکھیں - بلکہ ہندوستان کے دور دراز صوبوں میں سفر بھی کیا - آپ نے ہمیشہ شو مت کے مقابلہ میں وشنو مت کی عظمت کا پرچار کیا - آپ عموماً برہمنوں اور اعلیٰ قوموں کے لوگوں میں پرچار کیا کرتے تھے - آپ کی سرگرمی کا نتیجہ یہ ہوا - کہ بہت سے لوگ آپ کے پیرو بن گئے ٭

**مادھو آچاریہ** مادھو آچاریہ مدراسی برہمن تھے - اور آپ ۱۲۰۰ء میں پیدا ہوئے تھے - یہ بھی شنکر آچاریہ کے مخالف تھے - اور ان کا عقیدہ تھا - کہ پرماتما کی ذات میں کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا ٭

**سوامی رامانند** سوامی رامانند کی پیدائش تیرھویں صدی میں ہوئی تھی - وہ شمالی ہندوستان کے رہنے والے تھے - اور رامانج کے چیلے تھے - وہ نیچ ذات کے لوگوں میں پرچار کیا کرتے تھے -

ان کا عقیدہ تھا - کہ ذات پات ضروری نہیں براہمن اور شودر دونوں مساوی درجہ رکھتے ہیں - اور نجات کے لئے دونوں کو برابر محنت کرنی پڑتی ہے - رامانندی مذہب کے پیروؤں کی مذہبی کتاب نابھ جی کی بھگت مالا ہے - اس میں وشنو مت کے مشہور پیشواؤں کی زندگیوں کے حالات درج ہیں ⁂

**کبیر جی** کبیر جی ایک برہمنی کے پیٹ سے تھے - لیکن ان کی پرورش ایک مسلمان جلاہے نے کی تھی - آپ ہندو مسلمانوں کو الگ الگ دیکھ کر کڑھا کرتے تھے - خود وشنو بھگوان کو خدا تسلیم کرتے تھے - اور لوگوں کو بھی اسی خدا کی عبادت کی دعوت دیتے تھے - ان کا عقیدہ تھا - کہ خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے - پھر مندر - مسجد اور شوالوں ہی میں کیوں عبادت کی جائے - ان کا عقیدہ تھا - کہ اگر انسان صدق دل کے ساتھ خدا کی عبادت کرے - تو وہ دنیا دار رہ کر بھی خدا کے قریب پہنچ سکتا ہے - اور ابدی آرام اور نجات

حاصل کر سکتا ہے۔ کبیر داس سوامی رامانند کے مشہور ترین چیلے تھے۔ مشہور ہے۔ کہ جب آپ نے وفات پائی۔ تو ہندوؤں نے آپ کی لاش کو جلانا چاہا۔ اور مسلمانوں نے دفن کرنا چاہا۔ لیکن جب کپڑا اٹھا کر دیکھا۔ تو لاش کی بجائے خوشنما پھولوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ نصف پھول ہندو بنارس لے گئے۔ اور نصف مسلمانوں نے دفن کئے۔ واہ! واہ! کس قدر ہر دلعزیزی حاصل تھی ٭

**بلبھ آچاریہ** بلبھ آچاریہ نے بلبھی فرقے کی بنیاد ڈالی۔ انہوں نے چھوٹی عمر میں ہی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر لیا۔ وہ کرشن کو وشنو کا اوتار مانتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا۔ کہ نجات حاصل کرنے کے لئے سخت تپسیا کرنے یا جنگل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ دنیا میں رہ کر دنیا کی راحت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کے بہت سے پیرو آج بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ اور عام طور پر وہ سب امیر

کبیر آدمی ہیں ۔

**چیتنیہ** | مہا پربھو چیتنیہ بنگال کے مقام ندیہ میں ۱۴۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ پچیس برس کی عمر میں انہوں نے گھر بار چھوڑ کر لوگوں کو وشنو کی بھگتی کی تلقین کی۔ اور "ہری کیرتن" کو بھگتی میں ممتاز درجہ دیا۔ وہ کرشن کو وشنو کا اوتار مانتے تھے۔ ان کی تعلیم نیچی ذاتوں کے لوگ بڑے شوق سے سنا کرتے تھے۔ چیتنیہ مہا پربھو نے خدا کو محبت کا دیوتا سمجھ کر اس کی بھگتی کرنے کی تعلیم دی۔ اس تعلیم کا بنگال میں بہت اثر ہوا۔ اور آج بھی وہاں بہت سے لوگ چیتنیہ کے بھگتی مارگ کے پیرو ہیں ۔

**تلسی داس** | تلسی داس جی رام کے بڑے زبردست بھگت تھے اور ان کو وشنو کا اوتار تسلیم کرتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے وشنو مت کا پرچار کیا۔ رام کی عظمت کا اظہار کرنے کے لئے انہوں نے رامائن لکھی۔ جو تلسی رامائن کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہندوؤں میں

مقبول عام ہے۔ آپ ہندی بھاشا کے بڑے مشہور و معروف شاعر ہو گذرے ہیں۔ بھگت تلسی داس جی رامائن کی تصنیف سے زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔

**کالیداس** انگلستان میں جو شہرت شیکسپیئر کو حاصل ہے۔ وہی ہندوستان میں کالیداس کے حصے میں آئی ہے۔ وہ بلا مبالغہ سنسکرت زبان میں ڈرامہ نویسی کا پہلا شخص تھا۔ اس نے جو کچھ لکھا۔ اس سے ایک حرف بھی کوئی دوسرا زیادہ نہ لکھ سکا۔ رگھو ونش۔ کمار سمبھو اور میگھ دوت اس کی مشہور تصنیفات ہیں۔ لیکن جس چیز نے اسے حیات جاوید بخشی۔ وہ سکنتلا نامی کتاب ہے۔ جس کی شہرت کا یہ عالم ہے۔ کہ اس کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور ترجمہ پڑھنے والے عش عش کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کی زندگی کے حالات زیادہ میسر نہیں آئے۔ لیکن اتنا ہر شخص جانتا ہے۔ کہ وہ بکرماجیت کے مشہور ترین نورتنوں میں سے ایک ممتاز نورتن تھا۔

## راجپوتوں کے زمانہ میں عام حالت۔ علم ادب اور فنِ تعمیر

جیسا کہ اوپر مذکور ہؤا۔ راجپوت سردار عموماً آپس میں لڑائی میں مشغول رہتے تھے۔ اگر کبھی ان میں اتحاد ہؤا بھی۔ تو دیرپا ثابت نہ ہو سکا۔ تاہم ملک میں علم ادب اور فنِ تعمیر کی ترقی سے چشم پوشی نہ کی گئی؂

راجاؤں کی سرپرستی نے ہندی علم ادب کی بناء رکھی۔ چندر ہردے اس زمانہ کا مشہور مصنف ہے۔ اس نے پرتھوی راج اور دوسرے بہادر سرداروں کے کارناموں کو ہندی میں نظم کر کے اپنے کمال کا ڈنکہ بجایا۔ علاوہ ازیں جوتش۔ نجوم۔ طب اور علم حیوانات پر مستند اور اہم کتابیں لکھی گئیں؂

دوسری طرف فن تعمیر میں بڑی ترقی ہوئی۔ بڑے شہر آباد ہوئے۔ جہاں پر عالی شان اور خوشنما عمارات کی معقول تعداد تھی؂

گیارھویں اور بارھویں صدی میں کوہ

آبو پر جینیوں نے جو مندر تعمیر کئے - وہ آج بھی ویسے ہی خوبصورت - دل کش - عالی شان اور بے مثل ہیں - جیسے پہلے دن تھے - اڑیسہ میں جگناتھ پوری کا مندر بھی اس وقت کے فنِ تعمیر کی یادگار ہے - پال خاندان کے زمانہ میں دھیمن اور اس کا لڑکا وتپال اپنے عہد کے مشہور ترین مصور - سنگ تراش اور کانسی کے کام کے ماہر خصوصی تھے ؞

# سولھواں باب

## اسلام اور پیغمبر اسلام

**حضرت محمدؐ صاحب** ۵۷۰ء میں مکہ کے ایک معزز گھرانے میں جو قبیلۂ قریش سے تھا - سردار مکہ عبد المطلب کے بیٹے عبد اللہ کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا - باپ پیدائش سے چھ ماہ

قبل فوت ہو چکا تھا۔ اس لئے دادا جان
کو اس بچہ کی پیدائش سے بڑی خوشی
ہوئی۔ آپ نے بچے کا نام محمدؐ رکھا۔ دس
سال تک دادا نے اس کی خبرگیری اور
پرورش کی۔ اور پھر فوت ہوگیا۔ اب
ابوطالب جو آپ کے چچا تھے۔ محمدؐ صاحب
کے محافظ بنے ۔

اس وقت عرب کا گوشہ گوشہ شراب
خواری۔ بد چلنی۔ قمار بازی اور طرح طرح
کی برائیوں کا گھر بنا ہؤا تھا۔ ہر عرب
غرور اور نخوت کا پتلا تھا۔ ان وجوہات
کی بناء پر باہمی کشت و خون اور جنگ
و جدل عموماً ملک میں ہر وقت جاری رہتی
تھی۔ عرب بت پرستی میں ہندوستان کو بھی
مات کر چکے تھے۔ بے رحمی کا یہ عالم تھا۔
کہ جس وقت لڑکی پیدا ہوتی۔ اسے زندہ
دفن کر دیتے ۔

یہ تمام برائیاں جب حضرت محمدؐ نے
دیکھیں۔ تو ان کا دل کڑھنے لگ گیا۔
اور انہوں نے محسوس کیا۔ کہ ان برائیوں
کو ملک سے دور کر دینا ہی سب سے

بڑی انسانی خدمت ہے - آپ بچپن سے
ہی سمجھ دار اور پاک باز تھے - جب جوان
ہوئے - تو آپ نے قریش خاندان کی ایک
معزز و مالدار بیوہ خدیجہ رضؓ کی ملازمت کر
لی - اور ایسی ایمانداری کے ساتھ کام کیا
کہ خدیجہؓ نے خود حضرت محمدؐ صاحب سے
شادی کی درخواست کی - اس شادی کے
وقت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور حضرت
محمدؐ صاحب کی عمر پچیس سال تھی ؛ عمر
کے اس فرق کے باوجود آپ نے خدیجہؓ کی
زندگی میں دوسری شادی کا نام نہ لیا ؛
اس شادی کے بعد آپ کی مالی مشکلات
رفع ہو گئیں - اور آپ پہلے کی نسبت لوگوں
کی اصلاح اور خدا کی تلاش و عبادت کی
طرف زیادہ وقت صرف کرنے لگے - کئی
کئی دن آپ آبادی سے دور پہاڑوں کی
چوٹیوں پر یا غاروں میں تن تنہا گزارتے -
اور عبادت کرنے کے علاوہ گمراہ لوگوں کو
برائیوں سے بچانے کے لئے کئی کئی تجویزیں
سوچتے رہتے - چالیس سال کی عمر میں آپ
کو الہام ہوا - خدا نے آپ کو پیغمبر بنایا -

اور لوگوں کی اصلاح کے لیئے اُٹھ کھڑا ہونے کا حکم دیا- چنانچہ آپ نے ایک خدا کی پرستش کا پرچار شروع کر دیا- سب سے پہلے آپ کی بیوی حضرت خدیجہؓ اور گھرانے کے بعض اور آدمی آپ پر ایمان لائے ۔

**حضرت کی تعلیم** آپ کی تعلیم یہ تھی- کہ خدا ایک ہے اور وہی تمام پرستشوں اور بزرگیوں کے لائق ہے- بت پرستی سب سے بڑا گناہ ہے- قوم اور نسل کا غرور- شراب خواری- جوا- اور دوسری برائیاں شیطانی کام ہیں- اور خدا ان کاموں کے کرنے والوں کو سخت سزا دیتا ہے- تمام انسان خدا کی مخلوق ہیں- اس لئے سب برابر ہیں- اور سب بھائی بھائی ہیں- اس لئے باہمی جنگ و جدل فضول ہے- دختر کشی ایک بہت بُری چیز ہے- ان کی یہ تعلیم قرآن میں مذکور ہے- جو مسلمانوں کی مقدس مذہبی کتاب ہے- عرب کے قبائل جن میں یہ سب برائیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں- اپنے مذہب کی ایسی توہین کب برداشت کر سکتے تھے- وہ انہیں سخت تکلیفیں دینے لگے ۔

**سنہ ہجری** جب پانی سر سے گذر گیا- تو آپ سنہ ۶۲۲ء میں اپنے

مٹھی بھر پیروؤں کے ہمراہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کو چلے گئے۔ اس دن سے مسلمانوں کا سنہ ہجری شروع ہوتا ہے ٭

مدینہ کے لوگوں نے آپ کی باتوں کو غور سے سنا۔ اور جلد ہی بہت سے لوگ آپ کے پیرو بن گئے۔ مکہ والوں کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ آخر مدت کی باہمی لڑائی کے بعد ۶۳۰ء میں مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا۔ فتح مکہ کے بعد تمام عرب قبائل نے جلد جلد اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ اور تھوڑی سی مدت میں تمام عرب مسلمان ہو گیا ٭

چونکہ محمدؐ صاحب کی تعلیم نے تمام مسلمانوں کو بھائی پن کا سبق سکھایا تھا۔ اور ان کے دلوں کو تمام برائیوں کی آلودگی سے پاک کر دیا تھا۔ اس لئے وہ ایک نئے ولولہ اور جوش کے ساتھ اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے اٹھے۔ اور بہت قلیل عرصہ میں تمام دنیا

میں پھیل گئے۔ یورپ میں سپین تک جا پہنچے۔ اور وہاں پر اسلامی حکومت قائم کی۔ دوسری طرف ایران کو فتح کرنے اور باشندوں کو مسلمان کرنے کے بعد ہندوستان میں سندھ کے ریگستان تک چلے آئے ؞

# سترھواں باب

## اسلامی حملے

**فتح سندھ** حجاج حاکم بصرہ کے عہد حکومت میں راجہ داہر والیٔ سندھ نے مسلمانوں کے چند تجارتی جہاز اپنی قلمرو کے قریب لوٹ لیئے حجاج نے ۷۱۵ء میں ایک سولہ سالہ نوجوان محمدؐ بن قاسم کی سرکردگی میں ایک لشکر راجہ کی گوشمالی کے لیئے بھیجا۔ محمدؐ بن قاسم نے راجہ کو ملتان کے قلعہ میں محصور

ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ آخر راجہ وہیں پر کام آیا۔ اور اس کی فوج بھی تباہ ہو گئی۔ شہر کی تمام عورتیں رانی کی سرکردگی میں چتا میں جل کر راکھ ہو گئیں۔ اس طرح ملتان اسلامی افواج کے ہاتھ آیا ؛

ملتان کی فتح کے بعد مسلمان تمام سندھ میں پھیل گئے۔ جن لوگوں نے اطاعت قبول کر لی۔ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی گئی۔ اور نہ کسی کی مذہبی عبادت گاہ کو نقصان پہنچایا گیا ؛

محمدؐ بن قاسم جاتی دفعہ بہت سے لوگوں کو جن میں راجہ داہر کی نوجوان کنواری لڑکیاں بھی شامل تھیں۔ غلام بنا کر لے گیا۔ حجاج نے اسے لڑکیوں کی جھوٹی شکایت پر مروا دیا ؛

محمدؐ بن قاسم کے بعد سندھ میں کوئی زبردست سپہ سالار نہ رہا۔ اور بیس پچیس سال کے عرصہ میں سندھ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا ؛

| | |
|---|---|
| سبکتگین | ابھی حضرت محمدؐ صاحب |

کے انتقال کو چار صدی سے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا۔ کہ اسلام تمام مغربی ایشیا میں پھیل گیا۔ مسلمانوں نے یہاں پر کئی حکومتیں قائم کیں۔ ۹۶۰ء کے قریب سامانی خاندان کے ایک غلام الپتگین نامی نے غزنی کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اپنے آقا کے مرنے کے بعد یہ خود مختار ہو گیا۔ اور جب الپتگین فوت ہوا۔ تو اس کا غلام سبکتگین نامی ۹۷۷ء میں غزنی کا مالک بنا۔ یہ شخص بڑا دلیر۔ قابل اور سمجھ دار ثابت ہوا۔ اور اس نے اپنی ریاست کے ارد گرد کے علاقے کو تھوڑا تھوڑا کر کے فتح کر لیا۔ اور اس طرح پر اپنی ریاست کو بہت وسعت دی ؛

جے پال والئے پنجاب کو سبکتگین کی روز افزوں طاقت سے بہت خطرہ پیدا ہوا۔ کہ کہیں سبکتگین اس کی حدود سلطنت میں جو پشاور کے پار تک پھیلی ہوئی تھیں داخل نہ ہو جائے۔ اس نے اپنے لشکر جرار کے ساتھ حکومت غزنی پر فوج کشی کی۔ لیکن شکست کھائی۔ گرفتار ہوا۔ اور

تاوان جنگ ادا کرنے کے وعدہ پر رہا ہوکر اپنے دارالخلافہ کو واپس آیا۔ لاہور پہنچ کر اس نے تاوان جنگ ادا کرنے سے انکار کردیا۔ سبکتگین نے راجہ کو اس بدعہدی کی سزا دینے کے لئے پٹھانوں کا لشکر جمع کیا۔ اور پنجاب پر حملہ آور ہؤا راجہ جے پال بعض اور راجپوت راجاؤں کی مدد کے ساتھ مقابلہ پر آیا۔ لیکن شکست کھائی۔ اور گرفتار ہؤا۔ خراج ادا کرنے کے وعدے پر پھر رہائی پائی۔ سبکتگین نے پشاور کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اور غزنی کو واپس جاتے ہوئے راستہ میں ہی فوت ہوگیا +

سبکتگین کو حکومت کس طرح ملی۔ اس کے متعلق ایک عجیب و غریب روایت عام کتابوں میں مذکور ہے +

"کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ سبکتگین شکار کے لئے جنگل میں گیا۔ تمام دن کی محنت کے بعد صرف ایک ہرنی کا بچہ اس کے ہاتھ آیا۔ جب وہ ہرنی کے بچہ کو باندھ کر گھوڑے پر سوار واپس آرہا تھا۔ اس

نے دیکھا - کہ مامتا کی ماری ماں اس کے پیچھے پیچھے آ رہی ہے - سبکتگین ماں کی اس محبت سے بہت متاثر ہؤا - اور اس کا دل بھر آیا - اور اس نے ہرنی کے بچہ کو چھوڑ دیا - ہرنی اس غیر متوقع مہربانی سے بہت خوش ہوئی - اور جب بچہ کو ساتھ لے کر واپس جا رہی تھی - تو بار بار مڑ مڑ کر شکاری کو دیکھتی - اور ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ وہ اس کو دعائیں دے رہی ہے - کہتے ہیں - کہ اسی رات سبکتگین کو کسی نے خواب میں بشارت دی - کہ خدا نے تمہاری اس رحمدلی کی وجہ سے غزنی کی حکومت تمہارے نام کر دی ہے " خواب کے کچھ عرصہ بعد سبکتگین امیر غزنی تھا *

## محمود غزنوی ۹۹۷ء سے ۱۰۳۰ء تک

امیر سبکتگین کے بعد اس کا شیر دل لڑکا محمود غزنی کے تاج و تخت کا وارث بنا - محمود بلا کا بہادر جرنیل - معاملہ فہم - مدبر اور رعایا کے دلوں پر حکومت کرنے کے

طریقوں سے واقف تھا - وہ اپنے باپ ہی کی زندگی میں کئی لڑائیوں میں شریک ہوکر نام پا چکا تھا - اور اس کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے ۔

ہندوستان کی زرخیزی - خوبصورتی اور بے انتہا مال و دولت کی فراوانی کے قصے اس نے شہزادگی کے زمانہ میں سن رکھے تھے - اور اس کی دلی خواہش تھی - کہ اپنے بنجر پہاڑی اور غریب ملک کو ہندوستان کی دولت سے مالا مال کرے - ممکن ہے - کہ اس کے دل میں ہند میں اسلام کی اشاعت کا خیال بھی ہو ۔

جب وہ تخت نشین ہوگیا - تو اسے اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کا موقعہ ہاتھ آگیا - چنانچہ اس نے تینتیس سال کے عہد حکومت میں سترہ دفعہ ہندوستان پر حملے کئے - اور ہر دفعہ قدم آگے ہی بڑھایا ان سترہ حملوں میں سے مندرجہ ذیل خاص طور پر مشہور ہیں ۔

| راجہ جے پال پر حملہ | ۱۰۰۱ء میں محمود نے ہندوستان |
|---|---|

پر پہلا حملہ کیا - راجہ جے پال والیئے لاہور نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا - لیکن شکست کھا کر گرفتار ہوگیا - آخر باجگذاری کا عہد کر کے رہائی پائی - لیکن جلد ہی خود کشی کر لی ؀

## انند پال پر حملہ ۱۰۰۸ء

اس کے بعد اس کا لڑکا انند پال تخت نشین ہؤا - اور کچھ عرصہ محمود کا باجگزار رہا - لیکن اندر ہی اندر وہ مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دینے کی تجاویز سوچتا رہتا تھا - آخر اس نے مذہب کے نام پر ہندوؤں سے اپیل کی - کہ وہ دشمنوں سے ملک کو پاک کرنے میں اس کا ساتھ دیں - اپیل نے مردہ دلوں میں زندگی پیدا کردی - مرد تو ایک طرف رہے - عورتوں نے اس مذہبی جنگ کے لئے اپنے قیمتی زیورات اور جواہرات فروخت کر کے چندے دیئے - اجین - گوالیار - قنوج - دہلی اور اجمیر کے راجے اپنا اپنا لشکر لے کر دھرم کی حفاظت کے لیئے انند پال کی مدد کے لیئے آئے - چالیس دن تک دونوں طرف کی افواج

پشاور کے نزدیک آمنے سامنے ڈٹی رہیں۔
حملہ کے وقت ہندوؤں کا پلڑا بھاری تھا۔
انہوں نے تین چار ہزار مسلمان موت کے
گھاٹ اتار دئے۔ اور فتح کی قوی امید
تھی۔ کہ اچانک انند پال کا ہاتھی بدک گیا۔
اور میدان سے بے قابو ہو کر بھاگ نکلا۔
انند پال کے اس طرح بھاگ جانے سے
فوج کا دل ٹوٹ گیا۔ اور وہ بھی سراسیمگی
کے عالم میں بھاگ نکلی۔ اور دو دن اور دو
رات دشمن نے ان کا تعاقب کیا۔ اور
آٹھ ہزار سپاہیوں کو قتل کرکے اپنا
بدلہ لیا ؂

## تسخیر کانگڑہ ۱۰۰۹ء

اس فیصلہ کن فتح نے محمود کے
لئے ہندوستان کے دروازے کھول دئے۔ اور
وہ کانگڑہ تک بلا روک ٹوک چلا گیا۔ اسے
فتح کر لینے کے بعد اس نے تمام مندروں کو
مسمار کر دیا۔ اور بے شمار مال و دولت لاد
کر غزنی لے گیا ؂

## متھرا اور قنوج پر حملے

۱۰۱۷ء میں
محمود نے متھرا پر

حملہ کیا۔ تین ہفتے کی لوٹ مار کے بعد تمام مندروں کو مسمار کرا دیا۔ ۱۰۱۸ء میں محمود قنوج کے سامنے موجود تھا۔ راجہ راجیا پال کے اطاعت قبول کر لینے کی وجہ سے شہر کشت و خون اور لوٹ مار سے محفوظ رہا۔ ۱۰۲۱ء آخرکار لاہور کو فتح کر لیا۔ اور وہاں ایک مسلمان حاکم مقرر کر دیا۔

## حملہ سومنات ۱۰۲۵ء

جب شمالی ہند میں محمود کو کوئی مالدار مقام نظر نہ آیا۔ تو اوس نے کاٹھیاواڑ کے مشہور شہر سومنات کا رخ کیا۔ یہ شہر اپنے مندر کی دولت کے واسطے بہت مشہور تھا۔ محمود نے ریگستانِ سندھ کا ۳۵۰ میل کا خطرناک سفر اس مندر کی دولت کے لالچ سے کیا۔ جب سومنات کے سامنے پہنچا۔ تو راجپوتوں کا لشکر جرار اپنے مقدس شہر کی حفاظت کے لئے مرنے مارنے کو تیار کھڑا تھا۔ محمود کو اس سے زیادہ خوفناک خطرہ کسی جگہ بھی پیش نہ آیا تھا۔ آخرش اسے فتح نصیب ہوئی۔ اور راجپوت مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلے۔ جب وہ مندر

میں داخل ہؤا۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ پجاریوں نے التجا کی۔ کہ اگر سومنات دیوتا کی مورت کو توڑا نہ جائے۔ تو وہ اس کے عوض بے بہا دولت دینے کو تیار ہیں۔ لیکن محمود نے کہا۔ کہ بت فروشی ہم کرتے نہیں۔ بت شکنی ہمارا کام ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے گرز مار کر مورتی پاش پاش کر دی۔ جس کے اندر سے بے شمار لعل و جواہر اور سیم و زر نکلا۔ جسے لے کر وہ غزنی کو لوٹ گیا ۔

اگرچہ محمود نے سترہ حملے ہندوستان پر کئے۔ تاہم اس نے ہندوستان میں مستقل سلطنت کی بنیاد نہ ڈالی۔ وجہ یہ تھی۔ کہ محمود کی آنکھیں ہمیشہ غزنی کی طرف لگی رہتی تھیں۔ اور وہ ملک ہندوستان کو پسند نہیں کرتا تھا۔ نیز محمود کی خواہش صرف یہ تھی۔ کہ وہ یہاں سے دولت حاصل کر کے غزنی کو ترقی دے ۔

## محمود کے خصائل

محمود بہادر سپاہی اور قابل سپہ سالار تھا اس کے حملے اور فتوحات اس کی شہ زوری

اور بہادری کا کافی ثبوت ہیں۔ وہ لائق حکمران بھی تھا۔ غزنی کا اعلےٰ ملکی انتظام اس کے قابل منتظم ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ عنصری اور فردوسی جیسے شعراء اور البرونی جیسے ریاضی دان و ہیئت دان اور عطبی جیسے تاریخ دانوں نے محمود کے دربار کی شان و شوکت کو دوبالا کر دیا۔ محمود ایسے رتنوں کی ہم نشینی بہت پسند کرتا تھا۔ اور ان کو روپیہ بڑی فراخ دلی سے دیتا تھا۔ اور بڑے بڑے عالموں کے وعظ سنا کرتا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ کتنا علم دوست بادشاہ تھا۔ محمود کو فن تعمیر کا بھی بڑا شوق تھا۔ غزنی کی شاندار مساجد اور محلات و دیگر عالی شان عمارات اس کی شاہد ہیں۔

رفاہ عام کے کاموں میں بڑی دلچسپی لیتا تھا۔ چنانچہ اس نے غزنی میں ایک یونیورسٹی قائم کی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک کتب خانہ کھولا۔ ایک عجائب خانہ قائم کیا۔ طلباء کے لئے وظائف مقرر کئے۔ چشمے۔ حوض اور حمام بنوائے۔

ان اعلےٰ صفات کے باوجود اس کے دامن

شہرت پر بعض بدنما دھبے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ہندوؤں کو محض مویشیوں کی طرح سمجھتا تھا۔ ہر حملے کے بعد ہزاروں ہندوؤں کو گرفتار کرکے غزنی لے گیا۔ اور وہاں پر بطور غلام فروخت کر دیئے۔ دوسرے اس نے فارسی کے مشہور شاعر فردوسی کو شاہنامہ کے لیئے فی شعر ایک اشرفی دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن جب تیس سال کی محنت کے بعد فردوسی نے ساٹھ ہزار اشعار لکھے۔ تو محمود نے ساٹھ ہزار چاندی کے درہم دے کر ٹالنا چاہا۔ محمود کی عہد شکنی نے فردوسی کا دل توڑ دیا۔ اور وہ اسی غم میں گھل کر مر گیا؞

**محمدؐ غوری**

شہاب الدین غوری کا دوسرا نام محمدؐ غوری تھا۔ اُس نے بھی محمود کی طرح اپنی زندگی ہندوستان پر حملہ کرنے میں ہی ختم کی۔ محمود غزنوی کی طرح یہ بھی بڑا دلاور اور جنگجو تھا۔ صرف اتنا فرق ہے۔ کہ اس کا منشاء صرف خراج وصول کرنا اور ملک کی دولت لے جانا نہ تھا۔ بلکہ یہ اس ملک کو فتح کرکے اس میں

مستقل سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہؤا۔ ملک کا پہلا فاتح جسے واقعی فاتح کہنا چاہئیے۔ محمدؒ غوری تھا ٭

## معرکۂ ترادوڑی

ہندوستان میں سلطنت قائم کرنے کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ یہاں کے طاقتور راجپوت پرتھی راج کو شکست دے کر اس پر قابو حاصل کرے۔ کیونکہ پرتھی راج اس وقت مہاراجہ ادھیراج تھا۔ ادھر ہندو راجاؤں نے بھی اس کے خلاف ایکا کیا۔ جیسا کہ انہوں نے امیر سبکتگین اور سلطان محمود غزنوی کے خلاف کیا تھا۔ محمد غوری نے ۱۱۹۱ء میں شمالی ہندوستان پر حملہ کیا۔ اس موقعہ پر جے چند نے تو امداد سے پہلو تہی کی۔ مگر سو سے زیادہ اور راجپوت راجہ اور اجمیر اور دہلی کے بہادر چوہان راجپوت پرتھی راج کی سرپرستی میں ترادوڑی کے میدان میں محمدؒ غوری کے مقابلے کے واسطے جمع ہو گئے۔ راجپوتوں نے مردانگی کا حق ادا کیا۔ اور افغانوں کو شکست

فاش دی - محمد غوری بمشکل جان بچا کر بھاگا۔

## پرتھی راج اور جے چند کے درمیان دشمنی

پرتھی راج اور جے چند دلّی کے تنوار

راجہ کے نواسے تھے - دلی کے راجہ کا کوئی لڑکا نہ تھا - اس لیئے اس نے اپنے نواسے پرتھی راج کو جو شکیل - بہادر اور شجاع تھا - گود لے لیا تھا - چنانچہ جب دلّی کا راجہ مرا - تو پرتھی راج دلّی اور اجمیر دونوں گدیوں کا مالک بن گیا - جے چند نے پرتھی راج کے متبنےٰ بننے پر اپنی بڑی حق تلفی خیال کی - اور پرتھی راج سے حسد کرنے لگا۔

محمدؐ غوری کے چلے جانے کے بعد جے چند نے اشو میدھ یگیہ رچایا - مراد یہ تھی - کہ میں تمام شمالی ہند کا مہاراجہ ادھیراج ہوں - جے چند نے اپنی لڑکی سنجوگتا کا سوئمبر بھی اسی موقعہ پر رچایا - اس تقریب میں اس نے تمام راجاؤں کو شرکت کی دعوت دی -

اور خطوط بھیجے۔ مگر پرتھی راج کو دعوت نہ دی۔ بلکہ اس کی توہین کرنے کے لئے اس کی ایک طلائی مورت بنا کر محل کے دروازہ پر بطور خدمت گار کے کھڑی کر دی۔ شہزادی سنجوگتا قابلیت اور خوبصورتی میں شہرہ آفاق تھی۔ اس لئے بڑے بڑے راجہ قسمت آزمائی کے لئے آئے۔ مگر سنجوگتا بہادر پرتھی راج کی بہت مداح تھی اور پرتھی راج بھی شہزادی پر فدا تھا۔ جب اُس کو اس بدسلوکی کا پتہ لگا۔ تو اُسے بہت غصہ آیا۔ اور سوئمبر کے دن گھوڑے پر سوار ہو کر تھوڑی سی فوج ہمراہ لے کر قنوج کو چل دیا۔ جب سوئمبر کا وقت آیا۔ تو سنجوگتا ہاتھ میں پھولوں کی مالا لئے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلی گئی۔ اور دروازے پر جا کر پرتھی راج کی مورتی کے گلے میں ڈال دی۔ پرتھی راج جو بھیس بدلے تماشائیوں میں موجود تھا۔ فوراً منڈپ میں گھس گیا۔ اور سنجوگتا کا ہاتھ پکڑ کر اور گھوڑے پر بٹھا کر اس کو دلی کی طرف لے بھاگا۔ اس پر جے چند کے غصے کی آگ اور بھی بھڑک

اٹھی- اور وہ پرتھی راج کا جانی دشمن بن گیا ٭

**معرکۂ تھانیسر** اب جے چند نے کمینہ پن سے محمدؐ غوری کو پرتھی راج کے خلاف لڑانے کے لئے بلایا - اور ہر طرح پر مدد دینے کا وعدہ کیا- محمدؐ غوری جو پہلے ہی اپنی شکست کے دھبے کو دور کرنے کے لئے بڑا بھاری لشکر جمع کئے بیٹھا تھا- فوراً آ پہنچا- ۱۱۹۲ء میں تھانیسر کے قریب کے میدان میں سخت لڑائی ہوئی- جس میں پرتھی راج نے شکست کھائی- اس نے جان بچانے کی کوشش کی- لیکن بھاگ نہ سکا- آخر گرفتار ہوکر قتل کیا گیا- اس کی رانی سنجوگتا خاوند کی چتا پر جل کر ستی ہوگئی- محمدؐ غوری نے پہلے دہلی پر قبضہ کیا اور پھر اجمیر پر- اجمیر میں لوٹ مار کا بازار گرم رہا- اور یہاں کے باشندے یا تو مار دئے گئے- یا غلاموں کی طرح فروخت کردئے گئے ٭

**معرکہ چندواڑہ** ۱۱۹۴ء میں جے چند کو بھی اپنی بے وقوفی کا خمیازہ بھگتنا پڑا- محمدؐ غوری نے قنوج پر حملہ

کیا۔ جے چند بڑی بہادری سے لڑا۔ مگر
چوہانوں کی مدد کے بغیر افغانوں کے مقابلہ کی
تاب نہ لا سکا۔ اور چندواڑہ کے میدان میں
شکست کھا کر مارا گیا۔ غوریوں نے قنوج اور
بنارس دونوں پر اپنا قبضہ جما لیا۔ اور سب
بہا مال و دولت یہاں سے لوٹ کر لے گئے*
۱۱۹۶ء میں گوالیار نے بھی اطاعت قبول
کر لی۔ ۱۱۹۷ء میں انہلواڑہ جس نے بیس
برس پہلے مسلمانوں کو شکست دی تھی۔ سر
ہوگیا۔ اسی سال ہی بختیار کے بیٹے محمدؐ خلجی
نے جو کہ قطب الدین کی فوج کا سپہ سالار
تھا۔ بہار کو فتح کیا*
۱۱۹۹ء میں محمدؐ خلجی نے بنگال کے راجہ
لچھمن سین پر چڑھائی کی۔ بڈھا بادشاہ بمشکل
جان بچا کر بھاگا۔ اور بنگال بڑی آسانی سے
فتح ہوگیا*
۱۲۰۳ء میں قطب الدین نے راجہ پرمال
کے وزیر سے سخت جد و جہد کے بعد بندیل
کھنڈ میں کالنجر کا قلعہ چھین لیا۔ کالنجر کی لڑائی
میں بھاری کشت و خون ہوا۔ اور بہت سے
ہندو مارے گئے۔ اور باقی مسلمان ہوگئے*

سنہ ۱۲۰۵ء میں وسطی پنجاب کی زبردست قوم گکھڑ (کھوکھر) کی بغاوت کے سبب محمد غوری کو ہندوستان آنا پڑا۔ اس قوم کے خون کی ندیاں بہا کر اس نے پھر غزنی کی راہ لی۔ مگر راستہ میں اسے ایک گکھڑ نے سنہ ۱۲۰۶ء میں دھامیاک پر جو ضلع جہلم میں ہے۔ قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد قطب الدین اس کا جانشین اور دلی کا شہنشاہ ہوگیا*

# اٹھارواں باب

## خاندان غلاماں

## سنہ ۱۲۰۶ء سے سنہ ۱۲۹۰ء تک

خاندان غلاماں کا بانی قطب الدین ایبک تھا۔ جو محمد غوری کا ایک ترکی غلام تھا۔ چونکہ اس کے جانشین یا تو غلام تھے۔ یا غلاموں کی اولاد۔ اس لئے بادشاہوں کے

اس سلسلہ کو خاندان غلامان کا نام دیا گیا ہے۔ اس خاندان نے ۱۲۰۶ء سے ۱۲۹۰ء تک دہلی کے تخت پر حکومت کی ؛

## قطب الدین ایبک

۱۲۰۶ء سے ۱۲۱۰ء

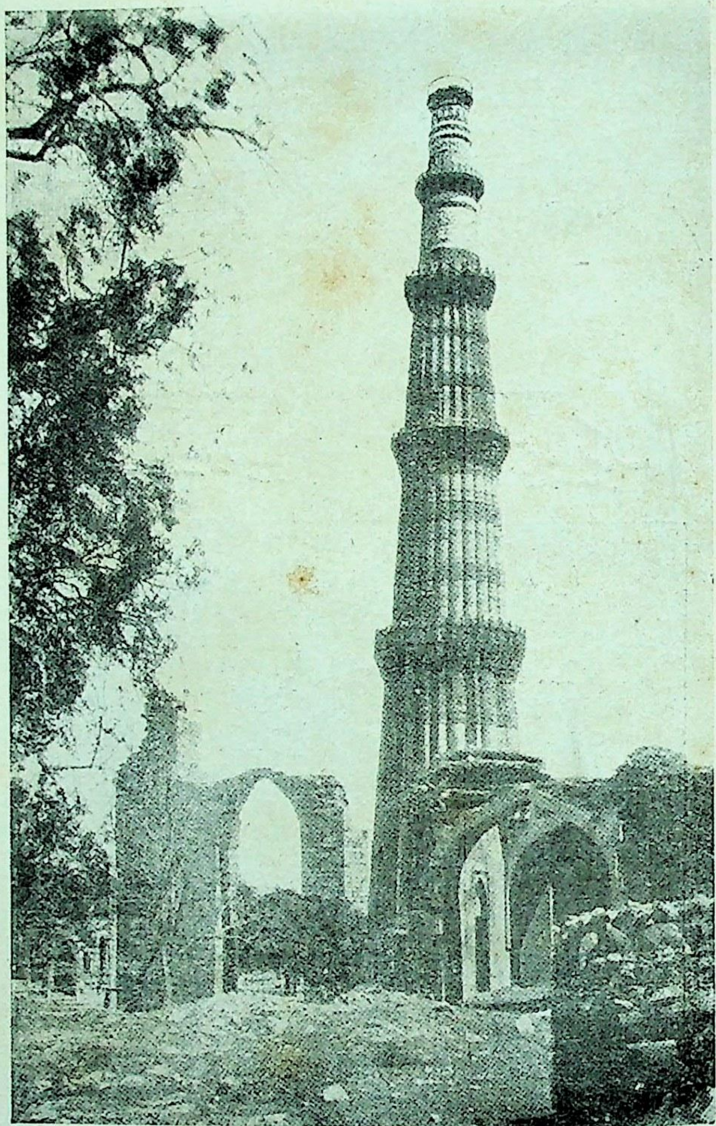
محمد غوری نے جس قدر فتوحات حاصل کیں۔ ان میں کرتا دھرتا قطب الدین ایبک تھا۔ اس کی جان نثاری۔ بہادری اور فنون جنگ کی مہارت نے اسے سلطان کا معتمد بنا دیا۔ اور جلد جلد ترقی کر کے وہ افواج کا کماندار بن گیا۔ جب محمد غوری غزنی کو واپس چلا گیا۔ تو ہندوستانی صوبجات کی حکومت قطب الدین کے حوالے کر گیا ؛

اپنی نیابت کے زمانہ میں ۱۱۹۵-۱۱۹۹ء کے دوران میں اس نے دہلی کی مسجد تعمیر کرائی۔ جسے اس کے داماد التمش نے بعد ازاں زیادہ وسعت دی۔ قطب مینار یا قطب صاحب کی لاٹھ کی تعمیر بھی قطب الدین ایبک نے شروع کی۔ اور التمش نے اسے مکمل کیا ؛

محمد غوری کی وفات کے بعد قطب الدین

ایبک دلّی کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ اس نے اپنی سلطنت کو مضبوط کرنے کے لئے زبردست سرداروں کے ساتھ رشتے ناطے کئے۔ اس کے نائب محمد بختیار خلجی نے بہار اور بنگال کو فتح کرکے دہلی کی سلطنت کو وسیع کر دیا۔

قطب الدین ایبک نے چار سال کے قلیل عہد حکومت میں سلطنت کو ایسا مستحکم کیا۔ کہ مسلمانوں کے پاؤں یہاں پر صدیوں کے لئے جم گئے۔ وہ خود غلام تھا۔ لیکن فیاضی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اس کا حکم تھا۔ کہ اس کے کارندے نہایت نرمی اور محبت کے ساتھ حکومت کریں۔ اور جب کوئی افسر قابل قدر خدمت انجام دیتا۔ تو سلطان اسے بڑی بڑی جاگیروں اور انعاموں سے سرفراز کرتا۔ غریبوں کو بھی کافی روپیہ دیتا تھا۔ چنانچہ لوگ اسے لکھ داتا کہا کرتے تھے۔ فتوحات کے وقت اس نے بہت سختیاں بھی کیں۔ لیکن حکومت کے وقت اس نے رعایا کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ کہ سب ہی اس



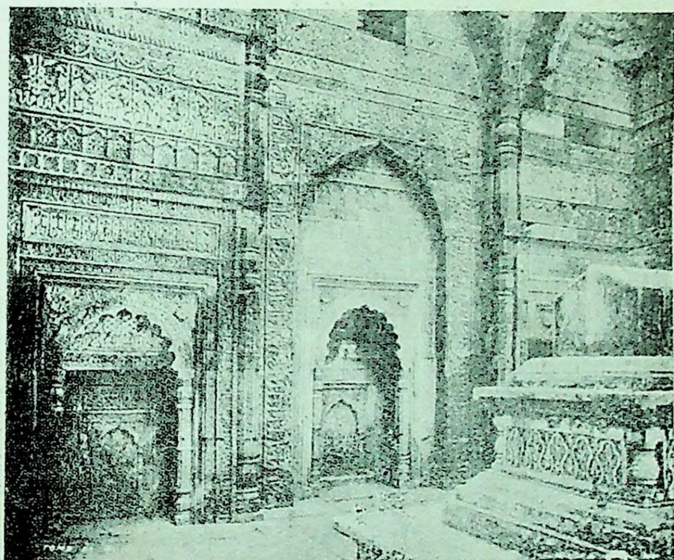
قطب مینار دہلی



سلطانہ رضیہ



قطب الدّین ایبک



التمش کا مقبرہ دہلی

کے گرویدہ ہو گئے ؎

یہ نیک مزاج بادشاہ ۱۲۱۰ء میں لاہور میں چوگان کھیلتا ہؤا گھوڑے سے گر کر فوت ہو گیا۔ اس کی قبر انارکلی بازار لاہور میں ہے ؎

## آرام

آرام اپنے باپ قطب الدین کی وفات پر تخت نشین ہؤا۔ انتظام سلطنت کے بالکل ناقابل تھا۔ اس لئے ہر طرف بدعملی پھیلی۔ ان حالات میں التمش نے جو بنگال کا صوبیدار تھا۔ اسے تخت سے اُتار دیا۔ اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ آرام نے صرف ایک سال حکومت کی ؎

## التمش ۱۲۱۱ء سے ۱۲۳۶ء

قطب الدین ایبک نے التمش نامی ایک غلام سردار کی خدمات اور قابلیت سے خوش ہو کر اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی تھی۔ التمش جنگی معاملات کا ایسا ماہر تھا۔ کہ کسی میدان میں شکست نہ کھائی۔ حسنِ مذاق کا یہ عالم کہ ہمیشہ علماء و فضلاء کا ادب و احترام کرتا۔ تعمیرات

کا ایسا نشانی کہ قطب مینار اور دہلی کی مسجد آج تک اس کی یاد دلوں میں تازہ کرتی ہے ؛

التمش کا عہدِ حکومت بغاوتوں سے پُر تھا۔ پھر بھی ملک فارغ البال اور خوشحال نظر آتا تھا۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ اعلےٰ درجہ کا مدبر بھی تھا ؛

ملک میں بغاوتیں کرنے والے عموماً دو سردار تھے۔ جن کا ایبک کے ساتھ کوئی نہ کوئی تعلق تھا۔ ۱۲۱۵ء میں اس نے تاج الدین یلدوز صوبہ دار غزنی و پنجاب کو شکست فاش دی۔ ۱۲۱۷ء میں ایبک کے داماد ناصر الدین قباچہ نے سندھ میں علمِ بغاوت بلند کیا۔ جسے التمش نے بہت جلد مطیع کر لیا۔ بختیار خلجی بھی التمش کی طرح ایبک کا داماد تھا۔ اور بنگال و بہار کا صوبہ دار تھا۔ اس نے ۱۲۲۵ء میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ التمش نے فی الفور اس طرف کا رخ کیا اور اسے شکست دے کر تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ اور اپنے لڑکے رکن الدین کو بنگال

و بہار کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔

جب ان بغاوتوں سے اسے فرصت ملی۔ اور ملک کا انتظام درست ہوگیا۔ تو التمش راجپوت ریاستوں کی طرف بڑھا۔ اور چھ سال کی متواتر لڑائیوں کے بعد انہیں مطیع کر لینے میں کامیاب ہوگیا۔ رنتھمبور گوالیار اور اجین کے قلعے بھی ۱۲۳۳ء میں فتح کیے۔

التمش کی شاندار فتوحات اور حکومت سے خوش ہوکر خلیفہ بغداد نے اسے سلطان ہند کا خطاب بخشا۔ ۱۲۳۶ء میں التمش موت کی نیند سو گیا۔

## رکن الدین

التمش کا جانشین اس کا بیٹا رکن الدین تھا۔ جتنا اس کا باپ قابل اور لائق حکمران تھا۔ اتنا ہی رکن الدین نا قابل اور نالائق بادشاہ تھا۔ عیش و عشرت کا بندہ تھا۔ بھلا ایسا آدمی حکومت جیسی ذمہ داری کو کب نبھا سکتا تھا۔ سات ماہ کی قلیل مدت کے بعد تخت سے علیحدہ کر دیا گیا۔

کے بعد التمش کی لڑکی رضیہ جو نہایت قابل عورت تھی۔ تخت نشین ہوئی۔ دہلی کے تخت پر رضیہ کے سوا کبھی کوئی عورت جلوہ افروز نہیں ہوئی سلطانہ رضیہ دانا۔ دور بین۔ عادل۔ علم دوست اور نیکوکار سلطانہ تھی۔ اور علم و فضل کی قدر کرتی تھی۔ رعایا کے آرام و آسائش کے خیال کو ہر وقت مد نظر رکھتی تھی۔ فنون جنگ میں اسے کافی مہارت تھی۔ اس میں وہ تمام اوصاف و اخلاق موجود تھے۔ جو بادشاہوں کے لئے ضروری سمجھے جاتے ہیں ٭

رضیہ نے ساڑھے تین سال کمال خوبی اور استقلال کے ساتھ حکومت کی۔ مسلمان عورتوں کی طرح یہ برقعہ یا نقاب کچھ نہ رکھتی تھی۔ مردانہ لباس پہن کر ہر روز تخت سلطانی پر جلوہ گر ہوتی۔ خود مقدمات کو سنتی۔ اور فریادیوں کی داد رسی کرتی تھی ٭

رضیہ نے داروغہ اصطبل یاقوت نامی پر جو در اصل ایک حبشی غلام تھا۔ بہت سی مہربانیاں کیں۔ یہاں تک کہ اُسے اپنا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اس وجہ سے اُس کے افغان درباری اور اُمرا اُس سے ناراض

ہو گئے - نتیجہ یہ ہؤا - کہ ۱۲۳۹ء میں دو طرف
سے بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی - لاہور کے صوبہ
نے سرکشی کی - اور التونیہ بٹھنڈے کے
حاکم نے بھی بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ⁂
رضیہ نے التونیہ کے خلاف چڑھائی کی -
لیکن اس کی اپنی فوج باغی ہوگئی - لہذا اس
کو قید کر لیا گیا - اور حبشی سپہ سالار یاقوت
مارا گیا - رضیہ نے اپنے فاتح التونیہ سے
شادی کر لی - اب رضیہ نے التونیہ کی مدد
سے جو اس کی طرف سے جان توڑ کر لڑا -
دلّی کے تخت کو دوبارہ حاصل کرنے کی سرتوڑ
کوشش کی - لیکن رضیہ کی قسمت کا ستارہ
زوال پر تھا - یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی -
وہ اور اس کا شوہر دونوں دشمنوں کے
ہاتھ میں اسیر ہوئے - اور ۱۲۳۹ء میں دونو
قتل ہوئے ⁂

## بہرام اور علاؤ الدین
### ۱۲۳۹ء سے ۱۲۴۶ء

سلطانہ رضیہ کے بعد اس کا چھوٹا بھائی بہرام
بادشاہ بنا - بہن اور بھائی میں زمین آسمان
کا فرق تھا - رضیہ نے جس خوبی - استقلال

اور دانشمندی سے حکومت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بھائی ہیں وہ باتیں کہاں تھیں وہ بہت ہی ناکامیاب ثابت ہؤا۔ اُسے تخت سے اتار کر قید میں ڈال دیا گیا۔ جہاں وہ قتل ہو گیا ؞

بہرام کی جگہ اُس کے بھائی کا بیٹا علاؤ الدین بادشاہ بنا۔ مگر وہ بھی ویسا ہی ناکارہ ثابت ہؤا۔ انتظام سلطنت میں ابتری پھیل گئی۔ مغلوں نے از سرنو حملے شروع کر دیئے۔ اور ہندو راجاؤں نے اطاعت سے منہ موڑنا شروع کر دیا۔ بہرام نے اس قسم کی زیادتیاں کیں۔ کہ تمام ارکین سلطنت اس سے متنفر ہو گئے اور اسے تخت سے اُتار کر قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ اور عنان حکومت اس کے چچا ناصرالدین کے حوالے کی گئی ؞

## ناصرالدین ۱۲۴۶ء سے ۱۲۶۶ء

ناصرالدین ایک بہت

نیک اور سادہ مزاج بادشاہ تھا۔ صوفیانہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتا۔ دنیا کے جھگڑوں سے الگ تھلگ رہتا۔ اسی وجہ سے وہ

درویش بادشاہ کہلاتا تھا۔ مطالعہ کا شوقین اور علم و ادب کا مربی تھا۔ اُس نے اپنے عہد کی بابت ایک تاریخ لکھوائی۔ جس کو تاریخ ناصری کہتے ہیں۔ وہ خاموش سا آدمی تھا۔ ایک سے زیادہ بیوی گھر میں نہ تھی۔ گھر میں نہ لونڈی نہ ماما۔ فرشتہ صفات ملکہ اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر کھلاتی تھی۔ اور گھر کا سب کام کاج کرتی تھی۔ بادشاہ اپنے ہاتھ سے قرآن شریف اور دوسری کتابیں نقل کرکے اپنی روزی کماتا تھا۔ اور شاہی خزانہ سے ایک پائی تک کو ہاتھ نہ لگاتا تھا۔

ناصر الدین برائے نام بادشاہ تھا۔ تمام کار و بار سلطنت اُس نے اپنے سپہ سالار اور بہنوئی بلبن کے سپرد کر رکھا تھا۔ اور خود زیادہ وقت یاد الٰہی میں گزارتا تھا۔ غیاث الدین بلبن بہادر اور دلیر شخص تھا۔ اس نے مغلوں کے حملوں کو روکا۔ اور انہیں شکست دے کر بھگا دیا۔ کئی ایک راجپوت راجہ جو قطب الدین اور التمش سے شکست کھا چکے تھے۔ خود مختار ہو

گئے۔ بلبن نے ان ہندو راجاؤں کو زیر کرکے انہیں دلّی کے بادشاہ کو اپنا شہنشاہ تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔ ناصرالدین نے اس طرح سے اپنے با اقتدار اور دانشمند وزیر کی مدد سے بیس سال حکومت کی ۱۲۶۶ء میں اس پاک۔ فیاض اور خداپرست بادشاہ کا انتقال ہوگیا ❊

## غیاث الدین بلبن
## ۱۲۶۶ء سے ۱۲۸۶ء

ناصرالدین کی وفات کے بعد بلبن کو جسے بادشاہت کے پورے اختیارات حاصل تھے۔ بادشاہ بننے اور بادشاہ کا لقب اختیار کرنے میں مطلق دقت پیش نہ آئی۔ یہ ساٹھ برس کی عمر میں تخت نشین ہؤا۔ در اصل یہ بھی ایک غلام تھا۔ مگر اپنی لیاقت۔ بہادری اور وفاداری کی وجہ سے ترقی کرتے کرتے ناصرالدین کا وزیر بن گیا تھا۔ جیسا وہ زمانہ وزارت میں زبردست وزیر تھا۔ ویسا ہی زبردست بادشاہ بھی ثابت ہؤا۔ سخت ظالم تھا۔ کشت و خون سے اسے ہرگز دریغ نہ تھا۔ اپنے دشمنوں کو بہت سخت سزائیں دیتا تھا۔ اور غیر مذہب

والوں سے بھی اس کا سلوک اچھا نہ تھا۔ اس نے غلاموں کی جماعت میں سے جو چالیس اشخاص باقی تھے۔ ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اور رفتہ رفتہ اپنے دشمنوں پر اپنا رعب قائم کر لیا۔ دلی کے قریب میواتیوں نے شورش برپا کی۔ جسے سلطان نے نہایت بے رحمی سے فرو کیا ؎

## بنگال کی بغاوت

اس کے عہد کا سب سے بڑا جنگی کارنامہ بنگال کی بغاوت کو فرو کرنا ہے۔ بنگال کے حاکم طغرل خاں نے بغاوت کی۔ اور خراج دینا بند کر دیا۔ بلبن نے بغاوت کے فرو کرنے کے لئے اپنے سپہ سالار امیر خاں کو بنگال روانہ کیا۔ طغرل کی سپاہ نے امیر خاں کو شکست دی۔ بلبن شکست کی خبر سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ اور خود ایک زبردست فوج کے ساتھ بنگال کا رُخ کیا۔ اس نے طغرل خاں کو شکست فاش دی۔ اور قتل عام میں بہت سی عورتیں اور بچے مارے گئے۔ جب بغاوت فرو ہو گئی۔ تو بادشاہ نے اپنے بیٹے بغرا خاں کو بنگال کا حاکم مقرر کر دیا ؎

مغلوں کے کئی گروہ بلبن کے عہد میں ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن بلبن اور اس کے بیٹوں نے انہیں واپس بھیج دیا۔ مغلوں کے ساتھ لڑتے لڑتے بلبن کا چاہتا شہزادہ محمدؐ قتل ہوگیا۔ محمدؐ خود بہت عالم شخص تھا۔ اور عالموں کا قدردان۔ فارسی کا مشہور شاعر خسرو اس کا گہرا دوست تھا۔ رعیت بھی محمدؐ پر فدا تھی۔ اس لائق اور ہر دلعزیز شہزادہ کی بے وقت موت نے بوڑھے بادشاہ کو زیادہ دن جینے نہ دیا۔

## بلبن کا دربار

مغلوں کی تباہ کاریوں نے جب ایشیا کے دوسرے ممالک کے رؤسا کو ملک سے نکل جانے پر مجبور کیا۔ تو کئی امیر شہنشاہ دلّی کی پناہ میں آگئے۔ ایسے امیروں کی موجودگی نے بلبن کے شاندار دربار کی شان کو دوبالا کر دیا۔ عربی اور فارسی کے عالم اور شاعر بھی دربار کی زینت تھے۔ چنانچہ امیر خسرو جیسا مشہور شاعر بلبن کا درباری شاعر تھا بلبن کو دربار کی شان کا خاص خیال تھا۔ اس لئے کوئی شخص خاص درباری لباس

کے بغیر دربار میں حاضر نہیں ہوسکتا تھا۔ ہر ایک شخص کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ دربار میں شامل ہو ٭

**کیقباد**

بلبن کے بعد اس کا پوتا جو بغرا خاں کا لڑکا تھا۔ تخت پر بیٹھا۔ یہ بالکل نالائق اور عیش پسند نوعمر شہزادہ تھا۔ اس نے بد اعتدالیوں سے اپنی صحت جسمانی کو تباہ کر دیا تھا۔ اس کے زمانے میں بڑی بدعملی پھیل گئی۔ بغرا خاں بھی ایک دفعہ بنگال سے آیا۔ اور اپنے بیٹے کو بہت سمجھایا۔ مگر کیقباد پر کچھ اثر نہ ہوا۔ بغرا خاں کے پیٹھ پھیرتے ہی پہلے سے بھی زیادہ ابتری شروع ہوگئی۔ آخر اس کے وزیر جلال الدین نے جو خلجی قوم کا ایک امیر تھا۔ اسے قتل کر ڈالا۔ اور آپ اس کی جگہ بادشاہت کرنے لگا۔ کیقباد محمد کے بیٹے اور خسرو کو پہلے مروا چکا تھا۔ اس لئے اس کے بعد خاندان غلاماں کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔ کیونکہ بلبن اپنے سب قریبی رشتہ داروں پر پہلے ہی ہاتھ

صاف کر چکا تھا۔ اب جلال الدین خلجی کو موقع ہاتھ آیا۔ اور اس نے خلجی خاندان کی بنیاد ڈالی۔

# انیسواں باب

## خاندانِ خلجی

### ۱۲۹۰ء سے ۱۳۲۰ء تک

**جلال الدین خلجی**
**۱۲۹۰ء سے ۱۲۹۵ء**

جلال الدین ستر سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ وہ ایک قابل جرنیل اور جری سپاہی تھا۔ لیکن بڑھاپے کی وجہ سے اس کا دل نرم ہو گیا تھا۔ وہ اپنے دشمنوں تک کے ساتھ رحم دلی سے پیش آتا۔ نیز اس میں وہ چستی چالاکی اور عزم موجود نہ تھا۔ جو ہر نوجوان میں عموماً اور بادشاہوں میں خصوصاً

ہونا چاہیئے - اس کمزوریٔ طبیعت نے ملک میں بدنظمی پیدا کردی - اس کے عہد کا مشہور ترین واقعہ مہم دکن ہے - دکن کی ایک ریاست دیوگری اپنی دولت کی فراوانی کے لئے بہت مشہور تھی - جلال الدین نے اپنے بھتیجے علاؤالدین کے ماتحت ایک لشکر جرار اس ریاست کی تسخیر کے لئے بھیجا - معرکہ گھمسان کا ہؤا - آخر راجہ کو اطاعت قبول کرنی پڑی - اور علاؤالدین بے شمار دولت لے کر نشۂ فتح میں سرشار دہلی کو لوٹا ؞

علاؤالدین نے جب اپنی کامیابی اور چچا کی کمزوری کو محسوس کیا - اس کی نیت بدل گئی - اور اس نے ارادہ کرلیا - کہ دہلی کا تخت اب خود سنبھالے - چنانچہ جب دہلی کے قرب وجوار میں پہنچا - تو چچا اسے لینے کے لئے گیا - علاؤالدین نے اسے بغلگیر ہوتے ہی قتل کردیا - اور دلّی پہنچ کر اپنی بوڑھی چچی اور دو چچا زاد بھائیوں کا بھی کام تمام کردیا - جب راستہ صاف ہوگیا - تو اپنی تاجپوشی کی تقریب پر بے انداز روپیہ لوگوں کو جشن

اور خوشیاں منانے کے لئے دیا۔ لالچ نے لوگوں کو ایسا اندھا کر دیا۔ کہ وہ جلد ہی علاؤالدین کی بدکرداریوں کو بھول گئے ؀

## علاؤالدین ۱۲۹۵ء سے ۱۳۱۵ء

علاؤالدین بے رحم

ظالم اور ضدی بادشاہ تھا۔ اور بالکل ہی ان پڑھ تھا۔ کسی قانون کا پابند نہ تھا۔ حتٰے کہ مذہبی قواعد کی بھی بہت کم پرواہ کرتا تھا۔ وہ اپنی ضرورت کو ہی قانون سمجھتا تھا۔ اس نے مذہبی معاملات میں بیجا مداخلت کرنی شروع کی۔ لیکن اراکین سلطنت نے اسے روک دیا۔ اس لئے اس نے اپنی تمام توجہ ملکی معاملات کی طرف مبذول کر دی ؀

وہ ایک تجربہ کار اور قابل جرنیل تھا۔ اور سب فنونِ جنگ میں طاق۔ اس کی فتوحات اس بات پر شاہد ہیں۔ علاؤالدین نفس پرست بادشاہ تھا۔ چنانچہ کملا دیوی اور پدمنی کے قصے اس بات کی تصدیق کرتے ہیں ؀

## علاؤالدین کی فتوحات

۱۲۹۷ء میں علاؤالدین کے سپہ

سالار نصرت خاں اور اس کے بھائی الف خاں نے گجرات پر چڑھائی کی۔ وہاں کا راجہ کرن مغلوب ہوگیا۔ اور اس کی رانی کملا دیوی علاؤالدین کے ہاتھ آئی۔ جس کو اس نے اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ نیز راجہ کرن کا وزیر ملک کافور بھی علاؤالدین کے ہاتھ آیا۔ ملک کافور مسلمان ہوگیا۔ اور اس نے دکن کے فتح کرنے میں اعلیٰ خدمات سرانجام دیں ؎

۱۳۰۰ء میں رنتھمبور پر خود علاؤالدین نے چڑھائی کی۔ اور وہاں کے راجہ کو شکست فاش دے کر اس ملک کو اپنے قبضے میں کر لیا ؎

۱۳۰۳ء میں علاؤالدین نے چتوڑ پر حملہ کیا۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا۔ کہ وہاں کے راجہ بھیم سنگھ کی خوبصورت رانی پدمنی کو اپنے حرم میں داخل کرے ؎

**رانی پدمنی**

پدمنی نہایت حسین عورت تھی۔ اس کی خوبصورتی کی دھوم اطراف و اکناف ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ علاؤالدین نے ایک لشکر جرار کے ساتھ چتوڑ

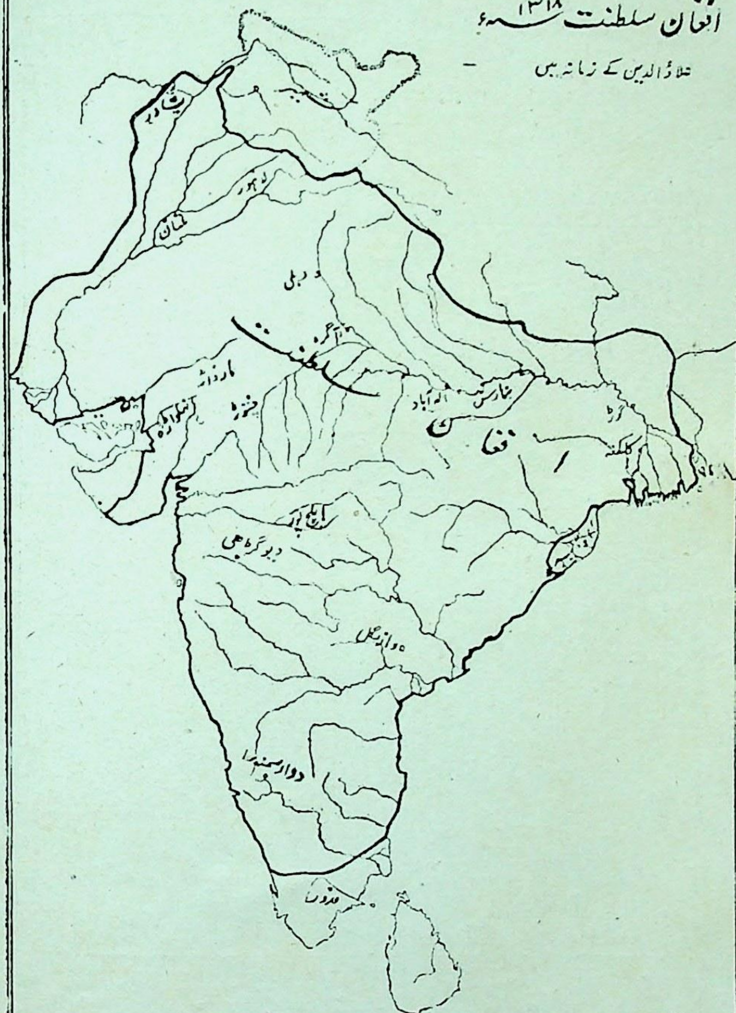
کا محاصرہ کر لیا - راجہ اور اس کے جانباز راجپوتوں نے ایسی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا - کہ اس کے دانت کھٹے کر دئے - آخرش اس نے پیغام بھیجا - کہ اگر رانی پدمنی مجھے مل نہیں سکتی ہے تو کم از کم مجھے ایک دفعہ اسے دکھا دیا جائے - جب یہ شرط بھی منظور نہ ہوئی - تو اس نے کہلا بھیجا - کہ اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا - تو آئینہ میں سے اس کا عکس ہی دکھا دیا جائے +

مدت کے محاصرے نے چتوڑ کے باشندوں کی حالت نازک کر دی تھی - رانی پدمنی کے دل نے اس بد حالی کو گوارا نہ کیا - اور ناچار اپنے چہرہ کا عکس علاؤ الدین کو دکھانے پر رضامند ہوگئی - جب علاؤ الدین نے اسے دیکھ لیا - تو اس کو حاصل کرنے کا اور بھی خواہشمند ہوگیا +

رانا بھیم سنگھ جب اپنی رانی کا عکس دکھا کر علاؤ الدین کو رخصت کرنے گیا - تو اس نے رانا کو گرفتار کر لیا - اور رانی کو پیغام بھیجا - کہ رانا صرف اسی صورت میں رہا کیا جا سکتا ہے - کہ تم میرے پاس چلی آؤ - آخر



علاؤ الدین پدمنی کا عکس شیشہ میں دیکھ رہا ہے


افغان سلطنت سنہ ۱۳۱۸ء
علاؤالدین کے زمانہ میں
پشاور
لاہور
ملتان
دہلی
آگرہ
سلطنت
افغان
مارواڑ
انہلواڑہ
چتوڑ
الہ آباد
بنارس
کلکتہ
ایلچ پور
دیوگرہی
ورنگل
دوارسمندرا
مدورا

رانی نے ایک چال چلی - اور اس نے جواباً
کہلا بھیجا - کہ مجھ بے مایہ لونڈی کو حضور
کی خدمت میں حاضر ہونے سے نہ پہلے انکار
تھا - نہ اب ہے - لیکن آپ مجھے اجازت بخشیں
کہ اپنی سات سو سہیلیوں کے ساتھ شرف
قدمبوسی حاصل کروں - علاؤ الدین نے جب
یہ سنا - تو خوشی کے مارے آپے سے باہر ہو گیا
حواس کھو بیٹھا - اور دیوانہ وار ہنسنے لگا - اس
نے بصد خوشی اس شرط کو منظور کر لیا ۔

دوسرے دن صبح سویرے سات سو ڈولیاں
قلعہ سے نکلیں - پہلی چند ڈولیوں کے پردے
اٹھا اٹھا کر علاؤ الدین کے سپاہیوں نے
اطمینان کرنا چاہا - کہ واقعی ڈولیوں میں عورتیں
ہیں - ایک ڈولی میں سے ایک راجپوتنی نے
تن کر کہا - تم کہاں کے ایسے ہو کہ ہم پردہ
داروں کو جھانکو - کیا تم نہیں جانتے کہ ہم
شہنشاہ کی ہونے والی ملکہ کی سہیلیاں ہیں -
خبردار جو اب کسی ڈولی کا پردہ اٹھایا ۔

سپاہیوں کو علاؤ الدین کی نفس پرستی کا علم
تھا - وہ ڈر گئے - اور انہوں نے کسی ڈولے
کو نہ دیکھا - جب تمام ڈولے کیمپ میں پہنچ

گئے۔ تو ہر ایک ڈولے میں سے ایک ایک دو
دو بہادر راجپوت تلواریں ہاتھ میں لئے نکل
آئے۔ ڈولی بردار بھی مسلح راجپوت تھے۔
وہ بھی اسلامی افواج پر پل پڑے۔ اور
اپنے راجہ کو چھڑا کر لے آئے۔ علاؤالدین نے
ایسی زبردست شکست کھائی۔ کہ وہ سیدھا
دہلی واپس گیا ؛

دوسرے سال پھر لشکر جرار کے ساتھ چتوڑ
پر حملہ آور ہؤا۔ وہ خود غضب سے جل رہا
تھا۔ اس کے ہر کام سے انتقام کی بُو
آ رہی تھی۔ اس دفعہ راجپوت مقابلہ کی
تاب نہ لا سکے۔ اور پیشتر اس کے کہ شکست
کھائیں اور رانی علاؤالدین کے ہاتھ لگے۔
رانی اور اس کی سہیلیاں جمع ہوئیں اور
چتا میں بیٹھ کر جل گئیں۔ جب راجپوت
شکست کھا گئے۔ تو علاؤالدین نے رانی کی
تلاش کی۔ لیکن وہ شوہر پرست اور وطن
کی فدائی کہاں ملتی ؟ علاؤالدین کی تمام محنت
رائیگاں گئی۔ اور وہ گوہر بے بہا بھی اس
کے ہاتھ نہ آیا ؛

چتوڑ کی فتح کے بعد علاؤالدین جیسلمیر

پہنچا۔ اور آٹھ مہینے کے محاصرہ کے بعد جیسلمیر کا قلعہ بھی فتح کر لیا۔ یہاں بھی راجپوتنیوں نے رسم جوہر ادا کی۔ اور راجپوت بڑی بہادری سے دشمنوں کے سامنے کٹ کٹ کر مر گئے۔

۱۳۰۷ء سے ۱۳۱۱ء تک ملک کافور نے جو سلطان کا وفادار سپہ سالار تھا۔ دکن میں نمایاں فتوحات حاصل کیں۔ اور ۱۳۰۷ء میں اس نے دیوگری پر حملہ کرکے اسے فتح کیا۔ اس فتح پر کملا دیوی کی لڑکی دیول دیوی اپنی ماں کی خواہش کے مطابق دلی پہنچا دی گئی۔ وہاں اس کی شادی علاؤالدین کے بیٹے خضر خاں سے ہو گئی۔ ۱۳۱۰ء میں وارنگل فتح ہوا۔ ۱۳۱۱ء میں پہلے دوار سمدرا اور اس کے بعد ملک کافور نے مدھورا کو جو عین جنوب میں واقع ہے۔ خوب لوٹا۔ ملک کافور جنوب سے لاتعداد اور بے شمار دولت اور جواہرات دلی لایا۔

علاؤالدین کے عہد میں مغل پانچ دفعہ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن پانچوں مرتبہ پسپا ہوئے۔ پانچویں دفعہ یہ ایک سردار

قطلغ خواجہ کی سرکردگی میں دلی تک آ پہنچے لیکن علاؤالدین نے ایسی بری طرح سے ان کو شکست دی۔ کہ پھر انہوں نے علاؤالدین کے جیتے جی ہندوستان آنے کا نام تک نہ لیا۔ انجام کار اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ نو مسلم مغل ہی فتنہ و فساد کے بانی مبانی ہیں۔ لہذا اس نے خفیہ احکام کے ذریعہ ایک خاص دن مقرر کر کے ان کا قتل عام کروا دیا ۔

## علاؤالدین کی اندرونی پالیسی

علاؤالدین کے عہد حکومت کے شروع سالوں میں بہت سی بغاوتیں ہوئیں اور مغلوں نے کئی حملے کیئے۔ مغلوں کے حملوں سے بچنے کے لیئے ۔ اور بغاوتوں کی بیخ کنی کرنے کے لیئے اس نے بہت سخت قوانین پاس کیئے۔ غور و خوض کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ بغاوت کی وجوہات بہت شراب کا پینا۔ اور لوگوں کا آپس میں مل جل کر عام جلسے کرنا۔ اور ان کے پاس بہت دولت کا ہونا تھیں۔ لہذا اس نے ان تینوں برائیوں کو دور کرنے میں کوئی کسر باقی نہ

چھوڑ دی - شراب نوشی حکماً بند کر دی - اور شراب کی دوکانیں بند کرا دیں - اور شراب پینے والوں کے لئے سخت سزائیں مقرر کیں - خود بھی شراب پینا چھوڑ دیا - اور شراب نوشی کے تمام شاہی برتن توڑ دئے ۔

الغرض امراء و روساء سے تمام آزادی چھین لی گئی - گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر ان کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دینا اور ایک دوسرے کے مکان پر کسی قسم کا جلسہ منعقد کرنا خلاف قانون قرار دیا گیا - بادشاہ کی منظوری کے بغیر امیروں کو باہمی رشتے ناطے کرنے کی ممانعت ہو گئی - علاؤالدین نے کبھی کسی بڑے امیر کو دوسرے زبردست امیر کی لڑکی سے شادی کرنے کی اجازت نہ دی - کیونکہ خوف تھا - کہ شائد دونو مل کر حد سے زیادہ طاقتور ہو جائیں - اور بغاوت کا موجب بنیں ۔

اس نے امیر لوگوں سے بہت سی دولت زبردستی چھین لی - کیونکہ اس کے خیال کے مطابق دولت کی زیادتی حکومت اور عوام دونو کے لئے خطرناک تھی - اس نے اس روپیہ سے

ایک مسلح فوج تیار کی - جس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ وہ بہت طاقتور فرمانروا بن گیا +

اس کی خفیہ پولیس کا انتظام بہت ہی
زبردست تھا - جو کچھ امیروں رئیسوں اور
افسروں کے گھروں میں ہوتا تھا - اس کی
مکمل رپورٹ بادشاہ کو پہنچ جاتی تھی - یہ
لوگ اس قدر خائف تھے - کہ محلوں میں
بھی آزادانہ بات چیت کرنے کی جرأت
نہ کرتے تھے - بلکہ اشاروں سے کام لیتے
تھے + زمینوں کا لگان جنس میں وصول کیا
جاتا تھا - تمام اشیاء کے نرخ مقرر کر دئے
تھے - اور انسپکٹر تعینات کئے گئے تھے - تاکہ
وہ دیکھیں - کہ چیزیں سرکاری نرخ کے
مطابق فروخت ہوتی ہیں - یا نہیں - اگر
کوئی مقررہ قیمت سے زیادہ وصول کرتا
تھا - تو اسے سخت سزا دی جاتی تھی +

غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ علاؤالدین
کا سلوک اچھا نہ تھا - علاؤالدین خلجی کی
پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا - کہ لوگ بغاوت کا نام
تک بھول گئے - لیکن دل ہی دل میں خاندان
خلجی کے جانی دشمن ہو گئے +

## علاؤالدین کا انجام

علاؤالدین نے جوانی میں تو بڑی مضبوطی کے ساتھ حکومت کی - لیکن بڑھاپے میں ہوش و حواس کھو بیٹھا - ملک کافور جو اس کا قابل اعتماد جرنیل تھا - اور جس پر اس نے بے شمار عنایات کی تھیں - اس کے ہاتھ سے تخت چھین کر خود حکومت کرنا چاہتا تھا - اور اسے شاہزادوں سے بدظن کرنے کے لئے شب و روز نئے نئے افسانے گھڑ گھڑ کر سناتا تھا - خود شہزادوں کی تعلیم ایسی ادھوری اور ناقص تھی - کہ وہ اتنی زبردست سلطنت کا بار اٹھانے کے قابل ہی نہ تھے - مزید بر آں ملک کافور نے بادشاہ کو ایسا زہر پلانا شروع کر دیا تھا - جس سے وہ گھل گھل کر مر جائے۔

ایسی حالت میں ملک میں اگر ابتری نہ پھیلتی - تو اور کیا ہوتا - صوبۂ گجرات نے علم بغاوت بلند کیا - ریاست دیوگری نے اطاعت سے منہ موڑ لیا - چتوڑ نے آنکھیں پھیر لیں - آخر ان اطلاعات اور جسمانی

تکالیف نے ۱۳۱۶ء میں علاؤ الدین کا خاتمہ کر دیا ؂

علاؤ الدین کی وفات پر ملک کافور نے دو بڑے شہزادوں کی آنکھیں نکلوا دیں۔ اور سب سے چھوٹے لڑکے کو تخت پر بٹھا کر خود اس کا سرپرست اور اتالیق بن بیٹھا۔ اور حکومت کرنے لگا۔ لیکن امراء دربار ملک کافور سے خوش نہ تھے۔ انھوں نے اسے قتل کروا دیا۔ اور اس طرح حکومت کرنے کی خواہش اس کے دل ہی دل میں رہی ؂

**مبارک**

شہزادہ مبارک اب خسرو خاں کے ذریعہ حکومت کرنے لگا۔ چونکہ وہ عیش و عشرت کا بندہ تھا۔ اس لئے خسرو خاں نے ۱۳۲۱ء میں اسے قتل کرا دیا۔ اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ امراء اس کے طرز عمل اور سختی سے نالاں تھے۔ اس لئے جب غازی بیگ تغلق صوبیدار لاہور دہلی پر حملہ آور ہوا۔ تو وہ اس کے ساتھ مل گئے۔ خسرو خاں کو گرفتار کر کے مار دیا گیا۔ اور اس طرح خلجی خاندان کا

خاتمہ ہو گیا ؎

# بیسواں باب

## خاندان تغلق

### ۱۳۲۰ء سے ۱۴۱۴ء تک

ہونے کو تو خاندان تغلق کے آٹھ بادشاہ ہوئے۔ لیکن شہرت دو کو ہی نصیب ہوئی۔ محمد تغلق جو اس خاندان کا دوسرا بادشاہ تھا۔ اپنی برائیوں اور بے وقوفیوں کے لئے بہت بدنام ہے۔ فیروز تغلق جو اس سلسلہ کا تیسرا بادشاہ تھا۔ اپنے اعلےٰ کاموں اور حسن تدبیر کے لئے مشہور ہے ؎

### غیاث الدین تغلق
### ۱۳۲۰ء سے ۱۳۲۵ء

غازی بیگ تغلق صوبیدار لاہور نے عیب خسرو خان کو قتل کر کے میدان صاف کر دیا۔ تو امرا نے

دہلی کا تخت اسے سونپنا چاہا۔ اس نے
کہا کہ میں نے تلوار کو نیام سے محض اس
لیئے نکالا تھا۔ کہ آپ کو اس ظالم کی حکومت
سے نجات دلاؤں۔ اب اگر کوئی شخص شاہی
خاندان میں سے زندہ رہ گیا ہے۔ تو اُسے
لاکر تخت پر بٹھاؤ۔ تاکہ ہم سب اس
کی اطاعت کریں۔ لیکن بدقسمتی سے کوئی شخص
شاہی خاندان سے باقی نہ تھا۔ اس لیئے
امراء دربار نے تختِ دہلی اسی کے سامنے
پیش کیا۔ تخت دہلی پر بیٹھ کر اس نے
غیاث الدین کا لقب اختیار کیا۔

تخت نشین ہوتے ہی اس نے ملک سے
بدنظمی اور ظلم کو دور کرنے کے لیئے کوشش
شروع کردی۔ اس نے شمال مغربی سرحدوں
کو مضبوط کیا۔ تاکہ مغلوں کے متوقع حملے کا
مقابلہ کیا جا سکے۔

دکن اور بنگال کی بغاوتوں کو اُس نے
بڑی کامیابی کے ساتھ فرو کیا۔ ۱۳۲۵ء میں
جب وہ بنگال میں امن و امان قائم کرنے
کے بعد دلّی واپس آرہا تھا۔ تو ایک چوبی خیمہ
کے نیچے آکر مرگیا۔ بعض مورخ اس کی اس

موت کو جونا خاں کی سازش کا نتیجہ بتاتے ہیں اور بعض اس کو محض حادثہ خیال کرتے ہیں۔

## محمد تغلق ۱۳۲۵ء تا ۱۳۵۱ء

غیاث الدین کے مرنے پر اس کا بیٹا جونا خاں محمد تغلق کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد کا حال دو آدمیوں نے لکھا ہے۔ افریقہ کا سیاح ابن بطوطہ اور شاہی درباری ضیاء الدین برنی یہ ہر دو بیان کرتے ہیں۔ کہ بادشاہ بہت قابل شخص تھا۔ فارسی نظم۔ فلسفہ اور ریاضی کا ماہر تھا۔ وہ نہایت خوش نویس تھا۔ اور اپنے زمانے کے علوم و فنون میں بہت دسترس رکھتا تھا۔ بڑا مہماں نواز تھا۔ اس کے دربار میں چین۔ خراسان۔ ترکستان۔ فارس و دیگر مختلف ممالک کے لوگ موجود تھے۔ اور انعام و اکرام پاتے تھے۔ لیکن وہ غصہ ور۔ کوتاہ اندیش اور ضدی تھا۔ مزاج ایسا کہ ذرا سی مخالفت اور ناکامی کی برداشت نہ تھی۔ ذرا سی بات پر سخت سزائیں دیتا تھا۔ یہاں تک کہ رعایا اس کو خونی بادشاہ کہا کرتی تھی۔ اس کی حکومت خوف کی

حکومت تھی - اس میں شک نہیں - کہ اس نے رفاہِ عام کے لئے بڑی بڑی تجاویز کیں۔ لیکن ہر ایک تجویز میں دیوانگی کی جھلک نظر آتی تھی - انہیں تجاویز سے رعایا تباہ و خستہ ہو گئی - اور اس کی طاقت اور اقتدار میں ضعف پیدا ہو گیا - اس کے مفصلہ ذیل کام اس کی کوتاہ اندیشی ظاہر کرتے ہیں ؛

اس کے عہد میں جب مغلوں نے بڑی بھاری فوج کے ساتھ ہند پر حملہ کیا - تو بجائے اس کے کہ ان سے لڑتا - ان کو اپنے خزانہ سے بہت سا روپیہ دے کر واپس جانے پر رضامند کر لیا ؛

اس سے پہلے تو دربار کے عالموں اور شاعروں کو بے شمار روپیہ دے کر خزانہ خالی کر لیا - اور پھر چاندی کی بجائے تانبے کے سکے جاری کئے - لیکن تانبے کے جعلی سکے گھر گھر تیار ہونے شروع ہو گئے - آخر اس نے تنگ آ کر پھر چاندی کے سکے جاری کئے - اور تانبے کے سکوں کے عوض لوگوں کو چاندی کے سکے ادا کئے - اس طرح حکومت کو سخت مالی نقصان ہوا ؛

ایک دفعہ دلّی میں قحط پڑا۔ اس نے اپنی کوتاہ اندیشی سے قحط کے دفعیہ کا یہ طریقہ نکالا - کہ دیوگری کو دولت آباد کے نام سے دار الخلافہ بنایا جائے۔ علاوہ ازیں محمد تغلق کی سلطنت دکن میں بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ چونکہ دلّی دکن سے بہت دور تھی - اور وہاں سے سلطنت کے تمام صوبوں کا انتظام اچھی طرح ممکن نہ تھا۔ اس وجہ سے بادشاہ نے دیوگری کو جو وسط میں تھی اور جہاں سے شمال و جنوب دونوں طرف کے صوبوں کا انتظام بہت اچھا ہو سکتا تھا۔ اپنا دار السلطنت مقرر کیا۔ اگر دار الخلافہ کی تبدیلی پر ہی قناعت کرتا - تو نہایت اچھی بات تھی - مگر اس نے بیوقوفی سے تمام رعایا کو حکم دیا - کہ وہ سب کے سب اپنا مال و اسباب اٹھا کر دیوگری کو روانہ ہو جائیں - اگرچہ لوگوں کے لئے سڑکوں پر ہر ایک قسم کی آسائش کا انتظام کیا گیا - تاہم بیشمار آدمی راستہ میں مر گئے - اور جو دیوگری پہنچے انہیں قحط سے واسطہ پڑا - اور بھوکے مرنے لگے - پھر بادشاہ نے دلّی واپس جانے کا

حکم دیا۔ اس آمد و رفت سے ہزار ہا بندگانِ خدا کی جانیں تلف ہوئیں ٭

ایک دفعہ آنحضرت کو فارس اور تاتار کی فتح کا شوق چرایا۔ اور حصول مدعا کے لیئے ایک لاکھ فوج روانہ کی۔ اکثر آدمی راہ میں ہمالیہ کی برف اور سردی میں ٹھٹھر کر مر گیئے۔ اور رہی سہی فوج جو واپس آئی۔ اسے بادشاہ نے قتل کروا دیا۔ ایک فوج اور اسی غرض کے لیئے تیار کی۔ اس تیاری میں بڑا روپیہ ضائع ہوا۔ لہٰذا مالی حالت ابتر ہوتی چلی گئی ٭

اب مالی حالت کو سدھارنے کے لئے اس نے زمین کا لگان بڑھا دیا۔ اور بڑی سختی سے مالیہ اکٹھا کرنا شروع کیا۔ لوگوں نے تنگ آ کر زمینوں کو چھوڑ دیا۔ اور فصلوں کو جلا کر جنگل کی راہ لی۔ بادشاہ کے دل میں رحم کی بجائے آتش غضب بھڑکی۔ اس نے مفرور زمینداروں کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور جنگلی جانوروں کی طرح ان کا شکار کیا ٭

قدرت نے بھی اس وقت گویا لوگوں کی مخالفت کی۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے دلّی

کے گرد و نواح کا علاقہ تباہ و ویران ہو گیا۔ بادشاہ اپنی بے وقوفی پر پچھتایا۔ اور لوگوں کو واپس لانے کی کوشش کی۔ لگان معاف کر دیا۔ کوئیں کھدوائے۔ اور روپیہ بطور قرضہ دیا۔ محمد تغلق کے مذکورہ بالا کام ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ باوجود پڑھا لکھا ہونے کے بے وقوف اور کوتاہ اندیش تھا۔

محمد تغلق کے دیوانہ وار کاموں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہر چہار طرف بغاوت پھیل گئی۔ صوبوں کے صوبے دار خود مختار ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ دیوگری کا علاقہ محمد تغلق کے قبضہ سے نکل گیا۔ اور وہاں حسن گنگو نے بہمنی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ ایک ہندو راجہ ہری ہر نے وجے نگر کی ریاست قائم کی۔ اور بہت سا حصہ دکن کا بھی اس میں شامل کر لیا۔ گجرات اور بنگالے میں پٹھانوں نے اپنی آزاد سلطنتیں قائم کر لیں۔ تلنگانے اور کرناٹک کے ہندو راجہ جو علاؤالدین خلجی کے وقت میں مطیع کئے گئے تھے۔ اب پھر خود مختار ہو گئے۔ پنجاب بھی بغاوت سے بچ نہ سکا۔ آخر ۱۳۵۱ء میں کراچی کے قریب موسمی بخار

نے محمد تغلق کا خاتمہ کر دیا ٭

## فیروز تغلق ۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء

محمد تغلق کے بعد اس کا بھتیجا فیروز تغلق تخت نشین ہوا۔ فیروز تغلق کی تعلیم و تربیت میں اس کے چچا نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ اس نے چالیس برس کے قریب بادشاہت کی۔ فیروز کی عادات بہت ہی اچھی تھیں۔ وہ ہمیشہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرتا تھا۔ اور بڑا پرہیزگار اور خدا ترس تھا۔ گو وہ اعلیٰ جرنیل نہ تھا۔ لیکن رفاہِ عام کے کاموں میں مشہور تھا ٭

فیروز شاہ پکا سنی مسلمان بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی زندگی مذہبی شریعت کے مطابق گذاری۔ مسلمانوں کا شیعہ فرقہ بھی فیروز شاہ کے سلوک سے مطمئن نہ تھا ٭

## فیروز کا انتظامِ سلطنت

جب وہ تخت پر بیٹھا تو اس نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ میں اپنے ملک کو جو محمد تغلق کے عہد حکومت میں بہت مصائب برداشت کر چکا تھا۔ آرام

دوں گا۔ اس لیئے اس نے ملک کی خوشحالی
اور فارغ البالی کی بہت سی تجویزیں نکالیں۔
بجائے سلطنت کی توسیع کے اس نے ملک
کی حقیقی ترقی کی طرف زیادہ توجہ کی۔ جابجا
نہریں کھدوائیں۔ جس سے بنجر زمینیں سرسبز
اور شاداب نظر آنے لگیں۔ بہت سے
مدرسے اور شفاخانے قائم کیئے۔ سڑکیں
بنوائیں اور محتاجوں کے لیئے محتاج خانے
جاری کیئے۔ جہاں ان کو کھانا مفت تقسیم
کیا جاتا تھا۔ بہت سے غریب مسلمانوں کی
لڑکیوں کی شادیاں شاہی خرچ پر کرادیں
بعض ناپسندیدہ محصول معاف کردیئے۔
اور اپنی ذاتی آمدنی کو مالیہ سلطنت سے
بالکل الگ رکھا۔ فرشتہ لکھتا ہے۔ کہ
اس نے ۴۰ مساجد ۱۰۰ سرائیں ۱۰۰ ہسپتال
۱۰۰ حمام اور ۱۵۰ پل بنوائے۔ بعض ہولناک
سزائیں جو مجرموں کو دی جاتی تھیں۔ بالکل
موقوف کردیں۔ جتنا روپیہ محمد تغلق نے
بطور قرضہ کسانوں کو دے رکھا تھا۔ فیروز شاہ
نے معاف کردیا۔ اور جن کی جائداد ضبط
ہو گئی تھی۔ ان کو معقول معاوضہ دے کر

مطمئن کر دیا - تمام بنجر زمینوں پر شاہی قبضہ ہوگیا - اور ان کی آمدنی تعلیم اور مذہب کی اشاعت میں خرچ ہونے لگی - محکمہ عمارات میں بھی فیروز نے خاص دلچسپی لی - اُس نے کئی شہر مثلاً جونپور اور فیروز آباد دہلی کے نزدیک آباد کئے - جمنا اور ستلج سے نہریں کاٹ کر ان نئے شہروں کے لئے پانی مہیا کیا - اس نے بہت سے باغ بھی لگوا دئے - باغوں سے معقول آمدنی ہونے لگی ۔

الغرض اس نیک دل بادشاہ کے عہد میں لوگوں کو ہر طرح کا آرام حاصل ہوا - لوگ اس نیک دل بادشاہ کی گویا پرستش کرتے تھے - اس لئے نہیں کہ اس نے برائیوں کی اصلاح کی - افسروں کے جبر و تشدد کو روکا - ناجائز ٹیکسوں کو موقوف کر دیا - آب پاشی کو ترقی دے کر ملک کو خوشحال بنایا - بلکہ خاص کر اس لئے کہ رعیت کے ساتھ اس کا سلوک ہمدردانہ تھا - غریبوں اور محتاجوں کی حفاظت کرتا تھا - اور ہر حال میں ان کا غمخوار اور

ہمدرد تھا- اور عمر رسیدہ لوگوں کو اپنے عہدوں سے بلا وجہ علیحدہ نہیں کرتا تھا- بلکہ ان کی جگہ ان کے لڑکوں کو دے دیتا تھا؂

## خاندان تغلق کا زوال

۱۳۸۷ء میں فیروز شاہ نے تاج و تخت اپنے لڑکے نصیر الدین کے سپرد کیا- اور ایک سال کے اندر اندر انتقال کر گیا- فیروز شاہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں اور پوتوں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی- غیاث الدین ثانی - ابوبکر اور نصیر الدین یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے- لیکن ملک کی حالت کو کوئی بہتر نہ بنا سکا- ۱۳۹۴ء میں نصیر الدین کا نابالغ بیٹا محمود تخت پر بٹھایا گیا- لیکن اس کی تخت نشینی خاندان تغلق کا خاتمہ ثابت ہوئی کیونکہ تاتاریوں نے امیر تیمور کی سرکردگی میں ہند پر حملہ کر دیا؂

**امیر تیمور** امیر تیمور سمرقند کی ترکی ریاست کا حکمران تھا- اور اپنے تئیں چنگیز خاں کی اولاد سے بتلاتا تھا- اس نے وسط ایشیا اور ایشیائے کوچک کی فتح کے بعد ہندوستان کا

رخ کیا - کیونکہ وہ ہندوستان کی آسودگی اور دولتمندی اور سلطنت دہلی کی کمزوری کی خبریں عرصہ سے سن رہا تھا - تیمور بڑا بہادر مگر پرلے درجے کا بیرحم اور سنگدل آدمی تھا - وہ ہندوستان میں اس خیال سے نہیں آیا تھا - کہ اپنے خاندان کی سلطنت قائم کرے - اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے - کہ اس نے یہ کشت و خون دین اسلام کی اشاعت کے لئے روا رکھا تھا - کیونکہ دلّی کا پٹھان بادشاہ خود مسلمان تھا - بلکہ اس کے آنے کا سبب صرف لوٹ مار کا شوق تھا ٭

۱۳۹۸ء میں اس نے دریائے اٹک کو عبور کیا - اور ایک سال کے اندر اندر قریباً ایک لاکھ قیدیوں کے ساتھ دہلی کی فصیل کے سامنے آ ڈٹا - اس نے ۱۵ سال کی عمر سے زیادہ کے تمام قیدیوں کو نہایت بیدردی سے قتل کروا دیا - محمود تغلق نے کئی دن کے محاصرے سے تنگ آکر فصیل شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہا - لیکن شکست کھائی - اور گجرات کی طرف بھاگ گیا - امیر تیمور نے دہلی میں داخل ہوتے ہی ہندوستان کی شہنشاہی کا نقارہ اپنے نام

پر بجوایا - اور باشندگان دہلی کو عام معافی دے دی - لیکن تاتاریوں اور شہریوں میں تنازعہ ہوگیا - اور تیمور کے حکم سے شہریوں کا وہ قتل عام ہؤا - کہ اس کے خیال سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں - تیمور اور اس کے افسروں کی سنگ دلی کا یہ عالم تھا - کہ وہ خود تو اس وقت محلات میں رنگ رلیاں مناتے رہے - اور شہر میں گھمسان مچ رہا تھا - تیمور دہلی میں پندرہ دن سے زیادہ نہ ٹھیرا - اس نے واپسی کے وقت میرٹھ اور ہردوار کو خوب لوٹا - بے شمار مال و دولت ہمراہ لے کر سمرقند کو چلا گیا - اور خضر خاں کو ہندوستان میں اپنا نائب مقرر کر گیا ۔

اگرچہ تاتاری تھوڑا عرصہ ہندوستان میں ٹھیرے - مگر جو ظلم و ستم انہوں نے اس ملک میں کئے - وہ آج تک ہندوستان کے باشندوں کے دلوں کو ہلا دیتے ہیں - اس واقعہ نے تغلق خاندان کو قطعاً تباہ کر دیا ۔

---

# اکیسواں باب

## خاندان سادات و لودھی

## اور

## اسلامی فتوحات کی وجوہات

### خاندان سادات
### سنہ ۱۴۱۴ء سے سنہ ۱۴۵۱ء

تغلق خاندان کا آخری بادشاہ محمود تغلق تھا۔ جس کی وفات کے بعد تغلق خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔ اور امراء نے دولت خاں لودھی کو سلطان منتخب کیا۔ لیکن سید خضر خاں جو تیمور کا وائسرائے تھا۔ اس امر سے متفق نہ ہؤا۔ اور دولت خاں کو تخت سے علٰحدہ کرکے خود تخت نشین ہو گیا۔ خضر خاں اور اس کے جانشینوں کا عہد سادات کا عہد کہلاتا ہے۔ اس خاندان کی سلطنت دہلی اور اس کے گرد و نواح کے چند میل تک محدود تھی۔ خضر خاں سات

سال تک تخت دہلی پر متمکن رہا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا سید مبارک بارہ سال تک حکومت کرنے کے بعد قتل ہؤا۔ پھر اس کا بھتیجا سید محمود سلطان بنا۔ اس زمانہ میں سلطان مالوہ اس پر حملہ آور ہوا۔ لیکن بہلول خاں لودھی صوبہ دار پنجاب کی بروقت امداد نے اسے بچا لیا۔ جب سید محمود فوت ہؤا۔ تو اس کا لڑکا علاؤالدین تخت نشین ہؤا۔ لیکن حکومت کی باگ ڈور نہ سنبھال سکا۔ اس لئے خود اپنی مرضی سے تاج و تخت بہلول خاں لودھی کو دے دیا۔ اور خود حکومت سے کنارہ کش ہوگیا۔ بہلول خاں کی تخت نشینی کے ساتھ خاندان سادات کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور خاندان لودھی کا عہد شروع ہوگیا ✤

## خاندان لودھی ۱۴۵۱ء سے ۱۵۲۶ء تک

### بہلول لودھی ۱۴۵۱ء سے ۱۴۸۸ء

**بہلول لودھی کی سادگی**

بہلول لودھی سادگی کے ساتھ رہتا۔ اور پاکیزہ زندگی بسر کرتا تھا۔ بہادری

اور فیاضی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ؂

اس کی تخت نشینی کے وقت سلطان جونپور خود مختار تھا۔ اور اسے بھی ابتدا میں اس کو تسلیم کر لینا پڑا۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنی غلطی کو محسوس کیا۔ اور سلطان جونپور کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ جس میں وہ عموماً کامیاب ہی رہا۔ آخر اس نے ریاست جونپور کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اور اپنے لڑکے باربک شاہ کو اس کا صوبہ دار مقرر کیا۔ ۱۴۸۸ء میں بہلول فوت ہوگیا ؂

## سکندر لودھی ۱۴۸۸ء سے ۱۵۱۷ء

بہلول کی وفات کی خبر سن کر اس کا ایک لڑکا نظام خاں بڑی سرعت کے ساتھ دہلی پہنچا۔ اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے اپنے لئے سکندر کا لقب پسند کیا۔ اور وہ اسی نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔ اس کے بڑے بھائی باربک صوبہ دار جونپور نے بھی آخر سکندر کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ سابق والئے جونپور سلطان حسین

نے اپنا علاقہ دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے شکست ہوئی۔ اور بہار اور تربت کا علاقہ بھی جو اس کے قبضے میں رہ گیا تھا۔ سکندر نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ گوالیار کے قرب و جوار کی ریاستوں کو بھی اس نے اپنے مطیع کیا ؂

۱۵۰۵ء میں ہندوستان اور فارس میں ایک زبردست زلزلہ آیا۔ جس نے دونوں ملکوں کو خوفزدہ کر دیا ؂

سکندر نے کبھی کبھی آگرہ میں قیام کرنا شروع کیا۔ اور سکندرہ قصبہ اسی کے نام پر تعمیر ہؤا۔ وہ ۱۵۱۷ء میں اٹھائیس سال حکومت کرنے اور سلطنت کو کافی وسعت دینے کے بعد ملک عدم کو سدھارا ؂

## ابراہیم لودھی ۱۵۱۷ء سے ۱۵۲۶ء

سکندر کی وفات پر اس کا تیسرا بیٹا ابراہیم دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اور ریاست جونپور اس کے بھائی جلال کے حصہ میں آئی۔ حکومت کی اس تقسیم سے دونوں بھائی مطمئن نہ تھے۔ اس لئے باہمی جنگ جاری ہوگئی۔ جس کا نتیجہ جلال کی تباہی ہؤا ؂

ابراہیم اور امراء دربار میں بھی کھٹ پھٹ رہتی تھی۔ اس لئے بارہا بغاوتیں ہوئیں جنہیں اس نے بڑی بے رحمی کے ساتھ فرو کیا۔ آخر دولت خاں لودھی صوبہ دار پنجاب نے مایوس ہوکر بابر شاہ کابل سے مدد چاہی ❊

بابر نے موقعہ کو غنیمت جانا۔ اور زبردست لشکر لے کر ابراہیم کے ساتھ لڑنے کے لئے ہندوستان میں آ پہنچا۔ پانی پت کے مقام پر ابراہیم کا ہندوستانی لشکر بابر کی افواج کو بھگا دینے کے لئے موجود تھا۔ لیکن ہندوستانی افواج بابر کی جفاکش فوج کا مقابلہ نہ کرسکیں۔ اور ابراہیم کو شکست فاش ہوئی۔ اور وہ وہیں کام آیا۔ پانی پت میں ابراہیم لودھی کا مقبرہ اب تک موجود ہے ❊

بابر نے ۱۵۲۶ء میں ہندوستان کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور بابر کے عہد سے ہم ہندوستان کی تاریخ کے زیادہ دلچسپ اور معتبر عہد پر پہنچتے ہیں۔ مگر پیشتر اس کے کہ ہم مغل بادشاہوں کے عہد کا ذکر کریں۔ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک علیحدہ باب میں پندرھویں صدی میں ہندوستان

کی ملکی حالت پر روشنی ڈالیں۔ اور شمالی ہند کے علاوہ دکن کی ہندو اور مسلمان ریاستوں کا بھی مختصر ذکر کریں۔ لہٰذا اگلے باب میں ہم ان باتوں کا ذکر کرینگے*

## مسلمانوں کی فتوحات کی وجوہات

مسلمان سرد ملک کے باشندے تھے۔ اس لئے قد آور۔ جفاکش۔ مضبوط اور بہادر تھے۔ بہادری میں گو ان کے مخالف ہندو بھی کم نہ تھے۔ مگر اکثر آپس کے تفرقوں کی وجہ سے مغلوب ہو جاتے تھے۔ اور بھی چند وجوہات مسلمانوں کی فتح پانے کی ذیل میں درج ہیں:-

(۱)۔ مسلمان اپنے وطن سے ہزاروں کوس کے فاصلے پر آکر لڑ رہے تھے۔ اس لئے ان کے سامنے دو ہی باتیں تھیں۔ موت یا فتح۔ اگر فتحیاب ہوئے۔ تو ملک ان کا حکومت ان کی۔ اگر شکست کھائی تو بھی وطن تک نہ پہنچ سکیں گے۔ میدان جنگ سے جان بچیگی۔ تو راستے میں مارے جائیں گے۔ اس لئے وہ میدان میں خوب جان توڑ کر لڑتے تھے*

(۲) - مسلمان ہر لڑائی کو مذہبی سمجھ کر لڑتے تھے - اور اس وجہ سے ان میں لڑائی کے وقت خاص جوش پیدا ہو جاتا تھا - اور فتح کی صورت میں حکومت کے علاوہ مال غنیمت کا لالچ تھا - اس لیئے وہ آخری دم تک مردانہ وار لڑتے تھے - بخلاف اس کے ہنود کے سامنے صرف اپنے ملک کی حفاظت کا سوال ہوتا تھا - اور سپاہیوں کو کسی قسم کے انعام واکرام کا لالچ نہ ہوتا تھا ٭

(۳) - مسلمان لشکر صرف ایک کمانڈر کے ماتحت لڑتا تھا - اور صرف اسی کے اشارہ پر کام کرتا تھا - دوسری طرف ہندو لشکر مختلف سرداروں کے ماتحت ہوتا - اور ہر گروہ صرف اپنے ہی سردار کے حکم کی اطاعت کرتا - اس طرح مسلمان لشکر منظم ہوتا - اور ہندو لشکر مختلف قبیلوں کا ایک غیر منظم گروہ ہوتا تھا ٭

(۴) - مسلمان فن جنگ میں ہندوؤں سے زیادہ ماہر تھے - اور نئے نئے ہتھیار استعمال کرنا جانتے تھے - ہندو ہر

لڑائی میں ہاتھیوں کو ساتھ رکھتے تھے اور بڑے بڑے سردار عموماً انہیں پر سوار ہوتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کے چست و چالاک سواروں اور توپوں کے سامنے ہاتھی بدک جاتے تھے۔ اس طرح ہندو فوج کچھ تو ہاتھیوں کے پاؤں تلے روندی جاتی تھی۔ اور کچھ اس افراتفری میں مسلمان حملہ آوروں کی تلوار کا شکار ہو جاتی تھی ۔

ہندوستان میں اسلامی سلطنت قائم کرنے کا قرعہ قطب الدین ایبک کے نام نکلا۔ جو خاندان غلامان کا بانی ہوا۔ غلام بادشاہوں نے مسلمانوں کی سلطنت کو اور زبردست بنا دیا۔ کیونکہ جب ان میں سے کسی بادشاہ کا بیٹا کمزور اور نالائق ہوتا۔ تو وہ بجائے بیٹے کے اپنے کسی بہادر اور لائق غلام کو اپنا جانشین مقرر کر دیتا۔ چنانچہ غلاموں میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے۔ جنہوں نے سلطنت کو بہت ترقی دی۔ جب اس طرح مسلمانوں کی سلطنت خوب مستحکم ہو گئی۔ تو بادشاہ کمزور ہو یا ظالم۔ لوگ

اسے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا سمجھ کر خاموش رہنے لگے ۔

# بائیسواں باب

## بابر کی آمد سے پیشتر ہندوستان کی سیاسی حالت

**پندرھویں صدی میں**

دہلی کے مسلمان بادشاہوں نے بارہا شمالی ہند کے مختلف صوبوں کو مطیع کیا۔ دکن تک کی ریاستوں سے خراج وصول کیا۔ لیکن صوبوں اور ریاستوں کی اطاعت اور باجگزاری صرف اس وقت تک تھی۔ جب تک کہ دہلی کا بادشاہ مضبوط ہوتا۔ جونہی سلطان دہلی کمزوری ظاہر کرتا۔ باجگزار ریاستیں اور مطیع صوبے اپنی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتے۔



ناصر الدین



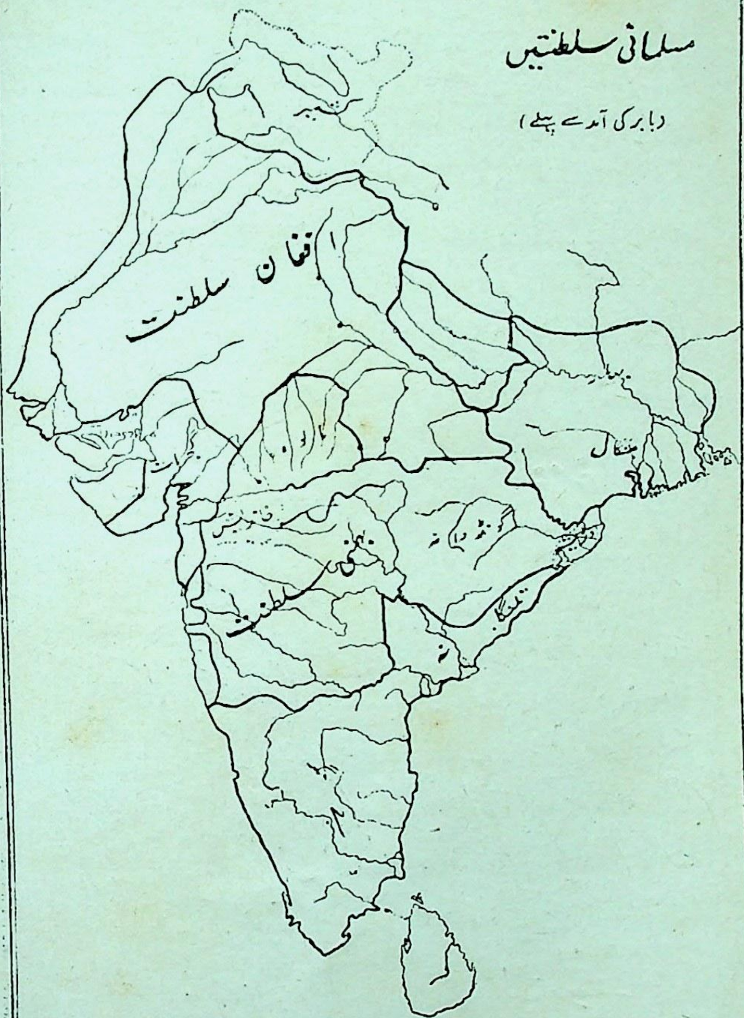
محمدؐ غوری



پرتھی راج



امیر تیمور


مسلمانی سلطنتیں
(بابر کی آمد سے پہلے)
افغان سلطنت
بنگال

اس لیئے یہ کہنا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلطان دہلی عموماً دہلی کے گرد و نواح کا ہی حقیقی بادشاہ ہوتا تھا۔ اور شہنشاہ ہند محض لفظی۔ جب ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور کے حملے نے تغلق خاندان کی کمزور حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ تو وہ خاندان برائے نام بھی شہنشاہی کا دعویدار نہ رہا۔ اور دکن کی باجگزار ریاستوں اور شمالی ہند کے اطاعت گذار صوبوں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ان ریاستوں اور صوبوں کا حال ذیل میں درج ہے ؛

## سلطنت بنگال

بختیار خلجی نے بارھویں صدی کے آخر میں بنگال کی خود مختاری کا اعلان کیا۔ چونکہ بنگال دہلی سے بہت فاصلہ پر تھا۔ اس لیئے عموماً اس ملک کے صوبیدار من مانی کارروائیاں کر لیا کرتے تھے۔ اور مرکزی حکومت کی اطاعت برائے نام ہوتی تھی۔ فیروز تغلق کے عہد میں جب شمس الدین الیاس المعروف حاجی الیاس نے خود مختاری کا اعلان کیا۔ تو فیروز تغلق نے ۱۳۵۳ء میں

اسے مطیع کرنے کے لئے ایک لشکر جرار بھیجا۔ لیکن وہ ناکام واپس آیا۔ اور اس طرح بنگال بالکل آزاد ہوگیا۔ اور حاجی الیاس اس کا بادشاہ بن بیٹھا۔ جب تک کہ اکبر نے بنگال کو پوری طرح فتح نہ کر لیا۔ اس صوبہ کی حکومت مختلف خاندانوں کے ہاتھوں میں منتقل ہوتی رہی۔ اور ملک میں بدنظمی جاری رہی ؀

۱۴۸۹ء میں سید علاؤ الدین نے تخت سنبھالا۔ اس نے شاہ حسین والئے جونپور کو بہلول لودھی سے شکست کھانے کے بعد اپنے ہاں پناہ دی۔ لیکن بعد میں اسے ملک بدر کرنا ہی پڑا ؀

۱۵۳۸ء میں محمود شاہ کو شیر شاہ نے جلاوطن کیا۔ جسے ہمایوں نے دوبارہ تخت نشین کیا۔ پھر شیر شاہ سوری نے بنگال کو اپنے قبضہ میں کرکے سوری خاندان کی بنیاد ڈالی۔ جو ۱۵۴۳ء تک اس صوبہ پر حکومت کرتا رہا۔ آخر اکبر نے اس صوبہ کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ؀

## سلطنت جونپور

محمود تغلق نے خواجہ جہاں کو جونپور کا صوبیدار مقرر کیا تھا۔ لیکن اس نے جلد ہی محمود تغلق سے بغاوت کر کے شرقی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ اور اتنی قوت پیدا کر لی۔ کہ قنوج۔ اودھ۔ بہار اور کنٹرا کے راجوں کو اس کا باجگزار بننا پڑا۔ شرقی خاندان عربی اور فارسی علم و ادب کے بڑے ماہر اور سرپرست تھے۔ سلطان حسین جسے شکست کھا کر فرار ہونا پڑا۔ خود ماہر موسیقی اور شاعر تھا۔ جونپور کی علم پروری کا ایسا زبردست شہرہ تھا۔ کہ اسے لوگ ہندوستان کا شیراز کہتے تھے۔ جونپور کی آتل مسجد جسے ابراہیم نے بنوایا۔ لال مسجد جو اس کے لڑکے نے بنوائی اور اسی طرح کی دیگر عمارات جو فن تعمیر کا بہترین نمونہ اور شرقی خاندان کے حسنِ مذاق کی یادگار ہیں۔ اب تک جونپور میں موجود ہیں ٭

## سلطنتِ گجرات

۱۳۹۱ء میں سلطنت دہلی نے ظفر خاں نامی ایک جرنیل کو گجرات کی بغاوت فرو

کرنے کے لئے بھیجا - جب بغاوت فرو ہو
گئی - تو اس نے تغلق خاندان کی روز
افزوں کمزوری کو دیکھ کر اپنی خود مختاری
کا اعلان کر دیا - اور ایک نئے خاندان کی
بنیاد ڈالی - حکومت مالوہ کے ساتھ ایک مدت
تک اس ریاست کی جنگ رہی - اور اس
دوران میں اس کی خود مختاری میں ذرا
بھی فرق نہ آیا - ۱۵۷۲ء میں اکبر نے اس
صوبہ کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل
کر لیا ۔

ظفر خاں کے پوتے احمد نے احمد آباد کا
شہر تعمیر کرایا - یہ شہر جو عالی شان فلک نما
خوبصورت اور کشادہ مکانات اور فن تعمیر
کی گونا گوں خوبیوں کا مجموعہ ہے - اس
کے حسن مذاق کی زندہ یادگار ہے ۔

**مالوہ** مالوہ کی حکومت ایک شخص دلاور خاں
غوری نے قائم کی - مالوہ کی ریاست
بتیس دانتوں میں ایک زبان کی مانند تھی -
مغرب کی طرف گجرات کا صوبہ ہر وقت اسے
تباہ کرنے کے لئے تیار رہتا - شمال کی طرف
دہلی کی مرکزی حکومت اور مشرق کی طرف

ریاست جونپور کی افواج اس پر دانت رکھتی تھیں - ادھر راجپوتانہ کے راجپوت شاید ہی کبھی مالوہ کے مسلمان حکمرانوں کو آرام لینے دیتے ہوں ؛

۱۵۳۰ء میں بہادر شاہ والئے گجرات نے اسے فتح کر کے اپنے تصرف میں کر لیا - آخر ۱۵۶۴ء میں اکبر نے اسے بھی فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ؛

**بہمنی** دکن کی تمام ریاستوں میں بہمنی خاندان کی ریاست سب سے زیادہ مشہور ہوئی ہے - ظفر خاں بہمنی خاندان کا بانی تھا - اس نے ۱۳۴۷ء میں محمد تغلق کے خلاف بغاوت کی - اور آزاد ہو بیٹھا - یہ خاندان کم و بیش ایک سو ستر سال تک حکمران رہا ؛

مشہور ہے - کہ اس خاندان کا بانی ظفر خاں گنگو نامی ایک برہمن کا غلام تھا - اس برہمن نے پیشین گوئی کی تھی - کہ ایک دن ظفر بادشاہ بنیگا - جب ظفر بادشاہ ہو گیا - تو اس نے علاؤ الدین حسن گنگو بہمنی کا لقب اپنے نام کے ساتھ لگا کر اپنے مالک کی طرف

اظہار عقیدت کیا ۔

گلبرگہ اس کا دار الخلافہ تھا۔ شروع شروع میں تو بیجا نگر اور وارنگل کی ہندو ریاستیں بہمنی خاندان کے ساتھ مل کر حکومت دہلی کا مقابلہ کرتی رہیں ۔ لیکن کچھ عرصہ بعد آپس میں جنگ چھڑ گئی ۔ جس میں آخری فتح مسلمانوں کو ہوئی ۔

سنہ ۱۵۲۶ء میں اس خاندان کا آخری بادشاہ انتقال کر گیا ۔ اس کی موت سے پیشتر ہی اس ریاست کی کئی خود مختار ریاستیں بن چکی تھیں ۔ جن کو مغلوں نے آہستہ آہستہ مسخر کر لیا ۔ اس میں سے یہ ریاستیں خاص کر مشہور تھیں :-

(۱) - عادل شاہی خاندان جس کا بانی یوسف عادل شاہ تھا ۔ سنہ ۱۴۸۹ء سے سنہ ۱۶۸۶ء تک بیجاپور پر حکمراں رہا ۔ سنہ ۱۶۸۶ء میں اورنگ زیب نے اس کو فتح کیا ۔

(۲) - نظام شاہی خاندان کا بانی احمد تھا ۔ جس نے سنہ ۱۴۸۷ء میں احمد نگر میں اپنی آزاد حکومت قائم کی ۔ چاند بی بی نے اکبر کی افواج کو اپنی زندگی میں اس ریاست

کو فتح کرنے سے روکا - اور تاریخ میں شہرت حاصل کی - ملک عنبر بھی اس ریاست کا زبردست حکمراں تھا - ۱۶۳۶ء میں شاہجہاں نے اس ریاست کو اپنی سلطنت سے ملحق کیا ؛

(۳) - قطب شاہی خاندان جس کی بناء قطب الملک نے ۱۵۱۲ء میں رکھی ریاست گولکنڈہ پر ۱۶۸۷ء تک آزادانہ حکومت کرتا رہا - آخر اورنگ زیب نے ۱۶۸۷ء میں اس کی آزادی کا خاتمہ کر دیا ؛

(۴) - برار ۱۶۸۴ء سے ۱۵۷۲ء عماد شاہی خاندان کے ماتحت رہا - جبکہ ریاست احمدنگر نے اسے فتح کرکے اپنے ساتھ ملا لیا ؛

(۵) - بریدشاہی خاندان ۱۴۹۲ء سے ۱۶۵۷ء تک بدار پر حکمران رہا - جسے آخرکار ۱۶۵۷ء میں اورنگ زیب نے فتح کر لیا ؛

## بیجانگر یا وجے نگر

جب محمد تغلق نے ہوسالہ خاندان (ریاست میسور) کی طاقت تباہ کردی - تو دریائے کرشنا کے شمال کی طرف پانچ بھائیوں نے ایک آزاد حکومت قائم کرلی - ان بھائیوں میں سے ہری ہر

اور بکارائے بیجا نگر کے پہلے راجے تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یہ نئی حکومت اس تیزی سے پھیلی کہ جلد ہی مسلمانوں کو مدورا اور پانڈیہ سے خارج کر دیا گیا۔ چولا کی حکومت بھی اس میں مل گئی۔ شہرہ آفاق مدھوا اچاریہ اور اس کا بھائی سیانا چاریہ جو ویدوں اور دوسری مذہبی کتابوں کی شرح کرنے کے لئے مشہور ہے۔ پہلے چار راجوں کے وزیر تھے۔

**طرز حکومت**

راجہ بالکل مطلق العنان ہوتا تھا۔ راجہ کی خدمت میں مسلح عورتیں کام کرتی تھیں۔ ریاست دو سو صوبوں میں منقسم تھی۔ ہر صوبہ ایک صوبیدار کے ماتحت تھا۔ جو اپنے صوبہ میں کامل اختیارات رکھتا تھا۔ لیکن راجہ کے سامنے وہ بالکل بے لبس ہوتا تھا۔ ہر ایک صوبہ دار کو ایک مقررہ تعداد مسلح سپاہیوں کی رکھنی پڑتی تھی۔ اس طرح ریاست کی فوج دس لاکھ کے قریب تھی۔ مالیہ بہت ہوتا تھا۔ راجہ اور امراء تو عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن عوام کے پاس گذارہ کے لئے بمشکل کچھ بچتا تھا۔ جرائم کی سزا بہت شدید ہوتی تھی۔ رسم ستی

زوروں پر تھی - چنانچہ جب راجہ مرتا - تو چار پانچ سو عورتوں کو اس کے ساتھ جلنا پڑتا تھا ⁂

یہ تو ملک کی اندرونی حالت تھی - اب بیرونی حالت سنئے - یہ ریاست پہلے تو مسلمان سلطانوں کے ساتھ لڑتی رہتی تھی - پھر جب بہمنی خاندان کی جمعیت بکھر گئی - اور پانچ مختلف ریاستیں قائم ہوگئیں - تو یہ ان ریاستوں کے ساتھ جنگ آزما رہی - اس ریاست کا مشہور ترین راجہ کرشن دیو تھا - اس نے ۱۵۰۹ء سے ۱۵۲۹ء تک حکومت کی - اس نے اڑیسہ - گولکنڈہ اور بیجاپور کی افواج کو مغلوب کیا - اس کے اعلےٰ اخلاق اور مذہب پرستی کے جذبہ نے اسے ریاست میں بہت ہر دلعزیز بنا دیا تھا ⁂

## جنگ تلی کوٹ

سدا سیو جب راجہ بنا - تو اصل طاقت اس کے بہنوئی رام راجہ کے ہاتھ میں چلی گئی - اور وہ خود برائے نام راجہ رہ گیا - رام راجہ بڑا بد دماغ اور مغرور تھا - دکن کی پانچ مسلمان سلطنتوں میں سے چار نے اپنے

باہمی اختلافات کو مٹا کر اس راجہ کی قوت کو توڑنے کے لئے ایک لشکر جرار بہم پہنچایا۔ دوسری طرف سے رام راجہ بھی اپنا ٹڈی دل لشکر لے کر تلی کوٹ کے میدان میں آن موجود ہؤا۔ اور ۱۵۶۵ء میں گھمسان کا معرکہ ہؤا۔ اس جنگ میں رام راجہ گرفتار ہؤا۔ اور موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ اور ہندوؤں کا ٹڈی دل لشکر شکست فاش کھا کر فرار ہوگیا۔ وجے نگر شہر کو جو رام راجہ کا دارالخلافہ تھا۔ بڑی بے رحمی کے ساتھ لوٹا گیا۔ اور آخر کار تباہ و برباد کر دیا گیا۔

# تیئیسواں باب

## مغلیہ خاندان

## ظہیر الدین بابر ۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء تک

| | |
|---|---|
| مغل | مغل اور منگول ایک ہی لفظ ہیں۔ |

مغل اس ملک سے آئے تھے۔ جسے اب منگولیا کہتے ہیں۔ اپنے وطن میں ان کی عادات وحشیانہ تھیں۔ ایک نوعمر منگول چنگیز خاں اقتدار حاصل کرتے کرتے ان کا بادشاہ بن گیا۔ اس نے منگولیا۔ شمالی چین اور ترکستان پر قابض ہوکر خوارزم کی سلطنت کا رخ کیا۔ بخارا۔ سمرقند۔ مرو اور دیگر شہروں کو تاخت وتاراج کیا۔ اور لکھوکھا خلق خدا کی جانیں تلف کیں۔ اس خونخوار فاتح اور اس کے سپہ سالاروں نے پھر اس ملک میں جسے اب افغانستان کہتے ہیں یورش کی۔ غزنی کو لوٹا اور ہرات پر حملہ کرکے سر کر لیا۔

## بابر کی ابتدائی زندگی

بابر عمر شیخ والئے فرغانہ کا بیٹا تھا۔ ماں اور باپ کی طرف سے اس کا تعلق چنگیز خاں اور امیر تیمور کی نسل سے تھا۔ عمر شیخ کی وفات کے وقت بابر کی عمر صرف بارہ سال کی تھی۔ چچا نے ننھے بھتیجے کی دلجوئی کی بجائے ریاست چھین لینے کی ٹھانی۔ اور حملہ کر دیا۔ عرصہ تک لڑائی ہوتی رہی۔ کبھی بابر کا پلہ بھاری رہتا۔ اور کبھی چچا کا۔ آخر جب

بابر کو اپنی کامیابی کی قطعاً امید نہ رہی۔ تو اس نے اپنے وطن کو الوداع کہا۔ اپنی مٹھی بھر لیکن جان نثار اور بہادر ترکی فوج کے ساتھ اس نے ۱۵۰۴ء میں غزنی۔ بدخشاں اور قندھار پر قبضہ کر لیا۔ ملک افغانستان میں اپنی سلطنت مستحکم کرنے کے بعد قبضہ کرنے کی نیت سے تین دفعہ پٹھانوں کے عہد میں وہ ہندوستان آیا۔ لیکن اسے پوری کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ آخر جب دولت خاں لودھی اور رانا سانگا نے بلاوا بھیجا۔ تو اپنے وزیروں مشیروں کے مشورہ سے ایک دفعہ پھر قسمت آزمائی کے لئے ہندوستان کی طرف روانہ ہؤا۔ پشاور اور لاہور وغیرہ کو فتح کر کے سیدھا دہلی کی طرف ہو لیا۔

## پانی پت کی پہلی لڑائی ۱۵۲۶ء

۱۵۲۶ء میں پانی پت کے مشہور میدان پر خیمہ زن ہؤا۔ ابراہیم بھی ایک لاکھ فوج لے کر اس کے مقابلہ کو نکلا۔ لڑائی اس شدت کے ساتھ ہوئی۔ کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ابراہیم نے مردانگی کی داد دی۔ مگر آخر

شکست کھائی۔ اور جہاں کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے۔ وہیں آپ بھی کٹ مرا۔ اس فتح سے دلی اور آگرہ دونوں بابر کے قبضہ میں آگئے۔ اور ان دونوں شہروں میں اس نے اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دیا÷

پانی پت کی لڑائی میں بابر کی فتح کے مفصلہ ذیل اسباب تھے:۔

(۱)۔ بابر کی فوج قواعد دان اور تجربہ کار تھی۔ ہر ایک سپاہی تقریباً سو سو لڑائیاں لڑ چکا تھا۔ اور بابر کا ہر طرح فرمانبردار اور جان نثار تھا۔ لیکن ابراہیم کی فوج میں بدنظمی اور بغاوت پھیلی ہوئی تھی۔ اور ابراہیم خود بھی ایسا اعلے اور تجربہ کار جرنیل نہ تھا۔ جیسا کہ بابر÷

(۲)۔ بابر نے یورپ کے توپخانہ کا نہایت کامیابی کے ساتھ استعمال کیا۔ اور اس توپخانہ نے ابراہیم کی فوج کو سامنے سے حملے کرنے سے روکے رکھا۔ اور فتح میں ایک نمایاں حصہ لیا÷

(۳)۔ افغانی سپاہی ہندوستان کے گرم میدانوں میں رہ کر اپنی موروثی طاقت

اور ہمت کھو بیٹھے تھے۔ لیکن ترک نووارد اور تازہ دم تھے۔ بگولے کی طرح ہند کے پٹھانوں پر ٹوٹ پڑے۔

(۴)۔ پورس کی طرح ابراہیم کو اپنے ہاتھیوں پر اعتماد تھا۔ لیکن بجائے فائدہ مند ثابت ہونے کے انہوں نے الٹا ابراہیم کی فوج کو نقصان پہنچایا۔

(۵)۔ بابر وہی چال چلا جو سکندر پورس کے مقابلہ میں نہایت کامیابی سے چلا تھا۔ یعنی اس نے رسالہ اور فوج کو چکر دے کر نہایت سرعت و تیزی سے دشمن کے عقب پر حملہ کر دیا۔ جس سے ابراہیم کی صفیں ٹوٹ گئیں۔ اور اس کی فوج میں بھاگڑ پڑ گئی۔ اور سولہ ہزار جوانوں کے ساتھ خود ابراہیم کو اپنی جان قربان کرنی پڑی۔

دہلی کی فتح کے بعد بابر نے اپنے بیٹے ہمایوں کو مشرق کی طرف بھیجا۔ اس نے چار ماہ کی قلیل مدت میں وہ تمام صوبے جو لودھی حکمرانوں کے ماتحت تھے۔ بابر کی سلطنت میں شامل کر لئے۔ جونپور۔ دھولپور

اور گوالیار کو بھی ہمایوں نے مطیع کر لیا۔

## جنگ کنواہہ ۱۵۲۷ء

بابر کا سب سے زیادہ زبردست دشمن راجہ سنگرام سنگھ (رانا سانگا) والئے چتوڑ تھا۔ رانا بہت بہادر تھا۔ ایک لڑائی میں اس کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ دوسری لڑائی میں ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔ اس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی۔ اور جسم پر اسی زخموں کے نشان موجود تھے۔ اس شخص نے دولت خاں لودھی کے ساتھ مل کر بابر کو خود ہندوستان میں آنے کی دعوت دی تھی۔ خیال یہ تھا۔ کہ جس طرح محمود اور تیمور آندھی کی طرح آئے۔ اور بگولے کی طرح چلے گئے۔ اسی طرح بابر بھی چلا جائیگا۔ اور پھر دلی کی بادشاہت میری ہوگی۔ لیکن جب دیکھا۔ کہ معاملہ دگرگوں ہے۔ تو ایک ٹڈی دل لشکر تیار کیا۔ اور راجپوتانہ کے تمام راجے۔ محمود لودھی اور دوسرے لودھی سردار جو بابر سے شکست کھا چکے تھے۔ اس بہادر کی سرکردگی میں جمع ہوئے۔ ۱۵۲۷ء میں

سیکری کے قریب کنواہہ کے میدان میں
بابر اور راجپوتوں کے درمیان ایک بڑا
معرکہ ہوا ۔

راجپوتوں نے اس بہادری سے حملے کئے
کہ بابر کی سپاہ میں ابتری پھیل گئی۔ اس
موقعہ پر بابر نے ایک ولولہ انگیز اور دل
ہلا دینے والی تقریر کی۔ جس کا ماحصل یہ
تھا:-

"اے غریب الوطن سردار کے غریب الوطن
جان نثار رفیقو! تمہیں کچھ معلوم ہے۔ کہ
وطن عزیز سے کس قدر فاصلہ پر ہم پہنچ
چکے ہیں۔ اور یہاں تک پہنچنے میں ہم نے
کیسی عظیم الشان قربانیاں کیں ہیں۔ ہمارے
کتنے ہی عزیز و اقارب جام شہادت نوش کر
چکے ہیں۔ گرمی سردی کی شدت میں ہم نے
پیٹ پر پتھر باندھ کر برسوں لگاتار جان
توڑ کوششیں کیں۔ تب کہیں ہم کامیابی کا
منہ دیکھ سکے۔ بے شک افغانستان قابلِ
رشک خطہ ہے۔ لیکن ہندوستان تو جنت
نشان ہے۔ اور دنیا کے بادشاہ ہمیشہ اس
کے آرزومند رہے ہیں۔ آج ہم ہندوستان

کی سرحدوں کو عبور کر کے اس کے قلب میں
پہنچ چکے ہیں - ہاں ہم دیکھتا ہوں - کہ اپنی
قلت اور دشمن کی کثرت کو دیکھ کر تمہارے
دل بیٹھے جاتے ہیں - اور تم شکستہ خاطر نظر
آرہے ہو - کثرت سے مت گھبراؤ - کیا تم
نے قرآن میں نہیں پڑھا - کہ بارہا ایسا ہؤا
کہ خدا نے قلت کو کثرت پر غلبہ دیا - بہادرو
دلوں کو مضبوط کرو - اور فتح تمہاری ہے ٭
خدا نخواستہ اگر تمہارے دل کمزور ہو گئے -
تو وہ تمہاری ہوا جو ترکستان سے لے کر
افغانستان کی فتح تک بندھ گئی ہے - اکھڑ
جائیگی - پھر نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کے
مصداق زمین و آسمان کسی جگہ بھی ہمارا ٹھکانا
نہیں - دیکھو - چنگیزی تلوار تمہارے ہاتھ میں ہے
کیا اس کی شہرت کو پانی پت کے گڑھے میں
ڈبو دوگے - مجھے ہرگز ایسی امید نہیں - عزیزو
اول مرنا - آخر مرنا - پھر مرنے سے کیا ڈرنا -
لیکن بہادروں کی موت مرنا ہزار درجہ اس
موت سے بہتر ہے - جو بزدلی کی موت ہو ٭
دیکھو - اپنی لاشیں کتوں کے پھاڑنے کے
لیئے مت چھوڑو - دشمن کو اپنی جوانمردی کا

سینہ پر دھاؤ - تو قسم کھاؤ - کہ مرتے دم تک میدان جنگ سے منہ نہ موڑو گے ۔

یہ تقریر جس کے لفظ لفظ سے جوش ٹپکتا تھا - کس طرح بے اثر ہو سکتی تھی - لشکر کا دل بڑھ گیا - سب نے قرآن ہاتھ میں لیکر آخیر دم تک ثابت قدم رہنے کی قسم کھائی - بابر نے عہد کیا - کہ اگر فتح نصیب ہوئی - تو شراب پینا بند کر دوں گا - نتیجہ یہ ہوا - کہ رانا سانگا کو شکست ہوئی - اور وہ میدان سے بھاگ نکلا - بابر کی فتح کی یادگار میں سیکری کو فتح پور سیکری کا نام ملا ۔

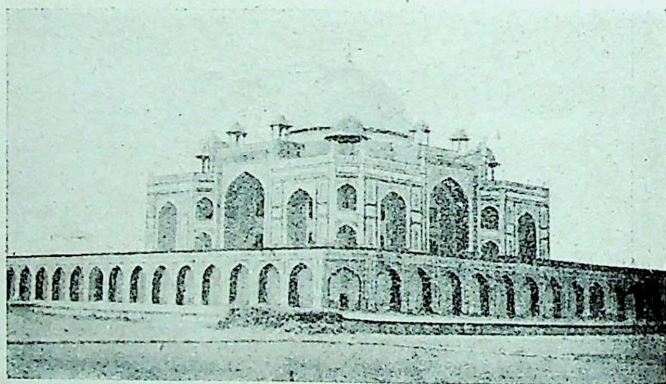
## تسخیر چندیری ۱۵۲۸ء

بندھیل کھنڈ اور مالوہ کی سرحد پر

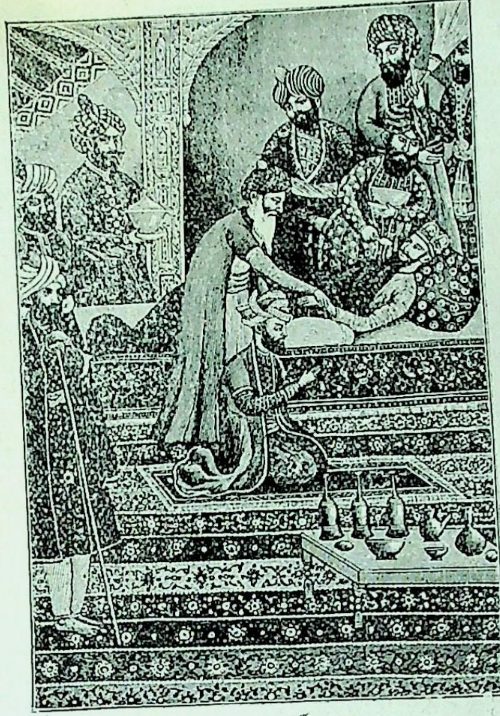
چندیری کا قلعہ اپنی مضبوطی اور موزونیِ مقام کی وجہ سے بہت مشہور اور ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا - ۱۵۲۸ء میں بابر نے چندیری پر لشکر کشی کی - راجہ میدنی رائے دل توڑ کر لڑا - لیکن تاب مقابلہ نہ لا سکا - آخر مایوس ہو کر راجپوت عورتوں نے رسم جوہر ادا کی اور راجپوت بہادر قدم قدم پر کٹ کٹ کر مرے - لیکن اپنی جگہ سے نہ ہلے - چنانچہ بابر



ہمایوں



ہمایوں کا مقبرہ



ہمایوں کی بیماری



بابر

نے چندیری کو فتح کر ہی لیا ٭

## جنگ گھاگرا ۱۵۲۹ء

بابر کی تیسری جنگ گھاگرا کے مقام پر ہوئی - مخالف افواج بہار و بنگال کے افغان سرداروں کی سرکردگی میں جمع ہوئیں - تا کہ ابراہیم لودھی کے بھائی محمود لودھی کو تخت دہلی دلوائیں - لیکن بابر ان پر بھی غالب آیا - فتح کے بعد اس نے نصرت شاہ والئے بنگال کے ساتھ عہدنامہ کر لیا - اور بہار کا بادشاہ بن گیا ٭

## بابر کی وفات

۱۵۳۰ء میں بابر کا سب سے بڑا اور عزیز ترین لڑکا ہمایوں سخت بیمار ہو گیا - شاہی حکماء علاج سے عاجز آ گئے - اور ہمایوں کی موت بالکل یقینی ہو گئی - بابر نے اپنے عمر رسیدہ اور نیکو کار رفیقوں کو طلب کر کے ان سے دعا کے لئے کہا - کسی کے منہ سے نکل گیا - کہ اگر حضور کوئی بیش بہا چیز ہمایوں پر نثار کریں - تو وہ شفایاب ہو سکتا ہے - بابر سمجھ گیا - کہ اس شخص کی نظر میں ابراہیم لودھی والا الماس بیش بہا ہے - اور یہ اس کی طرف

اشارہ کر رہا ہے - اس نے کہا - کہ اپنے لخت جگر کے لئے
یہ پتھر کی قربانی مطلقاً اہم نہیں - میں تو جان عزیز
اس پر قربان کرنے کو تیار ہوں - چنانچہ اٹھا - بیمار
ہمایوں کے پلنگ کے گرد تین دفعہ پھرا - اور کہا - کہ
میں نے ہمایوں کی بیماری لے لی - لے لی - بعد
ازاں دیر تک سجدہ میں پڑا رہا - اور دعا کرتا رہا ؛

خدا کی قدرت دیکھئے - کہ اسی وقت سے ہمایوں رو بصحت ہونے لگ گیا - اور بابر بیمار - تھوڑے ہی عرصہ میں ہمایوں صحت یاب ہو گیا - اور بابر کی حالت دگرگوں ہونے لگی - مرنے سے پیشتر بابر نے ہمایوں کو تخت کا وارث قرار دیا - اور وصیت کی - کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ نرمی - رحمدلی اور محبت سے پیش آئے - اور بھائی اس کے وفادار رہیں - جب بابر فوت ہوا - تو اس کی لاش کابل بھیجی گئی - اور اس کی وصیت کے مطابق دامن کوہ میں اس پر فزا مقام پر دفن کی گئی - جسے اس نے اپنی زندگی میں قبر کے لئے پسند کیا تھا ؛

**خصائل**

بابر چنگیز خاندان کی نسل سے تھا - اور اس کی زندگی کے ابتدائی سال ایسے گذرے - کہ وہ بلا کا نڈر - غضب کا جفاکش - شجاعت اور مردانگی کا پتلا - اور رحم دل کا دیوتا بن گیا - وہ ایسا ماہر تیر انداز تھا - کہ اس کا نشانہ شاذ و نادر ہی چوکتا - شاہ سوار ایسا - کہ سو سو میل بغیر ایک منٹ

سننانے کے گھوڑے پر سوار چلا جاتا - تیراک ایسا زبردست کہ جو دریا - ندی - نالہ راستہ میں آیا اسے تیر کر ہی عبور کیا - قد و قامت اور طاقت کا یہ عالم تھا - کہ پورے قد کے دو جوانوں کو اپنی بغل میں دبا کر فصیل کے اوپر دوڑتا چلا جاتا - مستقل مزاج ایسا - کہ بارہا شکست ہوئی پھر بھی حکومت کا خیال کبھی دل سے نہ نکالا - مایوسی اس کے نزدیک تک نہ پھٹکتی تھی - صابر ایسا - کہ کئی کئی دن فاقہ کشی کی - لیکن اف نہ کی - تقریر ایسی پُر تاثیر - کہ سننے والے دل و جان اس پر فدا کرنے کے لئے تیار ہو جاتے - ان صفات کی بنا پر ترکوں نے اسے بابر یعنی شیر کا خطاب دیا ٭

اگرچہ اس کی تمام عمر لڑتے مرتے میں گئی - لیکن علم دوستی کا یہ حال تھا - کہ ہر موقعہ پر علمی مجالس قائم ہوتیں - علماء و فضلاء اس کی صحبت سے مسرور ہوتے - اور وہ ان کی موجودگی پر فخر کرتا تھا ٭

اس کی انشا پردازی کی بہار اگر دیکھنی ہو - تو تزک بابری کو دیکھو - جس میں اس نے آپ بیتی بے کم و کاست بیان کر دی ہے - اپنی بڑائیوں کے ساتھ برائیوں کو اور فراست کے ساتھ حماقت کو صحیح صحیح ظاہر کیا ہے - اس کی سوانح عمری اور اعمال اس بات پر شاہد ہیں - کہ وہ بہادروں کی طرح لڑتا تھا - اس نے کسی موقعہ پر بے رحمی اور ظلم نہیں کیا - اور کسی ایسے شخص پر ہاتھ نہیں اٹھایا - جو لڑنے

کے ناقابل تھا۔ یا جس نے لڑنے سے گریز کیا۔

وہ گل و گلزار۔ باغ و بہار۔ دامن کوہ و لالہ زار کے عجائبات کا دلدادہ تھا۔ اور شراب کا عادی۔ جسے اس نے جنگ کنواہہ کے بعد ترک کر دیا تھا۔ ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر جب شغل مے کرتا۔ تو تو جھوم جھوم کر شعر پڑھا کرتا تھا۔

# چوبیسواں باب

## نصیر الدین ہمایوں ۱۵۳۰ء سے ۱۵۵۶ء تک

### ہمایوں کی مشکلات

بابر کی وفات پر اُس کا خوبصورت اور شکیل بیٹا نصیر الدین ہمایوں تخت دہلی پر بیٹھا۔ چونکہ بابر کو مفتوحہ علاقہ میں نظم و نسق قائم کرنے کی مہلت نہ ملی تھی۔ اور ہر طرف دشمن موجود تھے۔ اس لئے ہمایوں صرف اپنی فوج پر ہی اعتماد کر سکتا تھا۔ لیکن اس فوج میں بھی سازشیں ہو رہی تھیں۔

ہمایوں کا ایک بھائی مرزا کامران تھا۔ ہمایوں نے اُسے افغانستان اور پنجاب کی حکومت دے کر تنومند افغان سپاہیوں کی بھرتی اپنے لئے ناممکن کر دی۔ مرزا کامران باطن میں ہمایوں کا دشمن تھا۔ اسی طرح ہمایوں

کے دوسرے بھائی ہندال اور عسکری نے سنبھل اور مالوہ کے گورنر بن کر ہمایوں کو مدد کی بجائے نقصان پہنچایا۔ دوسری طرف افغان سردار اور راجپوت اپنی سابقہ طاقت اور حکومت حاصل کرنے کے لئے بیقرار تھے +

ہمایوں اپنی ذات کا خود بھی دشمن تھا۔ کیونکہ اس میں نہ بابر کی سی چستی تھی ۔ نہ کام کرنے کی عادت۔ بلکہ بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی وہ کاہلی اور سستی سے قیمتی وقت ضائع کرکے بنا بنایا کھیل بگاڑ لیتا تھا +

ہمایوں بھی اپنے مخالفوں کے منصوبوں سے بے خبر نہ تھا۔ اس نے افغانوں کو کچل دینے کی نیت سے مشرق کی طرف پیش قدمی کی۔ محمود لودھی کو شکست دے کر شیر شاہ صوبیدار بنگال سے چنار کا قلعہ فتح کرنے ہی کو تھا۔ کہ اسے بہادر شاہ والیٔ گجرات کی گوشمالی کے لیئے فوراً جانا پڑا +

## بہادر شاہ والیٔ گجرات

بہادر شاہ نے مالوہ کے مقبوضات کو اپنی ریاست میں شامل کرلیا تھا۔ پرتگیزوں کو وہ نیچا دکھا چکا تھا۔ اور احمد نگر اور گجرات کا بادشاہ ہونے کا دعویدار تھا۔ ہمایوں نے اسے شکست دے کر پرتگیزوں کے پاس پناہ گزیں ہونے پر مجبور کر دیا اور گجرات کی حکومت مرزا عسکری کے حوالے کر دی

جیسے جلد ہی بہادر شاہ نے ملک بدر کر دیا ۔

**چمپا نیر پر حملہ** ان دنوں بڑودہ کے شمال مشرق میں چمپا نیر کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ گجرات کی فتح کے بعد ہمایوں نے چمپا نیر کا رخ کیا۔ اور چار ماہ تک محاصرہ کئے پڑا رہا۔ اس مضبوط قلعہ کو محاصرہ کر کے فتح کرنا مشکل تھا۔ ہمایوں نے تمام حالات کا بغور مشاہدہ کیا۔ اور ایک رات تاروں کی روشنی میں اپنے تین سو جہاندیدہ بہادر سپاہیوں کو لیکر قلعہ کی دیوار کو پھاندنے کا ارادہ کرلیا۔ عمودی دیوار کو پھاندنا بہت مشکل تھا۔ مگر ہمایوں بہادر تھا۔ اس نے نہایت بلند حوصلگی سے دیوار میں کیلیں گاڑ دیں۔ اور ان کیلوں سے زینہ کا کام لیکر دیوار کو آسانی کے ساتھ پھاند گیا۔ ہمایوں کے سپاہیوں نے فصیل پر چڑھ کر محصور فوج کو حیران کر دیا۔ ان کی ابھی آنکھ بھی نہ کھلی تھی۔ کہ قلعہ پر قبضہ ہوگیا۔ جب ہمایوں قلعے میں داخل ہؤا۔ تو کسی شخص نے اطلاع دی۔ کہ قلعہ میں ایک خزانہ دفن ہے۔ اگر محل وقوع کا پتہ چل جائے۔ تو بے شمار دولت ہاتھ آسکتی ہے۔ قلعدار سے پوچھا گیا۔ مگر جب اس نے بتانے سے انکار کیا۔ تو سرداروں نے کہا۔ اگر اسے اذیت دی جائے۔ تو وہ ضرور پتہ بتا دیگا۔ مگر ہمایوں فطرتاً بڑا رحم دل تھا۔ اس نے کسی طرح

کی سختی کرنے کی بجائے قلعدار کو خوب شراب پلا دی اور اس کے لیئے اچھے کھانے بنوائے۔ جب قلعہ دار خوب مخمور ہو گیا۔ تو اس نے سب حال بتا دیا۔ ہمایوں نے تالاب کھود کر خزانہ حاصل کر لیا اور کہتے ہیں۔ کہ گجرات کے بادشاہوں کے ہاں اس قدر دولت موجود تھی۔ کہ ہمایوں نے حکم دے دیا تھا۔ کہ ہر ایک سپاہی اپنی ڈھال پر جس قدر زر و جواہر اٹھا سکتا ہے۔ لے جائے۔ سپاہیوں نے جھولیاں بھر لیں اور ہمایوں نے وہاں خوب جشن کیئے۔

## شیر شاہ صوبیدار بنگال

اس دوران میں ہمایوں کو یہ خبر ملی کہ پٹھان سردار شیر خاں نے بنگال میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے۔ اس لیئے وہ بہت جلد آگرہ کی طرف لوٹا۔ اور فوراً شیر شاہ کی سرکوبی کے لیئے بنگال کو روانہ ہو گیا۔ شیر شاہ نے ہمایوں کو بنگال کے دار الخلافہ تک بغیر کسی رکاوٹ کے جانے دیا۔ اور اس کی واپسی کو ناممکن بنانے کے لیئے تمام ناکے بند کر دیئے۔ ہمایوں نے جب کسی کو مقابلہ پر نہ پایا۔ تو واپسی کی ٹھانی۔ لیکن موسم برسات نے آلیا۔ اور ادھر دشمنوں نے آ گھیرا۔ نالائق بھائیوں نے کوئی کمک نہ بھیجی۔ مجبوراً ہمایوں کو شیر شاہ کے ساتھ ذلیل شرائط پر صلح کرنی پڑی۔

اور جب کہیں واپسی کا راستہ ملا۔ پھر بھی شیر شاہ نے فریب کیا۔ اور منہ اندھیرے ہمایوں کی فوج پر حملہ بول دیا۔ شاہی فوج گھبرا گئی۔ اور تباہ ہو گئی۔ ہمایوں نظام سقہ کی مدد سے دریا کو عبور کر کے آگرہ پہنچا۔ ایک دفعہ پھر اس نے شیر شاہ کو شکست دینے کے خیال سے فوج جمع کی۔ لیکن ۱۵۴۰ء میں قنوج کے قریب شکست کھائی ❖

## ہمایوں کا فرار

جب حکومت کی کوئی امید نہ رہی۔ تو وہ سندھ کی طرف بھاگا۔ راستہ میں وہ وہ تکالیف اٹھائیں۔ کہ خدا کی پناہ۔ ۱۵۴۲ء میں امرکوٹ کے قلعہ میں ہمایوں کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام جلال الدین اکبر رکھا گیا۔ بیرم خاں بھی جو ہمایوں کا وفادار سپہ سالار تھا۔ اپنے آقا سے اسی ریگستان میں آ ملا۔ اسی طرح مصیبتیں جھیلتا وہ شاہ ایران کے دربار میں جا پہنچا۔ شاہ ایران نے اسے تھوڑی سی فوج مدد کے طور پر دی۔ آخر ۱۵۴۵ء میں اس نے قندھار اور ۱۵۵۱ء میں کابل کو فتح کر لیا ❖

## ہمایوں کی واپسی

جب افغانستان کی حکومت مضبوط ہو گئی۔ تو اس نے ہندوستان کو دوبارہ فتح کرنے کے خیال سے دریائے سندھ کو عبور کر کے شیر شاہ کے جانشین سکندر شاہ سوری کو پنجاب میں دو مقامات پر پسپا کیا۔ آخر

۱۵۵۵ء میں ہمایوں دوبارہ دہلی اور آگرہ پر قابض ہوگیا ؂

## ہمایوں کی وفات

لیکن بابر کی طرح اس کی قسمت میں بھی آرام کی زندگی بسر کرنا نہ لکھا تھا۔ ۱۵۵۶ء میں ایک دن محل کی سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔ کہ اذان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ ہمایوں تعظیم کے لئے جو جھکا۔ اس کا پاؤں پھسل گیا۔ اور لڑھکتا ہوا نیچے فرش پر آگرا۔ اس حادثہ کے چار دن بعد انتقال کر گیا۔ اس اچانک موت نے اسے اتنی بھی مہلت نہ دی۔ کہ وہ ملک میں نظم و نسق قائم کرنا۔ اور جلاوطنی کے تجربات سے فائدہ اٹھاتا ؂

## ہمایوں کے خصائل

ہمایوں کی تعلیم و تربیت اعلےٰ درجے کی تھی۔ وہ خود ادیب تھا۔ اور علم و ادب کا دلدادہ۔ فن جنگ کا بھی ماہر تھا۔ بہادری اور جوانمردی میں باپ سے کم نہ تھا۔ دریا دل اور وعدے کا پکا تھا۔ عیش و عشرت کا ایسا مشتاق۔ کہ معمولی سی فتح کے بعد جشن مناتا اور دشمن کے تعاقب اور اس کی آئندہ کوششوں سے بے پروا ہو کر کئی کئی دن ضائع کر دیتا۔ اس میں عزم و استقلال کی جو کمی تھی۔ وہ افیون کھانے کی وجہ سے تھی۔ تمام مورخ اس بات پر متفق ہیں۔ کہ ہمایوں رحمدلی اور فیاضی میں مغل

What do you know of Sher Shah's general administration, Revenue policy & public works



بادشاہوں میں ممتاز درجہ رکھتا ہے ؛

# پچیسواں باب

## خاندان سُور ۱۵۴۰ء سے ۱۵۵۵ء تک

## شیرشاہ سُوری ۱۵۴۰ء سے ۱۵۴۵ء تک

### شیرشاہ سوری کے ابتدائی حالات

حسن خاں سلطان جونپور کی سرکار میں سواروں کے ایک دستہ کا جمعدار تھا- اپنی خدمات کے صلہ میں سلطان سے اُس نے بہار میں ایک چھوٹی سی جاگیر حاصل کر لی تھی - اور اس نے یہ جاگیر اپنے لڑکے فرید خاں کو دینے کی بجائے اپنی ایک کنیز کو دیدی- فرید خاں اس ناانصافی کی وجہ سے گھر سے نکل گیا - اور سلطان جونپور کے پاس ملازم ہوگیا - اس دوران میں اس نے پڑھنے لکھنے کی مشق کر لی - اور فارسی زبان میں کافی مہارت حاصل کر لی ؛

ایک دفعہ فرید خاں سلطان جونپور کے ساتھ شکار کے لئے گیا - اور ایک شیر کو

اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب سے ہلاک کر دیا۔ سلطان نے اس بہادری سے خوش ہوکر فرید خاں کو شیر خاں کا خطاب دیدیا۔ لیکن جب فرید خاں تخت نشین ہؤا۔ تو شیر خاں کی بجائے شیر شاہ کہلانے لگا۔

باپ کی وفات کے بعد وہ اپنی موروثی جائداد پر قابض ہوگیا۔ لیکن گھر پر دل نہ لگا۔ اور وہ پھر اپنی ملازمت پر چلا گیا۔ سلطان جونپور ۱۵۲۸ء میں اسے بابر کی خدمت میں لے گیا۔ بابر نے اسے ہونہار دیکھ کر بہار میں اچھا عہدہ دیدیا۔ جہاں پر اس نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ بعد میں ہمایوں نے اسے بہار کا صوبیدار بنا دیا۔ لیکن جب وہ گجرات کی بغاوت فرو کرنے کے لیئے گیا۔ تو شیر خاں نے بہار کی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور بنگال پر قابض ہوگیا۔ رہتاس اور چنار گڑھ کے قلعے فتح کرنے کے بعد گوڑ کا محاصرہ کر لیا۔

ہمایوں جب اس کی سرکوبی کے لیئے اس کی طرف متوجہ ہؤا۔ تو اس نے بڑی چالاکی سے کام لیا۔ آخر ہمایوں چوسا یا بکسر اور قنوج پر یکے بعد دیگرے شکست کھا کر واپس ہؤا۔ شیر خاں نے اس کا تعاقب کیا۔ اور ہمایوں کو ایران میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔

۱۵۴۰ء میں شیر خاں شیر شاہ کے لقب سے
تختِ دہلی پر متمکن ہوا۔ پنجاب میں گکھڑوں کی
بغاوت فرو کرنے کے بعد بنگال کی بغاوت کا
خاتمہ کر کے ملک میں انتظام اور امن قائم کیا۔

دوسرے سال مالوہ فتح کیا۔ پھر رنتھمبور کے قریب
رسین کا قلعہ سر کیا۔ راجہ مالدیو والئے مارواڑ کو فریب
کے ساتھ شکست دی۔ پھر میواڑ کی طرف بڑھا۔
اس ریاست نے بغیر لڑنے کے اطاعت قبول کر
لی۔ کالنجر کے قلعے کو جب محاصرہ کر کے فتح نہ کر سکا
تو سرنگ لگائی لیکن سرنگ کے پھٹ جانے سے
شیر شاہ مر گیا۔ اس کی وفات کے بعد کالنجر فتح ہو گیا۔

## شیر شاہ کی حکومت

شیر شاہ چونکہ خود
محنتی تھا۔ اس لئے اپنے
کارندوں سے شب و روز کام لیتا۔ اہلِ ہنود
کے ساتھ بھی مسلمانوں جیسا سلوک کرتا۔ وہ
زمینداروں کو اپنی سلطنت کی پشت و پناہ خیال
کرتا تھا۔ اس لئے زراعت کی ترقی کے لئے ہر
وقت کوشاں رہتا۔ راجہ ٹوڈر مل کی ہدایات کے
مطابق اس نے قابلِ کاشت زمین کی پیمائش کرائی
پیداوار کے مطابق مالیہ مقرر کیا۔ اور زمینداروں کو
رعایت دی۔ کہ وہ نقدی یا جنس جس صورت
میں چاہیں۔ مالیہ ادا کریں۔ مالیہ جمع کرنے والے
افسروں کے خلاف زمیندار جو شکایت کرتے

تھے انہیں وہ خود سنتا تھا ۔

اس نے کلکتہ سے پشاور تک ایک شاہراہ بنوا کر اسی کے دونوں طرف پھل دار درخت لگوائے سڑک پر سرائیں تعمیر کروائیں۔ اور کوئیں کھدوائے اور سڑک کی حفاظت کے لئے جا بجا فوجی دستے مقرر کئے۔ مسافروں کے مال و جان کی حفاظت کے لئے قرب وجوار کے گاؤں بھی ذمہ دار ہوتے تھے۔ اگر کسی جگہ کوئی مسافر لٹ جاتا۔ تو قریبی گاؤں والوں کا فرض تھا۔ کہ یا تو چور کا پتہ دیں یا اس کا نقصان اپنی گرہ سے پورا کریں۔ اس انتظام کا خاطر خواہ نتیجہ ہوا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ اس کے عہد میں کلکتہ سے پشاور تک ایک بڑھیا بھی ہاتھ میں سونا اچھالتی جا سکتی تھی۔ اور کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے ۔

پولیس کا فرض تھا۔ کہ وہ لوگوں کے چال چلن کی نگرانی کرے۔ اور شریعت کے خلاف کام کرنے والے مسلمانوں کو سزائیں دلوائے ۔

انصاف کرنے میں امیر غریب سب کے ساتھ یکساں سلوک کرنا۔ بڑے سے بڑا سردار بھی جب ملزم بن کر پیش ہوتا۔ تو اس کی دولت اور اقتدار کا شیر شاہ پر کچھ بھی اثر نہ ہو سکتا تھا۔ اسے کما حقہ سزا ملتی تھی۔ اس کی سزائیں اکثر

وحشیانہ بھی ہوتی تھیں۔ لیکن ان سے لوگ عموماً عبرت حاصل کرتے تھے۔ اس لیئے وہ اس کے دامن انصاف پر کوئی بدنما دھبہ نہیں ÷

فوجیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ خود ان کی شکایات سنتا۔ اور تنخواہ مقررہ وقت پر اپنے سامنے دلواتا۔ مبادا کسی غریب کی تنخواہ ماری جائے÷ شاہراہ کے علاوہ مختلف مقامات کو باہم ملانے کے لیئے اس نے بہت سی سڑکیں تعمیر کروائیں۔ اور ڈاک کا انتظام اعلیٰ کر دیا۔ قلعے بھی تعمیر کروائے۔ شہر آباد کیئے۔ مسجد اور مدرسوں کو سرکاری جاگیریں دیں۔ طلباء اور علماء کے لیئے سرکاری وظائف مقرر کرکے علم دوستی کا ثبوت دیا۔ غرضیکہ اس نے رفاہ عام اور بہبودی رعایا کے لیئے بہت سے کام کیئے۔ جس کی وجہ سے وہ بہت ہر دلعزیز ہوگیا ÷

## عادات وخصائل

شیر شاہ اپنی خدا داد قابلیت اور ذاتی کوششوں کی وجہ سے ادنےٰ اسپاہی سے ہندوستان کے تخت کا مالک بنا۔ وہ لگاتار محنت کرنے کا عادی تھا۔ چونکہ خود حکومت دغابازی سے حاصل کی تھی۔ اور جانتا تھا۔ کہ ہمایوں نے محض کارندوں پر اعتبار کرکے حکومت گنوائی ہے۔ اس لئے وہ حکومت کے ہر محکمہ کی دیکھ بھال خود کیا کرتا تھا۔

اس نے دربار میں علما اور فضلا کی زبردست جماعت جمع کر رکھی تھی - اور علم و ادب اس کی سرپرستی میں خوب ترقی کر رہا تھا - ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لیئے ضروری تھا - کہ لاوارث - اندھے لنگڑے - لولے اور اپاہج قوم پر بوجھ نہ ہوں - اس لیئے اس نے ان لوگوں کے لیئے سرکاری لنگر جاری کر دئے تھے - جہاں سے وہ صبح و شام اپنی ضروریات پوری کر لیتے +

فنون جنگ میں وہ خوب ماہر تھا - وہ اپنے وقت کا عالی دماغ مدبر - تجربہ کار اور سیاست دان بھی تھا - چنانچہ اس نے مصلحت وقت کے مطابق اپنے آقا ہمایوں کے خلاف بغاوت کرکے ہندوستان پر اپنا قبضہ جما لیا +

## سلیم شاہ ۱۵۴۵ء سے ۱۵۵۴ء

شیر شاہ کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ سوری ۱۵۴۵ء میں تخت نشین ہوا - باوجودیکہ وہ قابل اور معاملہ فہم تھا - لیکن ملک میں بد امنی نے کچھ ایسے حالات پیدا کر دئے تھے - کہ وہ اپنے جوہر دکھانے سے معذور رہا - اور ۱۵۵۴ء میں چند سالہ حکومت کے بعد فوت ہوگیا +

## محمد شاہ عادل

سلیم شاہ کا خورد سال بچہ اپنے ماموں مبارز خاں کے

ہاتھوں قتل ہوا۔ جب تخت کا کوئی وارث نہ رہا۔ تو مبارز خاں نے محمد شاہ عادل کا لقب اختیار کرکے حکومت کرنا شروع کر دی۔

محمد شاہ عادل شراب خوار۔ نفس پرست اور بڑے درجے کا عیاش اور فضول خرچ تھا۔ اس کے تمام مصاحب ادنے درجہ کے لوگ تھے۔ اس نے ان کو بڑی بڑی جاگیریں اور اعلےٰ اعلےٰ عہدے دے دیئے جب اس کی فضول خرچیوں کی وجہ سے خزانہ بھی ختم ہوگیا۔ تو اس نے اپنے امراء کی دولت پر ہاتھ بڑھایا۔ اس تمام بدنظمی کے زمانہ میں ہیموں نامی شخص اس کا بڑا وفادار اور جاں نثار دوست تھا۔

## ابراہیم سوری

ابراہیم سوری شہنشاہ کا بہنوئی تھا۔ اس نے محمد شاہ عادل کی بد اعتدالیوں سے تنگ آکر علم بغاوت بلند کیا۔ اور دہلی اور آگرہ کے علاقوں پر قابض ہوگیا۔ محمد شاہ عادل نے اپنی کمزوری کی وجہ سے اس بغاوت کی مطلقاً پروا نہ کی۔ اور مشرقی علاقوں کی حکومت پر ہی قناعت کئے بیٹھا رہا۔

## سکندر سوری

پنجاب میں سکندر سوری نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور آگے بڑھ کر ابراہیم سوری کو شکست دیکر بھگا دیا۔ ابراہیم جب محمد عادل شاہ کی حدود کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔ تو ہیموں نے اس کو شکست

دے کر بھگا دیا۔ لیکن وہ ۱۵۶۷ء تک چھاپے مارتا ہی رہا۔ حتےٰ کہ اکبر نے اسے شکست دی۔

**ہمایوں کی واپسی** ہمایوں نے جب دیکھا۔ کہ ہندوستان میں ابتری پھیل رہی ہے۔ اور افغان باہمی جنگ و جدل سے کمزور ہو گئے ہیں۔ تو اس نے دوبارہ ہندوستان کا تخت حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کا رخ کیا۔ اور سکندر سوری کو شکست دی۔ اور اس طرح پھر پنجاب میں اس کے قدم جم گئے۔

# چھبیسواں باب

## اکبر اعظم ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک

**اکبر کی تخت نشینی** ہمایوں کی اچانک اور بے وقت موت نے اسے اتنی بھی فرصت نہ دی۔ کہ وہ اپنے چودہ سالہ بیٹے اکبر کو اپنے پاس بلا کر حکومت کے متعلق ضروری ہدایات دے سکے۔ اور سرداروں کو اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کر سکے۔

جس وقت ہمایوں فوت ہوا۔ اکبر باپ سے دور ضلع گورداسپور کے ایک قصبہ کلانور میں اپنے

اتالیق بیرم خاں کے ساتھ مقیم تھا۔ بیرم خاں نے موجودہ حالات کو مد نظر رکھ کر کلانور ہی میں اکبر کو تخت نشین کر کے اس کی حکومت کا اعلان کر دیا۔ اور خود سرپرست کی حیثیت سے فرمانروائی کرنے لگا ⁂

محمد شاہ عادل کے وفادار وزیر ہیموں نے اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے اپنے لشکر کو دہلی کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ بیرم خاں بھی جہاندیدہ سپاہی تھا۔ اپنے بہادروں کو لے کر مقابلہ کے لئے ڈٹ گیا ⁂

## پانی پت کی دوسری لڑائی ۱۵۵۶ء

ہیموں نے اپنی زبردست فوج لے کر ۱۵۵۶ء میں پانی پت کے مقام پر ڈیرے ڈال دئے۔ اور بیرم خاں اپنی تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ جو اپنے بادشاہ کے نام پر اپنی جان پر کھیلنے کے لئے تیار تھی۔ وہاں جا ڈٹا۔ دونوں طرف سے بہادروں نے مردانگی کے خوب جوہر دکھائے۔ اور خونریز معرکہ کے بعد میدان اکبر کے ہاتھ رہا۔ یہ لڑائی تاریخ میں پانی پت کی دوسری لڑائی کے نام سے مشہور ہے ⁂

ہیموں اس لڑائی میں زخمی ہوکر گرفتار ہوگیا جب اکبر سے کہا گیا۔ کہ اس کو سزا دی جائے۔ تو اس نے کہا۔ کہ "یہ تو پہلے ہی مرچکا ہے۔ اسے

قتل کرنا میری شان سے بعید ہے۔ بیرم خاں نے کہا۔ کہ دشمن کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے۔ اور فوراً تلوار کا ایسا ہاتھ مارا۔ کہ وہ بیچارا خاک و خون میں تڑپ کر رہ گیا*

اگرچہ اس فتح نے اکبر کو شہنشاہ ہند بنا دیا۔ اور بیرم خاں کو خان خاناں کا خطاب مل گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کے احکام دہلی اور آگرہ کے گرد و نواح تک ہی محدود تھے۔ خانخاناں نے بڑے استقلال۔ ہمت اور محبت کے ساتھ حکومت کی۔ لیکن اس سے بعض ایسی سختیاں اور غلطیاں سرزد ہوئیں۔ کہ امراء اور بیگمات اُس سے سخت ناراض ہو گئے*

خود اکبر بھی اس کو علیحدہ کرنے کے موقعہ کی تلاش میں تھا۔ جب رعایا سخت شاکی ہوئی۔ تو اس نے بیرم خاں سے کہا۔ کہ چونکہ میں اب سن بلوغ کو پہنچ گیا ہوں۔ اس لئے عنانِ حکومت خود اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہوں۔ تمہارے لئے بہتر ہے۔ کہ حرم کعبہ میں جا کر اپنی عاقبت سنوارو۔ اور دشمنوں کے حسد سے نجات پاؤ*

## بیرم خاں کی بغاوت

بیرم خاں نے گو حکومت تو اکبر کے حوالے کر دی۔ لیکن حکومت کا خیال دل سے دور نہ ہوا۔ اس لئے پنجاب میں جا کر اس نے

علم بغاوت بلند کر دیا۔ اکبر نے خود اس کا مقابلہ کیا۔ اور شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے بعد اس کی گذشتہ خدمات کو مد نظر رکھ کر اسے کچھ سزا نہ دی۔ بلکہ مکہ چلے جانے کا حکم دیا۔ لیکن ابھی تک جہاز پر سوار بھی نہ ہونے پایا تھا۔ کہ علاقۂ گجرات میں ایک افغان نے جس کا باپ بیرم خاں کے حکم سے قتل ہؤا تھا۔ اس کو قتل کر دیا۔

## دوسرے صوبیداروں کی بغاوت

بعض سرداروں کا خیال تھا۔ کہ اکبر ابھی تک اٹھارہ سالہ لڑکا ہے میدان جنگ میں ہم جیسے جہاندیدہ سپہ سالاروں کا مقابلہ کب کر سکیگا۔ چنانچہ خانخاناں کی معزولی کے بعد ہی خاں زماں صوبہ دار جونپور۔ آدم خاں صوبیدار مالوہ اور آصف خاں حاکم کڑہ نے اپنے اپنے صوبے کی خود مختاری کا اعلان کر کے اکبر کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن اکبر نے باوجود کم عمری اور ناتجربہ کاری کے اپنے وفادار سپاہیوں کی مدد سے ان سب کو تین سال کی قلیل مدت میں زیر کر لیا۔ اور اکیس سال کی عمر میں ہندوستان کا شہنشاہ اکبر بن گیا۔

## محاصرہ چتوڑ ۱۵۶۷ء۔ ۱۵۶۸ء

۱۵۶۷ء کے آخر میں اکبر نے قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کیا۔ رانا اودے سنگھ

مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ گیا - لیکن اس کے سپہ سالار جیمل نے بہادر راجپوتوں کی مدد سے ایسا زبردست مقابلہ کیا - کہ اکبر جو خود محاصرہ کرنے والی مغلیہ افواج کا کماندار تھا گھبرا گیا - چار ماہ تک فتح کی کوئی صورت نظر نہ آئی - اور نہ قلعہ والوں کی طرف سے اطاعت قبول کرنے کا پیغام ملا ٭

ایک رات جیمل فصیل پر کھڑا ایک شگاف بند کرا رہا تھا - کہ اکبر نے اسے دیکھ پایا - اور بندوق کے ساتھ ایسا نشانہ مارا - کہ جیمل مر گیا - راجپوتوں کے دل اپنے سردار کی موت کی وجہ سے ٹوٹ گئے مگر پھر ہمت کر کے قلعہ سے باہر نکل آئے - اور خوب جان توڑ کر لڑے - عورتوں نے رسم جوہر ادا کر کے راجپوتوں کے لئے کٹ مرنے کا سامان پیدا کر دیا - آخر باوجود راجپوتوں کی بہادری کے قلعہ اکبر کے ہاتھ آیا - یہ فتح اکبر کے عہد کا سب سے مشہور واقعہ ہے ٭

چتوڑ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد رانا نے اودے پور اپنی راجدھانی بنایا - اور عمر بھر چتوڑ واپس لینے کے لئے لڑتا رہا ٭

**تسخیر رنتھمبور ۱۵۶۸ء**

فتح چتوڑ کے کچھ عرصہ بعد رنتھمبور کا مشہور ترین قلعہ اکبر نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ٭

**فتح گجرات ۱۵۷۲ء**

مظفر شاہ والئے گجرات

کی افواج نے ۱۵۷۲ء میں مغلیہ افواج سے شکست کھائی۔ مظفر شاہ نے ایک کھیت میں چھپ کر جان بچانی چاہی۔ لیکن مغلیہ افواج نے اسے گرفتار کر لیا۔ آخر اکبر نے اس کا وظیفہ مقرر کر کے اس کی جان بخشی کر دی۔ اور گجرات کو اپنی سلطنت کے ساتھ ملا لیا۔

## فتح سورت ۱۵۷۳ء

گجرات کے الحاق کے دوسرے سال اکبر نے سورت کا مشہور قلعہ ڈیڑھ ماہ کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔ جب وہ اپنے دار الخلافہ کو لوٹا۔ تو سورت میں بغاوت ہو گئی۔ اس لیئے وہ منزل پر منزل مارتا ہؤا نو دن میں آٹھ سو میل کا فاصلہ طے کر کے باغیوں کے سر پر آن موجود ہؤا۔ اور بغاوت فرو کر کے وہاں پر اپنا رعب قائم کیا۔

## الحاق بنگال ۱۵۷۵ء

۱۵۷۳ء میں داؤد خاں صوبیدار بنگال نے اکبر کو خراج دینے سے انکار کر دیا۔ لیکن ۱۵۷۳ء میں جب اکبر نے ٹوڈر مل کو بھیج کر اسے سمجھایا۔ تو وہ رضا مند ہو گیا۔ لیکن بہت دیر تک اپنے عہد کو نہ نبھا سکا۔ اور باغی ہو گیا۔ اکبر بذاتِ خود فوج لے کر حملہ آور ہؤا۔ پٹنہ کے نزدیک داؤد خاں کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ اور ۱۵۷۵ء میں بنگال کا الحاق کر لیا۔

## معرکہ ہلدی گھاٹ ۱۵۷۶ء

ابھی اکبر بنگال کے انتظام سے فارغ نہ ہوا تھا - کہ رانا پرتاپ والیئ اودے پور نے راجپوتوں کی ایک زبردست جمعیت بہم پہنچا کر راجپوتانہ میں خطرناک حالت پیدا کر دی - ۱۵۷۶ء میں شاہی افواج نے شہزادہ سلیم اور راجہ مان سنگھ کی سرکردگی میں راجپوتوں کو ہلدی گھاٹ کے میدان میں خونریز جنگ کے بعد شکست دی - رانا پرتاپ اس شکست کے بعد پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا - جہاں اسے بہت سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا - لیکن اکبر کی وفات سے پیشتر ہی اس نے راجپوتانہ کا بہت سا حصہ فتح کر لیا ؎

## کابل کا الحاق ۱۵۸۵ء

۱۵۸۱ء میں اکبر کا بھائی محمد حکیم مرزا جو صوبۂ کابل کا فرمانروا تھا - شہنشاہ ہند بننے کی نیت سے پنجاب پر حملہ آور ہوا - لیکن اکبر کی افواج سے شکست کھا کر اس نے دوبارہ اطاعت قبول کر لی - ۱۵۸۵ء میں کثرت شراب نوشی کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا - اور اکبر نے صوبۂ کابل کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا ؎

## تسخیر کشمیر ۱۵۸۶ء

بابر کشمیر جنت نظیر کی فتح کا بہت آرزومند تھا - ہمایوں بھی اسے حسرت بھری نگاہوں سے

دیکھا کرتا تھا۔ لیکن ان دونو کو اس کی تسخیر کی فرصت نہ ملی۔ ۱۵۸۶ء میں اکبر نے اس جنت نشان علاقہ کو فتح کر کے اپنا صوبہ بنا لیا ۔

**الحاق سندھ ۱۵۹۵ء**

۱۵۹۵ء میں سندھ ایک سخت جنگ کے بعد فتح ہوا۔ اور صوبہ ملتان کا ایک حصہ بن گیا ۔

**فتح قندھار ۱۵۹۵ء**

اسی سال قندھار کا علاقہ ایرانیوں سے واپس لے کر اکبر کی قلمرو میں شامل کر لیا گیا ۔

**احمد نگر کا محاصرہ و تسخیر ۱۵۹۵ء سے ۱۶۰۰ء تک**

۱۵۹۵ء میں احمد نگر کے نظام شاہی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی وفات پر سلطنت کے چار دعویدار پیدا ہو گئے۔ ایک نے اکبر کی مدد مانگی۔ اکبر تو موقع کی تاک میں تھا ہی۔ فوراً شہزادہ مراد کو احمد نگر کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر مراد اور عبدالرحیم خانخاناں خلف بیرم خاں کی نا اتفاقی شاہی افواج کی کامیابی میں مانع ہوئی۔ ساتھ ہی چاند بی بی نے بھی مغلوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ مغلوں نے ایک مرتبہ سرنگ لگا کر فصیل میں بڑا بھاری شگاف کر لیا۔ مگر چاند بی بی سرتاپا زرہ بکتر پہنے ہاتھ میں تلوار لئے جھٹ وہاں آ موجود ہوئی۔ دشمن کے جو سپاہی آگے بڑھتے تھے۔

خود ان کا مقابلہ کرکے پیچھے ہٹاتی تھی- احمد نگر کے لوگوں نے جب اس عورت کو اس ہمت اور بہادری کے ساتھ لڑتے دیکھا- توان کے سینوں میں غیرت نے جوش مارا- اور مغلوں سے ایسے جوش سے لڑے کہ آخر وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئے مراد محاصرے میں ناکام رہا- اور جب چاند بی بی نے برار دینے کا اقرار کرلیا- تو محاصرہ اٹھا لیا- سنہ ۱۶۰۰ء میں ایک سیاہ بخت باغی نے ملکہ چاند بی بی کو قتل کر دیا- پھر شہنشاہ اکبر خود دکن گیا اور احمد نگر کو ایک نیا صوبہ بنایا- اور اُسے شہزادہ دانیال کے سپرد کرکے خود آگرے واپس چلا آیا*

### تسخیر اسیر گڑھ سنہ ۱۶۰۱ء

سنہ ۱۶۰۰ء میں قلعہ اسیر گڑھ کا محاصرہ ہؤا- اور گیارہ ماہ جاری رہا- مگر قلعہ سر نہ ہؤا- آخر شہنشاہ اکبر نے محصورین میں سے کسی کو رشوت دے کر اس پر قبضہ کر لیا*

### اکبر اور راجپوت

اکبر نے خود ہندوستان کی آب و ہوا میں پرورش پائی تھی- اور بہت معاملہ فہم تھا- علاوہ ازیں ابو الفضل اور فیضی جیسے عالی دماغ اور آزاد خیال علماء کے ساتھ شب و روز رہتا تھا- اس لئے اس نے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ محسوس

کرلیا۔ کہ ہندوستان میں حکومت کو پائیدار بنانے کے لئے اہل ہنود خصوصاً راجپوتوں کے دلوں کو تسخیر کرنا از بس ضروری ہے ؛

اس اہم نکتہ کو اس نے کبھی نظر انداز نہ کیا بہادروں کی طرح وہ راجپوتانہ پر حملہ آور ہوا۔ راجپوت پرانی روایات کے مطابق بہادروں کی طرح لڑے۔ لیکن اس کا مقابلہ نہ کرسکے۔ اکبر نے بہت فراخ دلی سے کام لیا۔ اور تمام مغلوب شدہ راجپوت راجوں کو ان کے علاقے واپس کردئے۔ نہ صرف یہی بلکہ ان کی بہادری کی ایسے الفاظ میں اور ایسے طریق سے تعریف کی۔ کہ وہ اکبر کی بہادری اور اولوالعزمی کے قائل ہو گئے۔ مزید برآں راجپوتوں پر طرح طرح کی عنایات کیں۔ اور قابل راجپوتوں کو اعلےٰ اور قابل اعتبار عہدوں پر ممتاز کیا۔ راجپوت پہلے جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اکبر اور اس کی سلطنت کے لئے اپنے ہم مذہب اور ہم وطن راجپوتوں کا خون بہانے سے بھی نہ چوکے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے اکبر اور اس کی اولاد کو بیٹیاں دیں۔ راجہ بہاری مل والئے جے پور کی لڑکی اکبر کی بیوی بنی۔ شہزادہ سلیم نے بھگوانداس اور بعد ازاں اودے سنگھ راجہ جودھپور کی لڑکیوں کے ساتھ شادیاں کیں ؛

اس باہمی رشتہ داری نے بڑے بڑے راجپوت

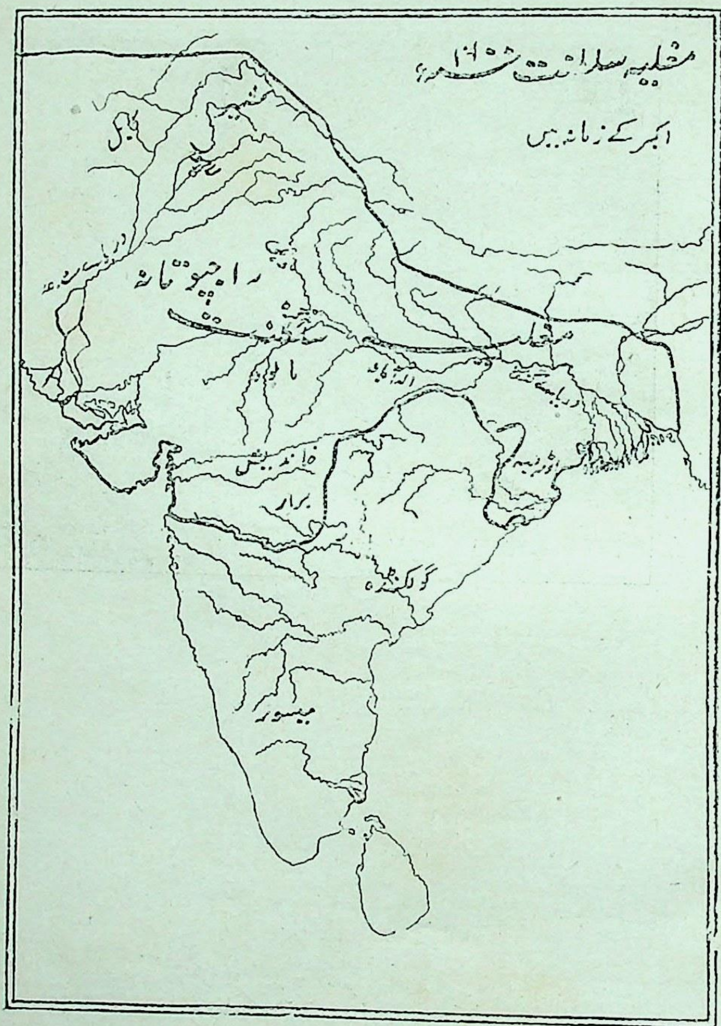
سرداروں مثلاً مان سنگھ اور بھگوانداس کو اکبر کی سلطنت کے اراکین بننے پر مجبور کر دیا۔ اور اس طرح مغلیہ حکومت کی بنیاد مضبوط چٹان پر قائم ہوگئی ؛

جب اکبر نے دیکھا۔ کہ اہل ہنود اس کے مددگار ہوگئے ہیں۔ تو اس نے ہندو یاتریوں پر مدت سے جو یاترا ٹیکس عائد تھا۔ اور جس سے کروڑوں روپیہ شاہی خزانہ میں آتا تھا۔ اپنی ہندو رعایا کی دلجوئی کے لئے منسوخ کر دیا۔ ہر ہندو کو جزیہ دینا پڑتا تھا اس سے ہندو رعایا کے دل کو ٹھیس لگتی تھی۔ اور جذبہ نفرت پیدا ہوتا تھا۔ اس لئے اکبر نے جزیہ بھی منسوخ کر دیا۔ یہ رعایات ایسی نہ تھیں۔ کہ ہندو ان کی پروا نہ کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تمام ہندو اکبر کی جان نثار رعایا بن گئے۔ اور اسے فرشتہ رحمت سمجھنے لگ گئے۔ یہ ہی نہیں بلکہ وہ اسے ہندو دھرم کا سچا محافظ اور مددگار تسلیم کرنے لگے۔ اور ہر ایک ہندو کے دل میں اکبر کے لئے عقیدت کا جذبہ پیدا ہوگیا ؛

جب ہر طرح اہل ہنود کی طرف سے مطمئن ہوگیا تو اکبر نے بچپن کی شادی اور رسم ستی کے انسداد کی کوشش کی۔ بیوہ عورتوں کو دوبارہ شادی کرنے کا قانونی حق بخشا۔ ان اصلاحات نے ہندوؤں کو اکبر کا اور بھی گرویدہ احسان بنا دیا ؛

### رانا پرتاپ

اکبر نے راجپوت قوم کو قابو میں کرنے کے لئے راجپوتوں اور ہندوؤں کی بہت دلجوئی کی۔ پھر بھی راجپوتوں کے ایک گروہ نے اکبر اور اس کی اسلامی حکومت کو تباہ کرنے کا پختہ ارادہ کر رکھا تھا۔ اس گروہ کا سردار رانا سانگا والئے چتوڑ کا پوتا اور اودے سنگھ کا سب سے بڑا لڑکا رانا پرتاپ تھا۔ وہ راجپوتی جوانمردی۔ استقلال۔ بہادری اور فن سپاہ گری کا نمونہ تھا۔ اس نے راجپوتوں کو بہت بھڑکایا۔ اور پھر یہ عہد کر لیا۔ کہ جب تک وہ یا اس کے جانشین چتوڑ مسلمانوں سے واپس نہ لے لیں گے۔ نہ تو سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھائیں گے اور نہ شاہانہ بستروں پر سوئینگے۔ اور نہ ڈاڑھی منوائیں گے۔ یہ دیکھ کر راجپوتوں کا خون جوش میں آگیا۔ اور ہزاروں راجپوت اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔ ۱۵۷۶ء میں ہلدی گھاٹ کے میدان میں راجپوت جوہر مردانگی دکھاتے ہوئے پسپا ہوئے۔ پھر بھی رانا پرتاپ نے ہمت نہ ہاری۔ ایک میواڑی رئیس بھاما شاہ کی تمام عمر کی جمع کی ہوئی دولت جو اس نے رانا کے آڑے وقت میں سپرد کی تھی۔ اس نئی مہم میں صرف ہوئی۔ اور اسی مالی امداد


مغلیہ سلطنت ۱۶۰۵ء
اکبر کے زمانہ میں
کابل
راجپوتانہ
مالوہ
الہ آباد
خاندیش
برار
اوڑیسہ
گولکنڈہ
میسور




اکبر



رانا پرتاپ

سے رانا نے جلد ہی راجپوتانہ کا بہت سا حصّہ فتح کر لیا۔ البتہ چتوڑ۔ اجمیر اور منڈل گڑھ کے قلعے پھر بھی رانا کے ہاتھ نہ آئے ؞

اکبر نے رانا کو عزم اور ارادہ کا پکا دیکھ کر اسے اس کے فتح کئے ہوئے علاقے سے نکالنے کا خیال ترک کر دیا۔ چونکہ رانا اور اس کے جانشین اپنا عہد پورا نہ کر سکے۔ اس لئے سنا ہے۔ کہ آج تک وہ کھانا کھاتے وقت سونے چاندی کے برتنوں میں پتّے رکھ لیتے ہیں۔ اور بستروں کے نیچے پھوس بچھا لیتے ہیں۔ اور ڈاڑھی نہیں بنواتے ؞

## نظام حکومت

انتظام حکومت کو بہتر اور پائدار بنانے کے لئے اکبر نے تمام سلطنت کو مندرجہ ذیل پندرہ صوبوں میں منقسم کر دیا ؞

(۱)۔ آگرہ ؞ (۲)۔ احمد آباد ؞ (۳)۔ اجمیر ؞ (۴)۔ گجرات ؞ (۵)۔ الہ آباد ؞ (۶) بنگال معہ اڑیسہ ؞ (۷)۔ بہار ؞ (۸)۔ دہلی ؞ (۹) کابل مع کشمیر ؞ (۱۰)۔ لاہور ؞ (۱۱)۔ مالوہ ؞ (۱۲)۔ ملتان معہ سندھ ؞ (۱۳)۔ اودھ جس میں احمد نگر بھی شامل تھا ؞ (۱۴)۔ برار ؞ (۱۵)۔ خاندیش ؞

ہر صوبہ کی حکومت ایک صوبہ دار یا سپہ سالار کے سپرد تھی۔ جو یا تو شاہی خاندان میں سے ہوتا تھا۔ یا بارسوخ درباری سردار۔ صوبیدار کی سہولیت

کے لیئے صوبہ کو ۱۰۰ ضلعوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ہر ضلع کئی پرگنوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ صوبے دار کو بے انتہا اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکومت کے لیئے فوج اور روپیہ مہیا کرنے میں تو وہ شہنشاہ ہند کے ماتحت تھا۔ لیکن اور امور میں بالکل خود مختار تھا۔

فوجداری مقدمات افسران مالگذاری یا فوجی افسروں کی عدالت میں پیش ہوتے تھے۔ اور ان کے فیصلوں کے خلاف شاہی عدالت میں اپیل ہوتی تھی۔ افسرانِ مال کی وہی حیثیت تھی۔ جو آجکل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ہے۔ میر عادل اور قاضی بھی مقدمات سننے کے لیئے مقرر تھے۔ شہروں کی حفاظت پولیس کے سپرد تھی۔ جس کا حاکم کوتوال کہلاتا تھا۔ دیہات میں بھی پولیس رہتی تھی۔ مجرم اپنے جرم کے مطابق سزا پاتے تھے۔ اور کبھی کبھی معمولی جرم کے لیئے سخت سزا بھی دی جاتی تھی۔ تاکہ دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں۔

## فوجی انتظام

اکبر نے فوج کا خاطر خواہ انتظام کیا تھا۔ فوجی افسروں کے مختلف درجے مقرر تھے۔ سب سے بڑھ کر پانچ ہزاری ہوتا تھا۔ اور بعض حالات میں یہ عہدہ دس ہزاری تک پہنچ جاتا تھا۔ سب سے چھوٹے افسر کے ماتحت دس سوار ہوتے تھے۔ یہ فوجی افسر

منصبدار کہلاتے تھے - اور ان میں سے افسران اعلےٰ امیر کہلاتے تھے - منصبداروں کو تنخواہ کے بدلے جاگیریں دی جاتی تھیں - جن کے مالیہ سے انہیں سپاہیوں اور سواروں کی تنخواہیں بھی دینی پڑتی تھیں - اس عطیہ کے صلہ میں ان کو لڑائی کے موقعہ پر بادشاہ کی مالی اور فوجی امداد کرنی پڑتی تھی - گاہ بگاہ بادشاہ ان افواج کا معائنہ بھی کرتا تھا - اور منصب دار اپنے سواروں اور سپاہیوں کو ملاحظہ کے لیئے بادشاہ کے سامنے پیش کرتے تھے ؛

**مالی اصلاحات** راجہ ٹوڈر مل جو شیر شاہ کا وزیر مال رہ چکا تھا اکبر کا وزیر مال گذاری تھا - بندوبست اراضی و مال گذاری اس کے سپرد تھا - اپنے سابقہ تجربہ کی وجہ سے اسے اس میں کمال حاصل تھا - اس نے معلوم کیا - کہ ہندوستان ایک زرعی ملک ہے - اور اس کی ترقی زمینداروں کی آسودہ حالی پر مبنی ہے - اس لیئے اس نے پہلے مالیہ کے جمع کرنے میں اصلاح کی - پہلے صوبیدار اپنے صوبوں سے مالیہ وصول کرتے - اپنی اور ملازمین کی تنخواہ وغیرہ منہا کرکے باقی رقم صدر مقام پر بھیج دیتے - اس طریقہ سے بادشاہ جانچ پڑتال نہیں کر سکتا تھا - کہ آیا صوبیدار روپیہ جائز خرچ کرتے ہیں - یا نہیں - ساتھ ہی لوگ مرکزی حکومت

کی طاقت کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ ٹوڈرمل نے یہ طریقہ بدل دیا۔ اور یہ قانون پاس کر دیا۔ کہ تمام مالیہ شاہی خزانے میں جمع کیا جائے۔ اور پھر وہاں سے تنخواہ وغیرہ دی جائے۔ اس سے بیچارے کسانوں کو بڑا فائدہ ہوا۔ کیونکہ یہ لوگ اس رشوت سے سبکدوش ہو گئے جو یاور نذرانہ سرکاری عہدہ داروں کو دیتے تھے۔ مالیہ بجائے اناج کے نقدی میں ادا ہونے لگا*

ٹوڈرمل کے زیر اہتمام تمام زمینوں کی پیمائش کی گئی۔ اس کے تین بڑے مقاصد تھے*

(۱)۔ زمین کی ٹھیک پیمائش معلوم ہو*

(۲)۔ ہر ایک بیگھہ کی پیداوار اور سرکاری لگان کا اندازہ ٹھیک طور پر لگایا جا سکے*

(۳)۔ سرکاری لگان میں نقد روپیہ ملے*

تمام زمین کو پیداوار کے مطابق تین درجوں میں منقسم کیا گیا۔ مگر بنجر زمینوں پر معاملہ بالکل معاف کیا گیا۔ کل پیداوار کا $\frac{1}{3}$ حصہ بطور لگان مقرر ہوا۔ سرکار کی طرف سے کسانوں کو بیج وغیرہ خریدنے کے لیئے روپیہ قرض دیا جانے لگا۔ پہلے پہل بندوبست اراضی سال بسال ہوتا تھا۔ مگر بعد ازاں بندوبست دس سال کے لیئے ہو گیا۔ زمیندار اس بندوبست اراضی و مال گذاری سے خوشحال ہو گئے۔ صیغہ مال گذاری کی سالانہ آمدنی چھ کروڑ سے کسی قدر زیادہ تھی*

## اکبر کے مذہبی خیالات

اگرچہ اکبر شروع سے ہی آزاد خیال تھا۔ تاہم چوبیس سال کی عمر تک اس نے اپنے خیالات کو مذہب اسلام کی حدود سے باہر نکلنے نہ دیا۔ لیکن ابو الفضل اور فیضی جیسے آزاد خیال عالموں کی صحبت نے اسے اصلی رنگ میں ظاہر کر دیا۔ وہ اپنی ہندو رانیوں کو محلات میں پوجا پاٹ کرتے دیکھا کرتا تھا۔ اور اکثر ان کی خاطر خود بھی پوجا میں شامل ہو جاتا۔ اس لئے اس نے علانیہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہر مذہب سچائی کی تلقین کرتا ہے۔ نیز ہر مذہب برائی سے بچنے اور نیکی اور پاکیزگی کی زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے ضروری نہیں کہ ضرور مسلمان ہی نجات پائیں۔ یا عیسائی ہی جنت کے مالک بنیں اور ہندو دوزخ میں ڈالے جائیں۔۔ اس کا خیال تھا۔ کہ ہر ایک پاکباز اور راست گو شخص بلا لحاظ مذہب و ملت خدا کا دیدار حاصل کر سکتا ہے۔ اور نجات پا سکتا ہے۔۔ وہ کہتا تھا۔ کہ مذہب کے نام پر لڑنا زیبا نہیں۔ راست گوئی و پاکیزگی اپنا وطیرہ بناؤ۔ چنانچہ وہ اس شعر کو جھوم جھوم کر پڑھا کرتا تھا:۔ ؎

راستی موجب رضائے خدا ست — کس ندیدم کہ گم شد از راہ راست

تاریخ ہندوستان حصہ اول

اکبر ہفتہ وار فتح پور سیکری میں شاہی عبادت خانہ میں ایک مجلس منعقد کرتا تھا۔ جس میں برہمن - جینی - پارسی - یہودی - عیسائی - شیعہ - سنی غرضیکہ جملہ مذاہب کے علما اپنے اپنے مذاہب کی خوبیاں بیان کرتے - اور دوسرے مذاہب کے نقص دکھلاتے تھے۔ اس بحث مباحثہ میں بعض اوقات معاملہ نوک جھونک کی حد سے گزر کر گالی گلوچ تک پہنچ جاتا تھا - اس بات نے اکبر کو تمام رسمی مذاہب کی طرف سے بدظن کر دیا تھا۔

**دین الٰہی**

اس تمام کوشش کے باوجود اکبر کسی ایک مذہب کو مکمل اور جامع تسلیم نہ کر سکا - آخر اپنے خیال میں مذہب کی کمی کو پورا کرنے کے لیئے اس نے ابو الفضل اور فیضی جیسے آزاد خیال عالموں کی مدد سے ایک نیئے دین کی بنیاد ڈالی - جسے وہ دین الٰہی کہتا تھا - اس دین الٰہی کی ابتدا اس نے اس طرح کی - کہ تمام علماء کو مجبور کیا - کہ اس فرمان پر دستخط کریں - جس میں مذکور تھا - کہ شہنشاہ ہر متنازعہ مسئلہ میں فیصلہ کن فتوٰے دینے کا مجاز ہے - اور اس کا فیصلہ خواہ مذہب اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو - مسلمانوں کے لیئے قابل تسلیم ہوگا۔

دین الٰہی کیا تھا؟ اکبر نے جملہ مذاہب میں جو جو باتیں اچھی خیال کیں۔ جمع کر لیں۔ اور اسے دین الٰہی کا نام دے کر خود خلیفہ بن گیا اکبر اور اس کے ہم خیال ہر صبح سورج کی پرستش کرتے۔ سورج۔ چاند۔ ستارے اور آگ خدا کی قدرت کو نمایاں کرتے تھے۔ اسی لئے وہ ان کو قابل تعظیم سمجھتے تھے۔ دین الٰہی کے پیرو اکبر کے سامنے سجدہ کرنا بھی مذہبی تعلیم کا حصہ خیال کرتے تھے۔

دین الٰہی کو اگرچہ اکبر جیسے مطلق العنان اور عظیم الشان شہنشاہ نے جاری کیا۔ تاہم اس کے پیرو محض چند حاشیہ نشین اور اسی کے ذاتی دوست ہی بنے۔ اور باقی تمام رعایا اپنے اپنے مذہب پر قائم رہی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اکبر کی وفات کے ساتھ ہی دین الٰہی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

**اکبر کے نورتن** بکرما جیت کے دربار کی طرح اکبر کے دربار میں بھی نورتن تھے در حقیقت یہ انہیں کی بدولت تھا۔ کہ بادشاہ نے سلطنت کو مستحکم کر لیا۔ اور کئی اچھی اچھی اصلاحیں کر کے سلطنت کی بنیاد مضبوط چٹان پر قائم کر دی۔ راجہ مان سنگھ اور راجہ بھگوانداس جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اکبر کے دو بڑے

افسر تھے۔ جنھوں نے راجپوتانہ کے علاوہ اور کئی صوبوں کو فتح کر کے سلطنت مغلیہ میں شامل کیا ۔

**راجہ ٹوڈرمل**

راجہ ٹوڈرمل پکا برہمن تھا۔ اور بنگال کا صوبے دار تھا۔ علاوہ ازیں ایک اعلیٰ اور بہادر فوجی افسر تھا۔ زیادہ تر وہ اکبر کا وزیر مال گذاری ہونے کی وجہ سے مشہور و معروف ہے۔ وہ شیر شاہ سوری اور مظفر خاں کے پاس ملازم رہ چکا تھا۔ اس نے اکبر کے زمانے میں صیغہ مالگذاری میں بڑی بڑی اصلاحیں کیں۔ اور تمام زراعت شدہ زمین کی پیمائش کرائی۔ اور پیداوار کا ⅓ حصہ بطور لگان مقرر کیا ۔

**راجہ بیربل**

بادشاہ کا نہایت عزیز دوست تھا۔ وہ قوم کا برہمن تھا۔ بہت ہی خوش دل آدمی تھا۔ اور اپنی ظرافت اور حاضر جوابی کی وجہ سے ہمیشہ اکبر کے ہمراہ رہتا تھا۔ بیربل کے لطیفے بہت مشہور ہیں۔ اور ہندوستان میں بڑے شوق سے پڑھے جاتے ہیں ۔

ملاں دوپیازہ بھی اکبر کے نورتنوں میں سے تھا۔ اور تان سین بھی موسیقی کا ماہر ہونے کی وجہ سے اکبر کے دربار میں ممتاز تھا ۔

**فیضی**

شیخ مبارک نامی عربی اپنے علم و فضل اور فراخ دلی کے لئے راجپوتانہ بھر میں مشہور تھا - اس کے دو بیٹے تھے - فیضی اور ابوالفضل - فیضی نے اپنے بلند نظر باپ سے بلند خیالی اور فراخدلی کا سبق لیا - حکمت اور علم ادب و شعر کے آسمان پر سورج ہو کر چمکا *

اکبر جن دنوں چتوڑ کے محاصرہ میں مصروف تھا فیضی کی شہرت اس کے کانوں تک پہنچی - آخر اکبر نے اسے اپنے دربار میں طلب کیا - فیضی کی قابلیت اور معاملہ فہمی نے جلد ہی شہنشاہ کے دل کو موہ لیا - اور وہ اس کا قابل اعتماد دوست بن گیا - اکبر نے اسے ملک الشعرا کے خطاب سے سرفراز فرمایا - فیضی نے سات سال تک اکبر کے سایہ میں عزت و شہرت کی زندگی بسر کی - اس عرصہ میں اس نے رامائن کا فارسی میں ترجمہ مکمل کیا - مہابھارت کا کچھ حصہ ترجمہ کیا - اور سنسکرت زبان کی کئی کتب فارسی نظم کے سانچے میں ڈھالیں *

**ابوالفضل**

فیضی کے ذریعے سے اس کا بھائی ابوالفضل اکبر کے دربار میں پہنچا - ابوالفضل ایسا ذہین اور ہونہار تھا - کہ اس نے پندرہ سال ہی کی عمر میں فلسفہ اور سائینس کی تمام مروجہ کتابیں پڑھ ڈالیں - شیخ

مبارک کی بلند خیالی اور فلسفہ دانی نے ابوالفضل کو بالکل آزاد خیال بنا دیا۔ اور وہ درباریوں میں شامل ہوتے ہی اکبر کا قابل اعتبار راز دان بن گیا۔
ابوالفضل نے اپنی علمیت کے جوہر "آئین اکبری" اور "اکبر نامہ" میں دکھلائے ہیں۔ دین الٰہی درحقیقت ابوالفضل کے خیالات کا عکس تھا ÷ وہ محض عالم ہی نہ تھا۔ بلکہ مرد میدان اور شجاع سپاہی بھی تھا۔ چنانچہ بارہا وہ سپہ سالار مقرر ہوا۔ اور اس نے اپنی مردانگی کے جوہر میدان جنگ میں دکھائے۔ اپنی ان صفات کی وجہ سے وہ شہنشاہ کا خاص مشیر بن گیا تھا۔ لیکن قرب شاہی نے دوسرے درباری سرداروں کو اس کا حاسد بنا دیا۔ اور آخر کار اسی حسد کے صدقے وہ شہزادہ سلیم کے اشارہ سے قتل ہوا ÷

عرفی بھی اکبر کے زمانہ کا بڑا مشہور فارسی شاعر تھا۔ جو اکبر کی قدر شناسی کے افسانے سن کر فارس سے میلوں کی مسافت طے کر کے ہندوستان میں آیا تھا۔ ابوالفضل اور فیضی کی موجودگی میں اس کا بارسوخ ہو جانا یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ درحقیقت ایک قابل شاعر تھا ÷

## اکبر کے خصائل

اکبر ایک بہت بڑا شہنشاہ تھا۔ ہندوستان کے راجاؤں میں سے صرف اشوک ہی اس کے ہم پلہ تھا۔

اپنے ہمعصروں میں اس کا رتبہ انگلستان کی ملکہ الزبتھ اور فرانس کے شاہ ہنری چہارم کے برابر تھا۔

وہ ایک لائق ملکی مدبر تھا۔ اور فراخ دل۔ عالی حوصلہ اور پرلے درجے کا فیاض تھا۔ وہ ایک بہادر سپاہی اور قابل سپہ سالار تھا۔ نہایت طاقت ور اور شہ زور تھا۔ سکندر اعظم کی طرح بے خوف اور نڈر تھا۔ فتح پور سیکری سے لے کر احمد آباد تک آٹھ سو میل کا فاصلہ جو اُس نے سانڈنی پر نو دن میں طے کیا۔ اس کی شہ سواری اور ہمت پر دلالت کرتا ہے۔ پرلے درجے کا صابر اور مستقل مزاج تھا۔

علاوہ ازیں اس کی جسمانی طاقت قابل تعریف تھی۔ وہ جنگی کھیلوں کا دلدادہ تھا۔ تیغ زنی۔ تیر اندازی اور بندوق کا نشانہ لگانے میں بہت مشہور تھا۔ علاوہ ازیں دیگر جنگی فنون میں بھی اسے کمال حاصل تھا۔ گو خود تعلیم یافتہ نہ تھا۔ تاہم علما و فضلا کی قدر شناسی و حوصلہ افزائی میں کوتاہی نہ کرتا۔ علوم و فنون کا ایسا دلدادہ تھا۔ کہ مذہبی۔ قانونی۔ تاریخی اور فلسفہ کی کتابیں پڑھوا کر سنتا۔ اور اپنے فہم اور قوت حافظہ کی مدد سے ان کتابوں کی عبارت کو حفظ کر لیتا۔ فن تعمیرات میں بھی وہ کافی دلچسپی لیتا تھا۔ چنانچہ فتح پور سیکری کی خوبصورت اور خوشنما عمارات آج تک

اس کے اچھے مذاق کا پتہ دیتی ہیں - اس کی عادات سادہ اور پسندیدہ تھیں - اور نہایت خوش خلق اور ملنسار تھا ؛

بایں ہمہ اس کی ذات میں بعض نقائص بھی موجود تھے - اور کئی دفعہ اس سے ایسی باتیں سرزد ہوئیں - جو اس کی شان کے شایاں نہ تھیں - شاید افیون کھانا اس نے باپ سے ورثہ میں لیا تھا - اور شراب پینا اپنے دادا بابر سے ؛

اکبر کہ اس کی فتوحات اور سلطنت کی وسعت ملکی انتظام اور ترقی اور امن وامان اور رعایا کی خوشحال کے لئے کون ہے جو اسے اکبر اعظم نہ کہے ؛

## سلطنت مغلیہ کا بانی

در اصل قوموں اور ملکوں کی قسمت کا فیصلہ کہ کون حاکم اور کون محکوم ہوگا کبھی میدان جنگ میں کسی کی فتح اور شکست پر نہیں ہوا - حقیقت یہ ہے - کہ اصل فتح دلوں کی تسخیر ہے - جو شخص آج میدان مارتا اور لاکھوں کروڑوں زندگیوں کا ذمہ دار ہوتا ہے - وہی دوسرے دن اپنی جان بچانے کے لئے ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے - ؎

اے حب جاہ والو جو آج تاجور ہے
کل دیکھنا تم اس کو نہ تاج ہے نہ سر ہے

بابر کی ابتدائی زندگی اس کی شاہد ہے۔ پس اس بنا پر ہمیں دیکھنا ہے۔ کہ مغلیہ سلطنت ہند کا اصلی بانی کون تھا۔ بابر یا اکبر ؟

حقیقت ہے کہ بابر نے پانی پت کے مقام پر ابراہیم لودھی کو شکست فاش دی۔ اور یہ بھی درست ہے۔ کہ اس نے ہندوستان میں مغلیہ خاندان کی بنیاد ڈالی۔ مگر یہ بھی سچ ہے۔ کہ وہ اپنی لیاقت۔ علمیت۔ سخاوت۔ شجاعت و دیگر اوصاف حمیدہ کا سکہ یہاں کے باشندوں کے دلوں پر نہ بیٹھا سکا۔ کیونکہ وہ کوئی ملکی نظام مرتب کر کے عمل میں لانے سے پیشتر ہی ملک عدم کا راہی ہوا۔ گویا کہ صرف حصہ زمین ہی اس نے وراثت میں نہیں چھوڑا۔ بلکہ اپنے جانشینوں کے لئے مصائب کا ایک طومار بھی چھوڑا۔ اگر بابر نے ہندوستان میں مغلیہ حکومت کی اصل بنیاد ڈالی ہوتی۔ تو بیچارہ ہمایوں ہندوستان سے اس بیچارگی سے نہ نکلتا۔ اور در بدر مدد کے لئے نہ پھرتا +

دوسری طرف اکبر نے بتدریج ہندوستان میں مغلیہ حکومت کو وسیع کیا۔ مستحکم اور دیرپا بنایا۔ بہترین انتظامات۔ و اصلاحات۔ مذہبی رواداری۔ سیاست فہمی اور دور اندیشی سے ہندوؤں کو گرویدہ احسان بنایا۔ خود حکومت کی اور صدیوں

تک کے لئے حکومت اپنے خاندان کے لئے محفوظ
کردی - اور اس کی اولاد نے بے فکری کے ساتھ
نہ صرف حکومت کی - بلکہ سلطنت کو وسعت دی -
پس معلوم ہؤا - کہ خاندان مغلیہ اور اس کی حکومت
کو مستقل طور پر ہندوستان میں قائم کرنے والا
اکبر تھا نہ کہ بابر ؎

# ستائیسواں باب

## جہانگیر ۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۷ء تک

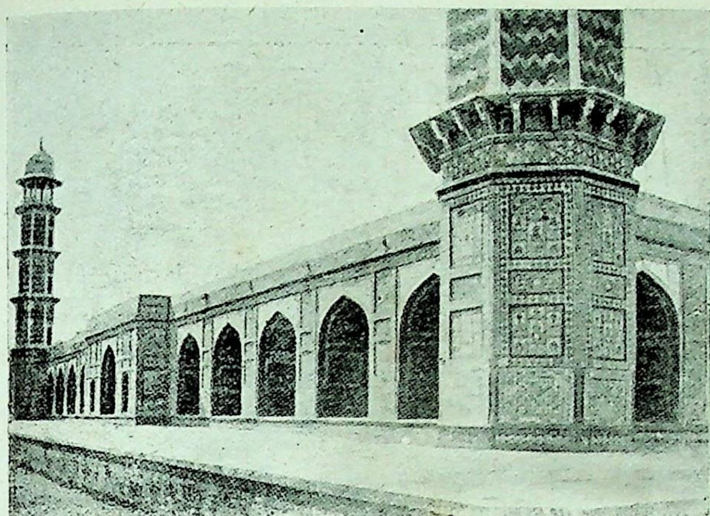
اکبر اولاد کے بارے میں بہت بدقسمت واقع
ہؤا تھا - پہلے تو مدت تک لڑکا ہی نہ ہؤا - اور
پھر خدا نے اولاد دی بھی - تو وہ بہت ہی ناکارہ
نکلی - شہزادہ مراد اور دانیال کو شراب نوشی نے
جلد موت کی نیند سلا دیا - لے دے کے سلیم رہ
گیا - اس نے بھی اپنے بوڑھے باپ کی زندگی
کے آخری سال بہت تلخ کر دئے - ایک دفعہ
علم بغاوت بلند کرکے الہ آباد میں دارالحکومت
قائم کرکے آزادانہ حکومت کا اعلان کر دیا -
لیکن جلد ہی سمجھ گیا - اور گناہ معاف کرا کے
باپ کی موت کا انتظار کرنے لگا - ۱۶۰۵ء میں
اکبر سلیم کو اپنا جانشین مقرر کرکے فوت ہؤا - اور



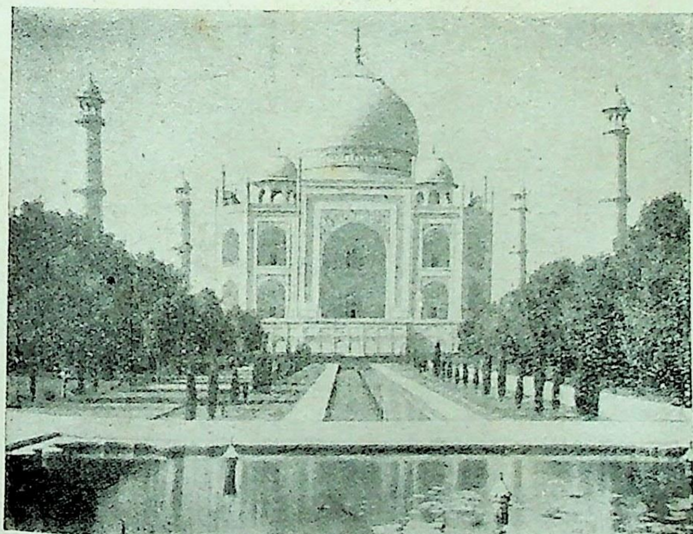
جہانگیر



نورجہاں



جہانگیر کا مقبرہ لاہور



تاج محل آگرہ

بعد میں جہانگیر کے لقب سے تخت نشین ہوا۔

## اصلاحات

جہانگیر نے ملکی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ناپسندیدہ محصولات منسوخ کر دئے۔ اور چنگی والوں کو حکم دے دیا۔ کہ سوداگروں کے مال کی تلاشی ان کی مرضی کے خلاف نہ لی جائے۔ پہلے رواج تھا۔ کہ فوجی سپاہی عام لوگوں کی طرح محلوں اور کوچوں میں رہتے تھے۔ ان لوگوں کی موجودگی اہل محلہ کو ناگوار گذرتی تھی۔ کیونکہ یہ لوگ عوام کو تنگ کرتے تھے۔ اس لئے جہانگیر نے حکم دے دیا۔ کہ آئندہ محلوں اور کوچوں میں نہ رہا کریں۔

جہانگیر نے مجرموں کے ناک اور کان کاٹنے کی سزا کو معیوب سمجھ کر منسوخ کر دیا۔ شہنشاہ خود اگرچہ شراب کے نشہ میں اکثر چور رہتا۔ تاہم اس نے تمام رعایا کے لئے شراب پینا حکماً بند کر دیا تھا۔

جہانگیر خوب سمجھتا تھا۔ کہ مظلوم اور ستائے ہوئے لوگ جب تمام طرفوں سے مایوس ہو کر شہنشاہ کے حضور میں اپنی فریاد کرنے کے لئے آتے ہیں۔ تو سرکاری پہرہ دار اور کارندے ان کو شہنشاہ تک کن مشکلات کے بعد پہنچنے دیتے ہیں۔ اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے اس نے ایک سونے کی زنجیر تیار کرائی۔

جس کا ایک سرا محلات سے باہر گزرگاہ عام کی طرف تھا - اور دوسرے سرے پر طلائی گھنٹیاں لگی ہوئی تھیں - جو شہنشاہ کے کمرے میں آویزاں تھیں ہر مظلوم فریاد کرنے کے لیئے اسی زنجیر کو کھینچتا - اور شہنشاہ کو گھنٹیوں کے ہلنے سے پتہ لگ جاتا کہ کوئی شخص اپنا دردِ دل اس کے سامنے رکھنا چاہتا ہے - وہ فوراً اس مظلوم کو بلا کر اس کی فریاد سنتا - اور مناسب حکم دیتا - اس زنجیر عدل نے اس کی گذشتہ غلطیوں اور سختیوں کو لوگوں کے دلوں سے محو کر دیا ؎

اکبر نے دین الٰہی کے ساتھ ہی شمسی مہینے مقرر کیئے تھے - اور قمری مہینے جو مسلمانوں کے مذہبی مہینے ہیں - کار و بار سلطنت کے لیئے ترک کر دیئے تھے - جہانگیر نے قمری مہینے بھی دوبارہ جاری کر دیئے - شمسی مہینے اب تک افغانستان میں رائج ہیں ؎

## خسرو کی بغاوت

جہانگیر کی بد اعتدالیوں کے سبب اکبر کی زندگی کے آخری دن بہت تکلیف دہ تھے - لیکن قدرت نے اس کا بدلہ جلد ہی لے لیا - اکبر کی وفات کو ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا - کہ جہانگیر کا بیٹا شہزادہ خسرو باپ کے مقابلے میں تخت حکومت کا دعویدار بن بیٹھا - اور جلد ہی ایک عظیم الشان فوج جمع کرکے پنجاب کی طرف بڑھا ؎

جہانگیر نے محسوس کیا - کہ اگر خسرو کی اٹھتی ہوئی امنگوں کو اس وقت دبایا نہ گیا - تو نظام حکومت درہم برہم ہو جائیگا - اس لئے بجلی کی طرح پنجاب کی طرف خسرو کے تعاقب میں بڑھا - شاہی افواج نے شہزادہ کو چناب کے کنارے جا لیا - اور خسرو کے ساتھیوں کو اس بے رحمی کے ساتھ مروایا گیا - کہ اس کے بیان سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں - شہزادہ خسرو قید ہو گیا - جب شاہزادہ خرم جو شاہجہاں کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے دکن کی مہم پر جانے لگا - تو اس نے خسرو کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت چاہی - اور ۱۶۲۲ء میں خرم نے خسرو کو قتل کرا کے اپنے لئے حکومت کا میدان صاف کر لیا۔

## نورجہاں

۱۶۱۱ء میں جہانگیر کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کرنے والا واقعہ ہؤا - اور یہ نورجہاں کے ساتھ شادی تھی - نورجہاں کے متعلق مندرجہ ذیل قصہ مشہور ہے۔

مرزا غیاث الدین ایران کے ایک اعلیٰ خاندان سے تھا - لیکن انقلاب زمانہ نے اسے گردش کی ایسی چکی میں پیسا - کہ بیچارے کو چار و ناچار وطن عزیز چھوڑنا پڑا - اور قسمت آزمائی کے لئے ہندوستان کا رخ کیا - قندھار کے نزدیک اُسی بے سروسامانی کی حالت میں ایک لڑکی پیدا ہوئی - ماں باپ کی

محبت تو اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی۔ کہ اسے قسمت کے حوالے کیا جائے۔ لیکن وہ لاچار تھے۔ اس لئے جنگل میں چھوڑ کر اور چھاتی پر پتھر رکھ کر روتے دھوتے آگے چل دیئے۔ اور وہ ننھی سی جان سڑک کے کنارے سنسان جنگل میں بے خوف و خطر پڑی کبھی روتی اور کبھی انگوٹھا چوستی اور ہنستی۔ ایسی حالت میں کون خیال کرسکتا تھا۔ کہ اس کی قسمت کا آفتاب طلوع ہو چکا ہے۔ اور اس بے یار و مددگار لڑکی کی بود و ماند کے لئے شاہی محلات تعمیر ہو رہے ہیں ؛

مرزا غیاث الدین کے پیچھے پیچھے ایک قافلہ ہندوستان کی طرف آ رہا تھا۔ اس قافلہ میں ایک امیر کبیر سوداگر تھا۔ جب وہ قافلہ اس ننھی لڑکی کے قریب پہنچا۔ تو اس سوداگر کا دل بھر آیا۔ اس نے اس کو اٹھا لیا۔ اور قافلہ تیز چلا کر مرزا غیاث الدین کو جا لیا۔ اس نے لڑکی اور اس کے والدین کا تمام خرچ اپنے ذمہ لیا۔ اور لڑکی کی پرورش اس کی ماں کے ہی سپرد کردی ؛

اس سوداگر نے دوران سفر میں مرزا غیاث الدین کی قابلیت کا اندازہ لگا لیا تھا اور دہلی پہنچتے ہی اسے شاہی دربار میں ایک

ممتاز عمدہ دلا دیا۔ مرزا غیاث کی بیگم اور لڑکی شاہی محلات میں آیا جایا کرتی تھیں۔ اور محلات کی بیگمات لڑکی کی اٹھان دیکھ دیکھ کر حیران تھیں۔ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر سب نے اس کا نام مہرالنساء رکھا۔

ایک دن جہانگیر نے اسے شاہی باغ میں تنہا دیکھ پایا۔ اور ہزار جان سے اس پر فدا ہوگیا۔ گو شہزادہ مہرالنساء کے ساتھ شادی کا بہت خواہشمند تھا۔ لیکن اکبر مہرالنساء کو باوجود اس کی غیر معمولی خوبیوں کے شہزادہ سلیم کے لائق نہ سمجھتا تھا۔ اس لئے اس نے مہرالنساء کی شادی ایک افغان سردار شیر افگن کے ساتھ کر دی۔ اور شیر افگن کو بنگال کا صوبیدار بنا کر بھیج دیا۔ گو اب مہرالنساء اپنے خاوند کے ساتھ بنگال چلی گئی تھی۔ اور خاوند بیوی بہت آرام و محبت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن جہانگیر کے دل سے مہرالنساء کے ساتھ شادی کرنے کا خیال دور نہ ہوا تھا۔ جب جہانگیر تخت نشین ہوا۔ تو اس نے اسے اپنی ملکہ بنانے کے لئے جا و بیجا سب ذرائع استعمال کئے۔ حتے کہ شیر افگن قتل ہو گیا۔ اور مہرالنساء کو محلات میں لایا گیا۔ اور اس کا نام نورمحل رکھا گیا۔

مہرالنساء اپنے خاوند کے ظالمانہ قتل سے اس قدر رنجیدہ ہوئی - کہ باوجودیکہ وہ اور اس کی ننھی لڑکی چھ سال تک شاہی محلات میں رہیں - مگر اس نے جہانگیر کا منہ دیکھنا بھی گوارا نہ کیا - رفتہ رفتہ رنج کم ہوتا گیا - اور چھ سال بعد اس نے ۱۶۱۱ء میں جہانگیر کے ساتھ شادی کر لی - اور نور محل سے نور جہاں بن گئی ؛

یہ شادی تاریخ میں اس لحاظ سے خاص طور پر اہم ہے - کہ اس نے نہ صرف جہانگیر کی کایا پلٹ دی - بلکہ معاملات حکومت میں زبردست تبدیلی پیدا کر دی - مرزا غیاث الدین اعتماد الدولہ کے خطاب سے وزیر اعظم بنا - نور جہاں کا بھائی آصف خاں بھی دربار میں ایک اعلےٰ عہدہ پر ممتاز ہوا - اور سلطنت کا تمام کاروبار نور جہاں کے ہاتھ میں چلا گیا - کہا جاتا ہے - کہ جہانگیر مذاق کے طور پر کہا کرتا تھا - کہ ہم نے سلطنت ایک پیالہ شراب اور ایک ٹکڑا کباب کے بدلے نور جہاں کے ہاتھ بیچ دی ہے " ؛

### جنگ راجپوتانہ

رانا پرتاپ کے جانشین امر سنگھ والیٔ میواڑ کی سرکوبی کے لیۓ شاہزادہ خرم کو بھیجا گیا -

اس نے مدت تک امر سنگھ کا تعاقب کیا۔ آخر امر سنگھ نے ۱۶۱۴ء میں ہتھیار ڈال دئے۔ اور صلح ہو گئی ۔

## بغاوت ملک عنبر ۱۶۱۶ء

چاند بی بی کے قتل ہونے کے بعد احمد نگر مغلوں کے ہاتھ میں آگیا تھا۔ لیکن بد امنی وہاں پر پہلے ہی کی طرح تھی۔ ملک عنبر نامی ایک شخص نے اس بد امنی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور مغلوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ جہانگیر نے شاہجہاں کو اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ آخر ۱۶۱۶ء میں شاہجہاں نے ملک عنبر کو شکست فاش دے کر احمد نگر فتح کر لیا ۔

## فتح کانگڑہ ۱۶۲۰ء

اس کے عہد کا ایک اور جنگی کارنامہ یہ تھا۔ کہ ۱۶۲۰ء میں کانگڑہ کا مشہور قلعہ فتح ہو گیا۔ جسے اکبر بھی سر کرنے سے قاصر رہا تھا۔ جہانگیر کو اس پر بہت ہی ناز تھا ۔

## بغاوت خرم ۱۶۲۳ء تا ۱۶۲۵ء

۱۶۲۲ء میں شاہ عباس والیٔ ایران نے قندھار پر قبضہ کر لیا۔ قندھار کو واپس لینے کے لئے جہانگیر نے ایک لشکر جرار بھیجنے کا فیصلہ کیا ۔

نور جہاں کی ایک لڑکی شیر افگن سے تھی۔ جو شہزادہ خرم کے چھوٹے بھائی شہریار کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔ نور جہاں چاہتی تھی۔ کہ جہانگیر کے بعد اس کا داماد شہریار ہی حکومت کا مالک بنے۔ اسی لیئے موقعہ بے موقعہ شہزادہ خرم کو دار الحکومت سے دور بھجوا دیتی تھی۔ تا کہ اس کی عدم موجودگی میں شہریار بے کھٹکے بادشاہ بن سکے ٭

آخر شہزادہ خرم نور جہاں کی اس چال کو سمجھ گیا اور جب اسے قندھار فتح کرنے کے لیئے سپہ سالار بن کر جانے کا حکم ملا۔ تو اس نے تعمیل سے انکار کر دیا۔ اب نور جہاں نے حقیقت کو چھپانے کے لئے شہریار کو سپہ سالار بنوا دیا۔ اور خرم کے منصب میں کمی کر دی۔ خرم نے منصب کی کمی کو اپنی توہین سمجھ کر بغاوت کر دی۔ اور آگرہ کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن مہابت خاں نامی شاہی جرنیل نے اسے شکست دی۔ اور دکن کی طرف بھگا دیا۔ دکن سے وہ بنگال کی طرف بڑھا۔ لیکن قسمت یاور نہ تھی۔ اس لیئے بنگال میں بھی شکست کھائی۔ آخر اس نے ۱۶۲۵ء میں معافی مانگ لی۔ اور صلح کر لی ٭

## بغاوت مہابت خاں ۱۶۲۶-۲۷ء

مہابت خاں اپنی مردانہ

صفات اور فیاضی کے لئے بہت ہر دل عزیز ہو گیا تھا - آخر نور جہاں نے اس کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ختم کرنے کے لئے اسے ایک معاملہ کی جواب دہی کے لئے دربار میں طلب کیا - وہ اصلیت کو تاڑ گیا - اور پانچ ہزار راجپوتوں کا دستہ لے کر لاہور کے قریب شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہؤا - بادشاہ کابل کی طرف جا رہا تھا - اس نے موقعہ کو غنیمت جانا - اور جہانگیر کو حراست میں لے لیا - نور جہاں نے بے سود مقابلہ کیا - وہ خاوند کو چھڑا نہ سکی - آخر ایسی حکمت عملی سے کام لیا - کہ نہ صرف جہانگیر اس کی قید سے نکل آیا - بلکہ مہابت خاں کو اپنی حفاظت کے لئے ۱۶۲۷ء میں بھاگ کر شہزادہ خرم کے ساتھ دکن میں ملنا پڑا ؞

## جہانگیر کے خصائل

جہانگیر کو مورخوں نے عام طور پر ایک لائق شرابی کہا ہے - یہ درست ہے - کہ اس نے حکومت کے معاملات میں کبھی بہت دلچسپی کا اظہار نہ کیا تھا - مگر یہ اس کا اپنا قصور نہ تھا - بچپن کے ناز و نعمت نے اس کو بگاڑ دیا تھا - جب اس نے دیکھا - کہ نور جہاں ہر طرح سے اہل ہے - تو اس نے سلطنت کا انتظام اس کے سپرد کر دیا - اس میں کئی متضاد اوصاف موجود تھے - وہ انصاف پسند بھی تھا اور بے رحم بھی - اس میں خوش مزاجی بھی کتنی اور

وحشت بھی۔ جہانگیر نے تزک جہانگیری میں اپنی سلطنت کے تیئیس برس کے حالات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ فن موسیقی اور فن مصوری میں خاص شوق رکھتا تھا۔

**سر طامس رو**

جیمز اول شاہ انگلستان نے سر طامس رو نامی ایک سفیر جہانگیر کے دربار میں اس غرض سے بھیجا۔ کہ وہ ہندوستان میں انگریزوں کے لئے تجارتی کوٹھیاں قائم کرنے کی اجازت حاصل کرے۔ چنانچہ سر طامس رو اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ اور کمبے۔ گوگو۔ احمد آباد اور سورت کے مقامات پر انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں قائم ہوگئیں۔

سر طامس رو تین سال تک ہندوستان کے شاہی دربار میں رہا۔ اس وقت کے حالات اس نے قلمبند کئے ہیں۔ لکھتا ہے:

"شاہی دربار شان و شوکت کا نمونہ تھا۔ تخت شاہی میں ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ درباری زبان اگرچہ فارسی تھی۔ مگر عوام ہندوستانی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ سفیر کی تمام درباری عزت کرتے تھے۔ اور بارہا بادشاہ نے اسے اپنے ساتھ ضیافت میں شامل کیا۔

"طریق حکومت اگرچہ اکبر والا ہی تھا۔ لیکن جس خوبی کے ساتھ اکبر کے عہد میں انتظام ہوتا تھا۔ وہ اب مفقود تھا۔ صوبے وہی پندرہ تھے۔

سالانہ آمدنی بارہ کروڑ کے قریب تھی۔ صوبے کا حاکم ناظم کہلاتا تھا۔ اور مال افسر اس کا نائب تھا۔ جسے دیوان کہا جاتا تھا۔

"مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ قاضی لوگ کیا کرتے تھے۔ اور اہل ہنود کے مقدمات برہمنوں کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ ان کے احکام کے خلاف بادشاہ کے دربار میں اپیل ہوتی تھی۔ ملک میں رشوت ستانی زوروں پر تھی۔ خود سر طامس رو کو تجارتی حقوق حاصل کرنے کے لئے ایک بیش بہا ہیرا نورجہاں کے بھائی آصف خاں کی نذر کرنا پڑا۔

بغیر پوری حفاظت کے سفر کرنا خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ اور ڈاکو دن دھاڑے مسافروں کو لوٹ لیتے تھے۔ بادشاہ تمام رات شراب کے نشہ میں بدمست رہتا تھا۔ عیش و عشرت سے مطلق فرصت نہ تھی۔ وحشی جانوروں کی لڑائیاں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ حکومت ملکہ کے ہاتھ میں تھی۔ جو خوش قسمتی سے انتظام حکومت میں خوب ماہر تھی۔

# اٹھائیسواں باب

## شاہجہان ۱۶۲۷ء سے ۱۶۵۸ء تک

جہانگیر ۱۶۲۷ء میں دمہ کی بیماری سے فوت ہو

گیا۔ باپ کی وفات کے وقت شہزادہ خرم دکن میں
تھا۔ اور شہریار پنجاب میں۔ شہریار نے لاہور پر
قبضہ جما کر دہلی کی طرف بڑھنے کے لئے فوج
جمع کی۔ دوسری طرف نور جہاں کے بھائی آصف
خاں نے جس کی لڑکی ممتاز محل کی شادی شہزادہ
خرم کے ساتھ ہوئی تھی۔ خسرو کے لڑکے داور بخش
کو دہلی کے تخت پر بٹھا دیا۔ اور شہریار کو
شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ اور اس کی
آنکھیں نکلوا دیں۔ ادھر خرم کی طرف ایک قابل
اعتبار اور صبا رفتار ہرکارہ بھیجا۔ تاکہ خرم کو
جلد دارالحکومت میں پہنچنے کی اطلاع دے۔ خرم
نے اطلاع پاتے ہی تیزی کے ساتھ آگرہ کی
طرف کوچ کیا۔ اور آتے ہی خاندان کے ان
افراد کو جو اس کے خیال میں کبھی تخت کے
دعویدار ہو سکتے تھے۔ چن چن کر قتل کرا دیا۔
اور اس طرح رقیبوں کا کام تمام کر کے شاہ جہاں
کے نام سے تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا۔ اس
نے نور جہاں کا پورا پورا ادب کیا۔ ایک بیش قرار
وظیفہ بیگم کے لئے مقرر کر دیا۔ اس نے اپنے وظیفہ
سے ہزارہا غریب والدین کی لڑکیوں کی شادیاں کیں
اور فقرا کو بہت خیرات دی۔ لیکن جہانگیر کی وفات
اور اپنے داماد شہریار کی قتل نے اس کے دل کو
بجھا دیا۔ اس لئے اس نے حکومت کے معاملات

میں کوئی دخل نہ دیا۔ اور گوشہ نشین ہی رہی۔ ۱۶۴۲ء میں فوت ہوگئی۔ اور شاہدرہ میں مقبرہ جہانگیر کے قریب ہی دفن کی گئی۔ اس کا مقبرہ زبان حال سے کہہ رہا ہے :۔ ؎

بر مزار ے ما غریباں نے چراغے نہ گلے
نے پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

## پرتگیزوں کی تباہی

خرم نے جب جہانگیر کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اور شکست کھا کر بنگال میں گیا تھا۔ تو اس نے ہگلی میں پرتگیزوں سے پناہ چاہی تھی۔ پرتگیز اکبر کے عہد سے یہاں پر آباد تھے۔ اور تجارت کر کے مالا مال ہو رہے تھے۔ انہوں نے خرم کو پناہ دینی تو درکنار گستاخی کے ساتھ جواب دیا۔ نیز شاہجہاں کو معلوم ہوا تھا۔ کہ پرتگیز سمندر میں ڈاکہ مار کر ہندوستانی تاجروں کو غارت کر رہے ہیں۔ مزید برآں اسے اطلاع مل چکی تھی۔ کہ پرتگیز ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ اور انہیں دنوں انہوں نے ہگلی میں ایک بھاری توپ بھی لاکر رکھی تھی۔ ان تمام حالات نے شاہجہاں کو بدلہ لینے کا موقعہ دیدیا۔ چنانچہ ۱۶۳۲ء میں شاہی لشکر نے ڈیڑھ ماہ تک ہگلی کا محاصرہ کر کے پرتگیزوں کو مغلوب کر لیا۔ کچھ کشتیوں میں بیٹھ کر بھاگ گئے۔ اور باقی

قتل ہو گئے۔

## بغاوت خان جہاں لودھی ۳۲-۱۶۳۰ء

خانجہاں لودھی دکن کا صوبہ دار تھا - اس نے ۱۶۳۰ء میں والیئے احمد نگر کے ساتھ ساز باز کر کے شاہجہاں کے خلاف بغاوت برپا کردی - شاہجہاں نے فوراً شاہی افواج اس کی سرکوبی کے لیئے روانہ کر دیں - وہ شاہی افواج کا مقابلہ نہ کر سکا - اور آخرش ۱۶۳۲ء میں اس نے شکست کھائی - اور میدان میں کام آیا۔

## احمد نگر کا الحاق ۱۶۳۶ء

شاہجہاں نے شاہ احمد نگر کے خلاف بھی جنگ چھیڑ دی - کیونکہ اس نے خانجہاں لودھی کو مدد دی تھی - آخر شاہ احمد نگر کو شکست ہوئی - اور ۱۶۳۶ء میں احمد نگر مغلیہ سلطنت میں شامل ہوگیا۔

## یورش قندھار ۱۶۴۹ء تا ۱۶۵۳ء

قندھار ہندوستان اور ایشیا کی بری تجارت کی شاہراہ کی کنجی تھی - اس لیئے شاہان مغلیہ اور شاہان فارس اس کی ملکیت کے لیئے لڑتے رہتے تھے - کبھی یہ شہر سلطنت ہند کا ایک حصہ ہوتا - اور کبھی سلطنت ایران کا - ۱۶۴۹ء میں ایرانیوں نے اسے فتح کر لیا - شاہجہاں نے قندھار کو سر کرنے کے لیئے پے

درپے تین مہمات روانہ کیں۔ پہلی دو مہموں کا رہنما اورنگ زیب تھا۔ اور تیسری مہم شاہجہاں کے چاہتے اور سب سے بڑے شہزادہ دارا کی سرکردگی میں روانہ کی گئی۔ دونوں شہزادوں نے قندھار کا محاصرہ کیا۔ لیکن ہر دفعہ انہیں ناکامی سے دو چار ہوکر واپس آنا پڑا۔

## شاہ گولکنڈہ کے ساتھ جنگ ۱۶۵۶ء۔

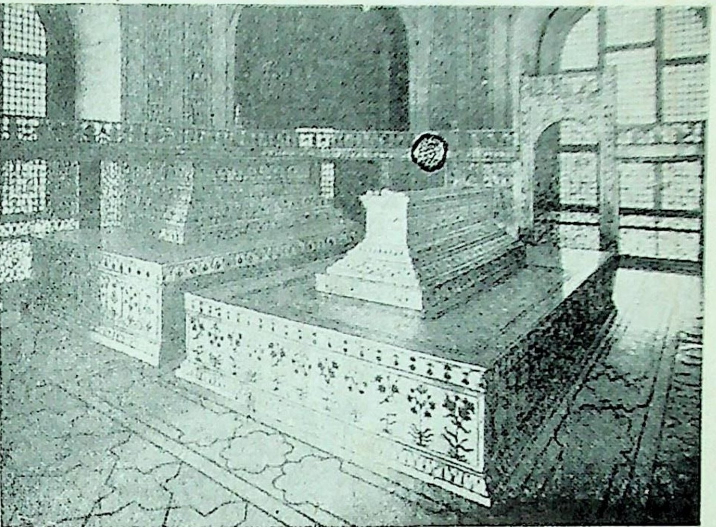
میر جملہ ریاست گولکنڈہ کا وزیر اورنگ زیب کا دوست تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں شاہ گولکنڈہ نے اس کے لڑکے محمدؐ امین کو کسی قصور کی پاداش میں قید کر دیا۔ اورنگ زیب نے اس کی رہائی کا حکم دیا۔ جس کی شاہ گولکنڈہ نے باوجود باجگذار ہونے کے تعمیل نہ کی۔ اس گستاخی نے اورنگ زیب کو گولکنڈہ کا محاصرہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ آخر اس نے اطاعت قبول کرلی۔ اور نقصانات جنگ کی تلافی کے لئے بہت سا روپیہ ادا کیا۔

## محاصرہ بیجاپور ۱۶۵۷ء

۱۶۵۷ء میں محمدؐ عادل شاہ والئے بیجاپور فوت ہوا۔ اور اس کا بیٹا علی شاہ ریاست کا مالک بنا۔ لیکن اورنگ زیب نے اس کو بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ شہنشاہ ہند نے اس کو منتخب نہیں کیا تھا۔ اور بیجاپور کا

محاصرہ کر لیا۔ اس کا پکا ارادہ تھا۔ کہ بیجا پور کو فتح کر کے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لے۔ لیکن ابھی محاصرہ کئے عرصہ نہ گذرا تھا۔ کہ اسے شاہجہاں کی بیماری کی اطلاع ملی۔ اور اسے محاصرہ اٹھا کر دہلی کی طرف کوچ کرنا پڑا۔

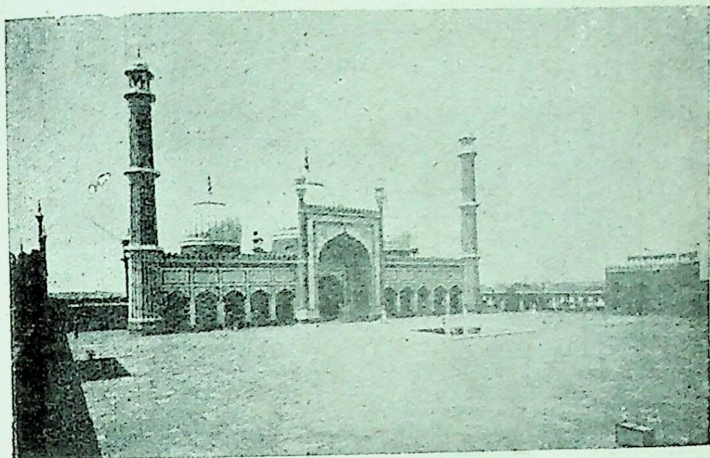
**عمارات** شاہجہاں شروع سے عمارتوں کا بڑا شوقین تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کئی ایک عالی شان عمارتیں تعمیر کرائیں۔ آگرے کے ساتھ شاہجہاں کا نام ہمیشہ وابستہ رہیگا۔ شاہجہاں کی تعمیر کردہ عمارات سے بہترین یادگار روضہ تاج محل ہے۔ جس کی تعمیر میں بیس سال خرچ ہوئے۔ اور جن میں بیس ہزار معمار روزانہ کام کرتے رہے۔ ساڑھے چار کروڑ روپیہ اس پر خرچ ہوا۔ روضہ دنیا کے سات عجائبات میں سے ہے۔ تمام سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اور مینا کاری اور پچہ کاری کا کام نہایت ہی اعلےٰ درجہ کا ہے۔ اس عمارت کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ یہ مقبرہ بادشاہ نے اپنی پیاری بیوی ممتاز محل کی یاد میں بنوایا تھا۔ آگرہ میں اور بھی عمارات تعمیر کرائیں۔ **موتی مسجد** سے لگا شاید ہی دنیا میں کوئی عمارت کھا سکے۔ نئی دہلی یا **شاہجہاں آباد** شاہجہاں کے حکم سے تعمیر ہوا۔ اور شاہجہاں کا محل جو اس میں واقع تھا۔ غالباً دنیا بھر کی



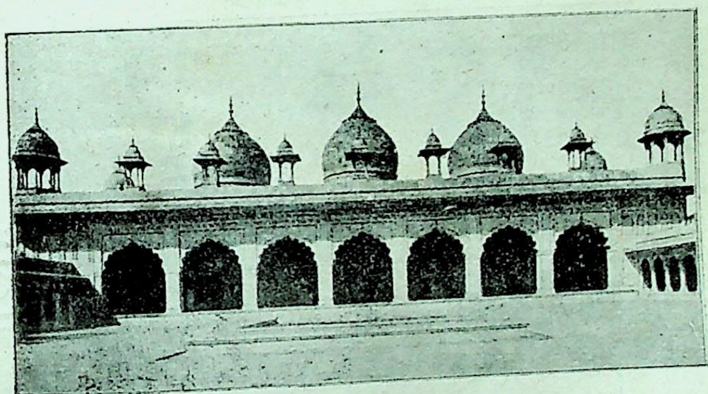
شاہجہاں اور ممتاز محل کا مقبرہ (روضہ ممتاز محل میں)



شاہجہاں



جامع مسجد دہلی



موتی مسجد آگرہ

عمارات میں سب سے زیادہ عالی شان تھا۔ چاندنی چوک بھی اس کے عہد میں بنا تھا۔ اس کا بنایا ہوا لال قلعہ۔ جامع مسجد۔ دیوان خاص اور دیوان عام پر دہلی کو بڑا فخر ہے ✣

**دولتمندی** جو مال و زر شاہجہاں نے جمع کیا۔ وہ اکبر کے خزانہ سے کہیں بڑھ کر تھا اور یقین نہیں آتا۔ کہ اس کے پاس اس قدر زر و جواہر موجود تھا۔ جرمنی کا سیاح منڈلسلو بیان کرتا ہے کہ شاہجہاں کا خزانہ مع جواہرات اور سونے کے تین ارب روپیہ سے زائد تھا۔ اس کی عالی شان عمارات بھی اس کی بے بہا دولت پر شاہد ہیں ✣

**دربار** شاہجہاں کا دربار نہایت عالی شان سمجھا جاتا تھا۔ جس کی نظیر ملنی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ شاہجہاں کا تخت ایسا شاندار تھا۔ کہ شائد دنیا کے کسی بادشاہ کو کبھی نصیب نہیں ہؤا ہوگا۔ اس کو تخت طاؤس کہتے تھے۔ ایشیا بھر میں اس کی دھوم تھی۔ یہ ناچتے ہوئے مور کی مانند تھا۔ اس میں ہیرے۔ لعل۔ زمرد اور نیلم جڑے گئے تھے۔ اور اس پر پانچ کروڑ روپیہ کے قریب لاگت آئی تھی ✣

## شاہجہاں اور اس کی اولاد

شہنشاہ شاہجہاں کے چار بیٹے تھے۔ دارا شکوہ۔ شجاع۔ اورنگ زیب

اور مراد اور دو لڑکیاں جہاں آرا اور روشن آرا
فرانسیسی سیاح. برنیر نے ان شہزادوں کے خصائل
کا نقشہ بڑی خوبی کے ساتھ کھینچا ہے۔ جو مختصر
طور پر نیچے درج کیا جاتا ہے +

**دارا شکوہ**

شاہجہاں کا سب سے بڑا
بیٹا دارا شکوہ تھا۔ باپ سب
بیٹوں کی نسبت اسے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔
دارا بڑے درجے کا مغرور اور خودسر تھا۔ اپنے
تئیں ایسا باکمال اور عقلمند خیال کرتا تھا۔ کہ
کسی کا مشورہ تک لینا عار سمجھتا۔ اور کسی شخص
کو اس کی مرضی کے خلاف کہنے کی جرأت نہ تھی۔
اس کی طبیعت میں بے رحمی کا مادہ زیادہ تھا۔
اور مذہب کے معاملہ میں وہ بہت آزاد خیال
تھا۔ اس وجہ سے اس کے بہت سے دشمن
بن گئے تھے۔ ان تمام نقائص کے باوجود اس میں
فیاضی اور سخاوت کا جوہر بدرجہ کمال موجود
تھا۔ چونکہ وہ شاہجہاں کو بہت عزیز تھا۔
اس لیئے شاہجہاں کی بیماری سے عنان حکومت
اس کے ہاتھ میں چلی گئی +

**شجاع**

دوسرا شہزادہ شجاع تھا۔ جو بہادری
تدبیر اور سیاست دانی میں کسی
دوسرے شہزادہ سے کم نہ تھا۔ لیکن اس میں
ایک بہت بڑی کمزوری یہ تھی۔ کہ وہ شراب

کا عادی تھا۔ اور عیش و عشرت کے لئے جیتا اور اسی کے لئے مرتا۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ اس کا اس لئے بھی دشمن تھا۔ کہ وہ شیعہ عقائد رکھتا تھا۔ باپ نے اسے بنگال کا صوبے دار بنا رکھا تھا ؂

**اورنگ زیب** شہنشاہ کا تیسرا بیٹا اورنگ زیب دکن کا گورنر تھا۔ شجاعت۔ الوالعزمی۔ معاملہ فہمی اور پاک بازی اس کی سرشت میں داخل تھیں۔ اس کو اپنے آپ پر اتنا قابو تھا۔ کہ اس کے دل کا حال اس کی پیشانی سے ہرگز ظاہر نہ ہوتا تھا۔ وہ ملنسار بڑے تپاک سے تھا۔ اور باتوں میں سننے والوں کو گرویدہ کر لیتا تھا۔ لیکن اس کا دل ہمیشہ سخت رہتا۔ میدان جنگ میں وہ ایسی ہمت کے ساتھ لڑتا تھا۔ کہ فوج میں نئی زندگی پیدا ہو جاتی۔ وہ مذہب کا ایسا شیدائی تھا۔ کہ مسلمان اس کے بہت مداح تھے۔ نہ اس میں عیش پسندی کی عادت تھی۔ نہ شرابخواری کی لت۔ سادگی کی وہ زندہ تصویر تھا ؂

**مراد** چوتھا شہزادہ مراد تھا۔ وہ شجاعت میں شیر کا ہم پلہ تھا۔ صاف گوئی اور راست بازی میں وہ تمام بھائیوں سے بلند۔ جنگ میں وہ ہمیشہ نام پاتا تھا۔ فتح کے بعد دشمن کے ساتھ

نہایت مروت سے پیش آتا - مگر انتظام سلطنت سے اس کی طبیعت کوسوں بھاگتی تھی - شراب خواری نے اسے بھی نکما بنا دیا تھا- گجرات کی صوبیداری کی عنان اسی کے ہاتھ میں تھی ۔

شاہجہاں کی دو لڑکیاں جہاں آرا اور روشن آرا نے باپ کی بیماری کے ایام میں ایک نہ ایک بھائی کا ساتھ دے کر تاریخ میں شہرت حاصل کر لی - اس لئے ان کا ذکر بھی ضروری ہے ۔

**جہاں آرا**

جہاں آرا عمر میں بڑی اور شاہجہاں کو بہت پیاری تھی چنانچہ شہنشاہ کی مزاج پر بہت حاوی تھی - وہ دارا شکوہ کی بھی مددگار تھی ۔

**روشن آرا**

روشن آرا عمر میں جہاں آرا سے چھوٹی تھی - باپ کی بہت اطاعت گذار تھی- وہ اورنگ زیب کو افضل سمجھتی تھی- اس لئے اس کی حکومت کے لیے دل سے آرزومند- چنانچہ دربار کی ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ خبر تک اسے پہنچا دیتی - جب شاہجہاں بیمار پڑا - تو روشن آرا نے ایک خاص پیغامبر بھیج کر اورنگ زیب کو جملہ حالات سے آگاہ کر دیا ۔

**جنگِ تخت نشینی**

۱۶۵۷ء میں شاہجہاں اچانک سخت بیمار ہو گیا- چاروں شہزادے پہلے سے اپنی اپنی شہنشاہی کے

کے لئے منصوبے گانٹھ رہے تھے - دارا شکوہ
آگرہ میں شاہجہاں کے پاس ہی تھا - اس نے
باپ کی بیماری کی خبر کو پوشیدہ رکھنے کی بہانتک
کوشش کی - کہ بھائیوں کے سفیروں اور ان لوگوں
کو جن پر کسی بھائی کی حمایت کا شبہ گزرتا تھا
نظربند کر لیا - پھر بھی شہزادوں کو باپ کی بیماری
کی خبر ہو ہی گئی ؞

شجاع ایک جرار لشکر لے کر آگرہ کی طرف
بڑھا - اورنگ زیب نے بہت چالبازی سے کام
لیا - اور شہزادہ مراد کو ایک چٹھی لکھی - جس میں
اسے شہنشاہ ہند کے نام سے مخاطب کیا - اس
چٹھی میں اس نے لکھا - کہ وہ حکومت کا خواہشمند
نہیں - لیکن اس کا مذہب اس امر کی کبھی اجازت
نہیں دیتا - کہ دارا جیسے بے دین کافر کو ہندوستان
کا شہنشاہ بننے دے - اس لئے اس نے تہیہ کر
لیا ہے - کہ وہ مراد کا ساتھ دے کر دارا کو مغلوب
کرے - اور بعد مراد کو شہنشاہ بنا کر مکہ میں جاکر
یاد خدا کرے - مراد اپنی بہادری کے اوصاف کے
باوجود سیاسی معاملات سے بالکل بے بہرہ تھا -
اس لئے اورنگ زیب کی چال میں آ گیا - دونو
بھائیوں کے لشکر مالوہ کے قریب ملے - اور
اورنگ زیب نے مراد کی تعظیم بادشاہوں کی سی
کی - اور دونوں لشکر مراد کی سرکردگی میں کوچ کرنے لگے

اس اثنا میں شجاع کے لشکر کو دارا کے بیٹے سلیمان شکوہ نے بنارس کے قریب شکست دیکر شجاع کو بنگال کی طرف بھگا دیا - اور خود بڑی سرعت کے ساتھ آگرہ کی طرف واپس ہوا - دوسری طرف دارا نے جسونت سنگھ کی سرکردگی میں ایک لشکر عظیم مراد اور اورنگ زیب کی متحدہ افواج کے خلاف بھیجا - لیکن جسونت سنگھ کو شکست ہوئی ‌‌.

مراد اور اورنگ زیب فاتحانہ جوش کے ساتھ پیش قدمی کر رہے تھے - ادھر شاہجہاں بیماری سے نجات پا چکا تھا - جس وقت ان کا لشکر ساموگڑھ کے قریب پہنچا - تو شاہجہاں نے چاہا - کہ بذاتِ خود میدان میں جائے - تاکہ لوگوں کے دلوں سے غلط فہمی دور ہو جائے - اور شہزادے بھی باز آ جائیں - اور اس طرح قتل و غارت کا میدان ہی گرم نہ ہو - لیکن خود سر دارا نے باپ کی ایک نہ سنی - اور شائستہ خاں نے بھی جس کو اورنگ زیب نے اپنی طرف گانٹھ لیا تھا - شہنشاہ کو میدان جنگ میں جانے سے روکا - دارا کو اپنی شجاعت اور طاقت پر اتنا گھمنڈ تھا - کہ اس نے سلیمان شکوہ کی واپسی کا بھی انتظار نہ کیا - اور اپنا لشکر لے کر مراد اور اورنگ زیب کے لشکر کو روکنے کے لئے آگے بڑھا ‌‌.

| | |
|---|---|
| معرکہ ساموگڑھ | ساموگڑھ کے مقام پر |

ایسا گھمسان کا معرکہ ہؤا - اور دونوں طرف سے مردانگی کے ایسے ایسے جوہر دکھائے گئے - کہ شاید ہی کسی دوسری جنگ میں دکھائے گئے ہوں - دوپہر تک دونوں پلڑے یکساں رہے - سہ پہر کے وقت ایک گولہ دارا کے ہاتھی کو آ لگا - جس سے وہ بھڑک اٹھا - اور دارا کو مجبوراً ہاتھی چھوڑ کر گھوڑے پر سوار ہوتا پڑا - ہاتھی سے اترنا دارا کے حق میں تباہ کن ثابت ہؤا - فریق مخالف نے شادیانے بجا دیئے - کہ دارا مر گیا - دارا کی افواج نے بھی جب اپنے بادشاہ کو ہاتھی پر نہ پایا - تو ان کے دل بیٹھ گئے - اور آناً فاناً وہ بہادروں کا لشکر جو صبح سے اورنگ زیب اور مراد کی متحدہ افواج کا نہایت زبردست مقابلہ کر رہا تھا - میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا - میدان مراد اور اورنگ زیب کے ہاتھ آیا - اورنگ زیب اپنی چال بدستور خاموشی کے ساتھ چلتا رہا - اس نے اس فتح کی خوشی میں مراد کو مبارکباد دی - اور اس کی شاہانہ تعظیم کی - اور اسے ایک دفعہ پھر یقین دلایا - کہ وہ اسے تخت پر بٹھا کر مکہ چلا جائیگا *

جب دارا کا کانٹا نکل گیا - تو اس نے شاہجہان کو اپنی فرمانبرداری کا پیغام بھیجا - لیکن شاہجہان بیٹے کی چالبازی سے بخوبی واقف تھا - اس لئے اس نے اس کے پیغام کو کچھ وقعت نہ دی - آخر اورنگ زیب نے آگرہ

میں داخل ہوکر باپ کو نظر بند کر لیا۔ شاہجہاں آٹھ سال تک زندہ رہا۔ اس کا یہ حصہ عمر نظر بندی کی مصائب میں گزرا*

فتح کے چند دن بعد ایک رات اورنگ زیب نے مراد کی دعوت کی۔ جس میں اسے اپنے ہاتھ سے بہت سی شراب پلائی۔ حالانکہ اس نے شراب کو کبھی چھوا بھی نہ تھا۔ جب مراد نشۂ شراب میں بیہوش ہوگیا۔ اورنگ زیب نے غیض و غضب میں آکر کہا۔ کہ کیا یہ مردار بھی دوسروں پر حکومت کرنے کے لائق ہے جسے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں۔ آخر اسے بھی قید کرکے گوالیار کے شاہی قلعہ میں بھیج دیا*

اورنگ زیب کے سپاہی دارا کے تعاقب میں تھے۔ وہ شکست کھاکر باپ کو منہ دکھائے بغیر دہلی کی طرف گیا۔ جب وہاں پناہ کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو اجمیر کی طرف بھاگا۔ لیکن یہاں بھی شکست کھائی۔ آخر سندھ میں داور کے مقام پر اورنگ زیب کے آدمیوں نے اسے جا لیا۔ اور گرفتار کرکے دلی میں لائے۔ یہاں پر اسے پھٹے پرانے کپڑے پہنا کر میلے سے ہاتھی پر سوار کراکے شہر میں رسوا کیا گیا۔ لوگ شہزادہ کو اس حالت میں دیکھ کر بہت غمزدہ ہوئے۔ اور اورنگ زیب نے اس خیال سے کہ لوگ اس کی حمایت میں باغی نہ ہو جائیں اسے قتل کرا دیا*

شجاع نے ایک دفعہ پھر بنگال کی طرف سے حملہ کیا۔

اور بنارس - الہ آباد اور جونپور پر قابض بھی ہوگیا- لیکن اورنگ زیب کا ستارہ عروج پر تھا- شاہی افواج کے سپہ سالار میر جملہ نے شجاع کو شکست فاش دیکر اراکان کی طرف ایسا بھگایا- کہ بعد ازاں اس کی زندگی یا موت کا کچھ پتہ نہ چلا ٭

اس طرح اورنگ زیب ۱۶۵۸ء میں تمام بھائیوں کی طرف سے بے فکر ہوکر عالمگیر کے لقب سے شہنشاہ ہند بنا ٭

# انتیسواں باب

## اورنگ زیب ۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء تک

اورنگ زیب ۱۶۵۸ء میں تمام رشتہ داروں کا خاتمہ کرکے تخت حکومت پر جلوہ فگن ہوا- اور ۱۶۵۹ء میں اس نے اپنا جشن تاجپوشی منعقد کیا- اور عالمگیر کا لقب اختیار کیا ٭

### اراکان سے لڑائی

شجاع جب میر جملہ سے شکست کھا کر اراکان کو بھاگ گیا- حاکم اراکان نے اس کے ساتھ کچھ بدسلوکی کی- اورنگ زیب کو جب اس بات کا علم ہوا- تو اس نے میر جملہ کو حاکم اراکان کی گوشمالی کے لئے بھیجا- تاکہ اس کو معلوم ہوجاوے کہ شاہی خاندان کے ساتھ کسی صورت میں بھی بدسلوکی نہیں چاہئے- میر جملہ نے اسے شکست دے کر وہاں سے

بہت سا لوٹ کا مال جمع کیا - اور واپس آگیا ❖

## پرتگیز بحری ڈاکوؤں کی سرکوبی

۱۶۶۳ء میں میر جملہ کی وفات پر شائستہ خاں حاکم بنگال مقرر ہوا - اس نے چٹاگانگ کے مقام پر ان بحری لٹیرے پرتگیزوں کو مغلوب کیا - جو ہندوستان کے تاجروں کا سامان لوٹ لیا کرتے تھے - نیز پرتگیزوں کو اسی جرم کے لیئے شاہی عملداری سے خارج کر دیا ❖

## انگریزوں کی غلطی

انگریز تاجروں نے اپنی طاقت کے گھمنڈ پر چند اسلامی جہاز جن پر حاجی سفر کر رہے تھے - لوٹ لیئے اورنگ زیب اس مذہبی توہین کو کسی طرح برداشت نہ کرسکتا تھا - اس لیئے اس نے انگریزوں کی تمام تجارتی کوٹھیوں پر قبضہ کر لینے کا حکم دیا - نیز تجارتی رعایات جو جہانگیر کے وقت سے انگریزوں کو ملی ہوئی تھیں - چھین لی گئیں - شہنشاہ کی اس بر وقت کارروائی نے انگریزوں کو اپنی غلطی کا احساس کرا دیا - آخر حکومت انگلستان نے شہنشاہ سے اپنی رعایا کی غلطی کے لیئے معافی مانگی - اور حاجیوں کا نقصان بھی ادا کر دیا - اورنگ زیب نے پھر انگریزوں کو ان کی کوٹھیاں اور رعایتیں بخش دیں ❖

## ست نامیوں کی شورش

ہندو سادھوؤں کا ایک فرقہ ست نامی تھا

یہ لوگ نارنول کے علاقہ میں جو دہلی کے قریب ہی تھا۔ بستے تھے۔ اور کاشتکاری کرتے تھے۔ ایک روز ایک شاہی افسر نے کسی ست نامی کی سخت بے عزتی کی۔ اس بات پر وہ بھڑک اٹھے۔ اور ۱۶۷۲ء میں باغی ہو گئے۔ ان باغیوں نے شاہی فوج کے دستہ کو شکست دی اور فوج اس قدر گھبرائی۔ کہ وہ یقین کرنے لگے۔ کہ ست نامیوں کے پاس کوئی ایسا جادو ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مغلوب نہیں ہو سکتے۔ شہنشاہ نے اپنے سپاہیوں کی تسلی کے لئے اپنے ہاتھ سے تعویذ لکھ کر شاہی جھنڈوں پر باندھے۔ ست نامیوں نے بڑی بہادری کے ساتھ شاہی افواج کا مقابلہ کیا۔ سخت کشت و خون کے بعد وہ مطیع ہو گئے۔ اور جزیہ ان پر دوبارہ لگا دیا گیا۔

## اورنگ زیب اور راجپوت

راجپوت ہندو مت کے نگہبان مشہور تھے۔ اور یہ کوئی مبالغہ نہیں۔ کہ وہ مذہب کو اپنی پشت و پناہ سمجھتے تھے۔ اکبر کی آزاد خیالی نے راجپوتوں کو نہ صرف اس کا دوست بنا دیا۔ بلکہ انہوں نے اس کی حکومت کی خاطر اپنوں کا خون بہایا۔ اکبر کے جانشینوں نے راجپوتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ لیکن جب عالمگیر تخت کا وارث بنا۔ تو اس نے اپنے مذہبی جوش کی وجہ سے سب ہندوؤں کو ناراض کر دیا۔ مندروں کو مسمار کرایا۔ دیوی دیوتاؤں کی مورتیوں کو بے حرمت کیا۔ اہل ہنود پر پھر جزیہ عاید کیا۔ ان سختیوں سے

راجپوتوں کی سخت دل آزاری ہوئی - اور وہ اورنگ زیب کے دشمن بن گئے +

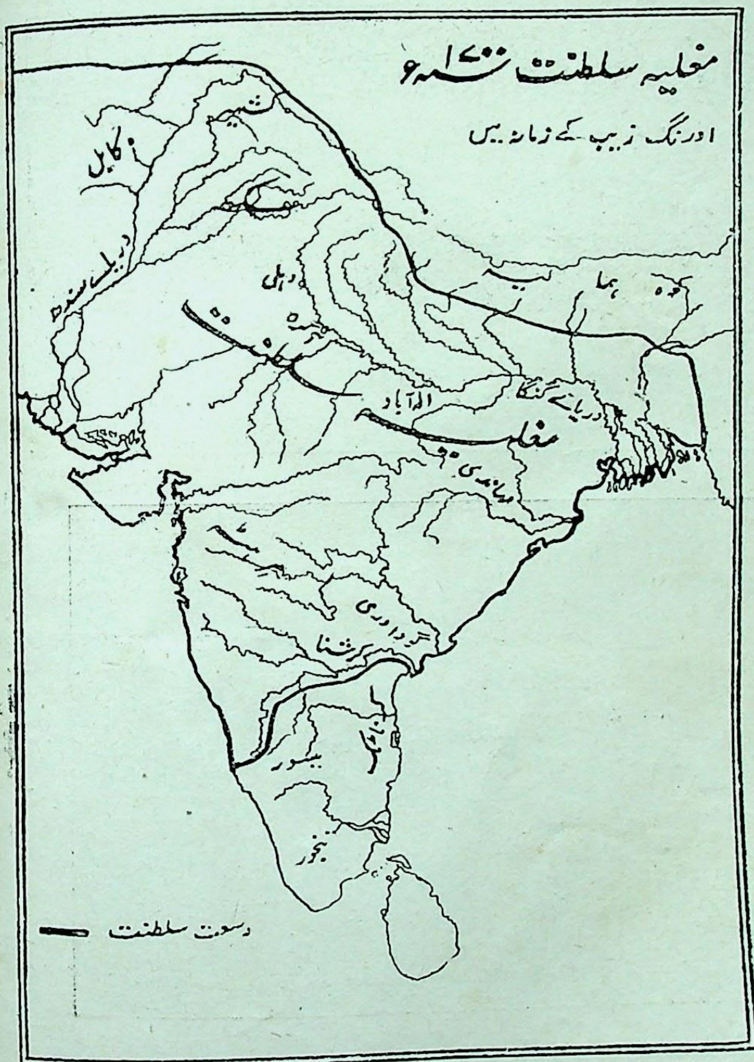
ابھی تک راجپوتوں کے زخم ہرے ہی تھے - کہ راجہ جسونت سنگھ والیئے جودھ پور ۱۶۷۸ء میں کابل میں فوت ہوگیا - اورنگ زیب نے اس کے دو کم عمر بچوں کو اپنے پاس دربار میں رکھ کر اسلامی طریقہ سے تعلیم دلوانی شروع کردی - راجپوت گھبرائے - مبادا ان کے سردار کے بیٹوں کو مسلمان بنا لیا جائے -

جودھ پور کی افواج کا سپہ سالار درگا داس تھا - اس نے جان پر کھیل کر لڑکوں کو دربار سے نکال کر صحیح سلامت ریاست میں پہنچا دیا - اورنگ زیب کے اس مذہبی جنون نے جلتی آگ پر تیل کا کام دیا - اور راجپوت علانیہ حکومت مغلیہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے - اور ۱۶۷۹ء میں جنگ کا آغاز ہوگیا - جو ۱۶۸۱ء تک جاری رہی +

اس جنگ کے دوران میں تین شہزادے تین مختلف شاہی افواج کے سپہ سالار مقرر ہوئے - شہنشاہ کے احکام کے مطابق راجپوتانہ پر ایسی آفتیں نازل ہوئیں - جن سے گمان ہوتا تھا - کہ راجپوتوں پر قیامت ٹوٹ پڑیگی - لیکن راجپوتوں نے ہمت نہ ہاری - ایک دفعہ راجپوتوں نے شہزادہ اکبر کو سلطنت کا چکمہ دیکر اپنے ساتھ ملا لیا - اور سمجھے کہ اب بوڑھا اورنگ زیب بلبلا اٹھیگا - لیکن اس جہاندیدہ و گرم و سرد چشیدہ


سیوا جی


اورنگ زیب



مغلیہ سلطنت ۱۷۰۰ء
اورنگ زیب کے زمانہ میں
کابل
دریائے سندھ
دہلی
الہ آباد
دریائے گنگا
مغل
گوداوری
کرشنا
میسور
تنجور
وسعت سلطنت

نے ان کے منصوبے خاک میں ملا دئے۔ اس نے اکبر کو ایک چٹھی لکھی۔ جس میں اس کو شاباش دی۔ کہ اس نے راجپوتوں کو خوب دھوکا دیا ہے۔ اور وہ چٹھی ایسے طریقہ سے بھجوائی۔ کہ راجپوتوں کے ہاتھ لگ گئی۔ اس چٹھی نے راجپوتوں کے دل توڑ دئے۔ اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ شہزادہ اکبر فارس کو بھاگ گیا۔ اور ۱۷۰۵ء میں وہیں مرگیا۔ ۱۶۸۱ء میں رانا اودے پور نے صلح کر لی۔ لیکن صلح کے بعد بھی راجپوتوں کے دل عالمگیر کی طرف سے صاف نہ ہوئے۔ اور وہ اس کی تباہی کے لئے موقعہ کی تلاش میں رہے +

## عالمگیر اور مرہٹے

جب اورنگ زیب نے دیکھا۔ کہ مرہٹوں کی طاقت دن بدن دکن میں بڑھ رہی ہے۔ اور مرہٹوں نے مغلوں کے علاقہ پر دست درازی شروع کردی ہے۔ تو اس نے پہلے پہل شائستہ خاں حاکم بنگال و راجہ جسونت سنگھ والیئے جودھپور کو ایک لشکر جرار کے ساتھ سیوا جی کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ کچھ عرصہ تک تو مرہٹوں نے مغلیہ افواج کا مقابلہ نہ کیا۔ اور ان کو آگے بڑھنے دیا۔ اگرچہ گاہے بگاہے پلٹ کر فوج کی رسد وغیرہ لوٹ لیتے تھے۔ آخر مغلیہ فوج پونا میں داخل ہو گئی۔ سیوا جی پچیس آدمیوں

سکے ساتھ سادھوؤں کے لباس میں پونا میں داخل
ہوا - اور قلعہ پر شبخوں مارا - شائستہ خاں نے بڑی
مشکل سے جان بچائی - اور اس کی صرف پانچ
انگلیاں سیواجی کی تلوار کی نذر ہوئیں - مگر اس
کا لڑکا عبد الفتح خاں اور بہت سے سپاہی کام
آئے - اس پر اورنگ زیب نے اسے دکن سے
واپس بلا لیا ۔

اب اورنگ زیب نے سیواجی کی روک تھام کے
لئے اپنے سب سے بڑے آزمودہ کار و جان نثار
سپہ سالار جے سنگھ کو روانہ کیا - جے سنگھ نے مرہٹوں
کو تباہ کرنے کے لئے پوری پوری تیاریاں کر لیں -
ان حالات میں سیواجی نے سوچا - کہ بجائے تلوار
کے تدبیر سے کام لینا چاہیئے - لہٰذا جے سنگھ سے
صلح کرنے کے لئے گفتگو شروع کردی - آخر جے سنگھ
نے سیواجی کو یقین دلایا - کہ اگر وہ اس کے ہمراہ
دربار دہلی میں جائے - تو وہ اسے شہنشاہ اورنگ
زیب سے معافی دلا دیگا - اور دربار میں اس کو اعلٰے
رتبہ دلائیگا - چنانچہ سیواجی اس کے ہمراہ دہلی
گیا - مگر وہاں اس کا سرد مہری سے استقبال کیا گیا
اور مع اس کے خورد سالہ لڑکے سنبھاجی کے اس کو
قید کر دیا گیا - سیواجی قید خانہ سے ایک مٹھائی کے ٹوکرے
میں چھپ کر بھاگ نکلا - اور اس نے دکن پہنچتے ہی
سب قلعے مغلوں سے واپس لے لئے ۔

تیسری مہم شہزادہ معظم اور راجہ جسونت سنگھ والیئے جودھ پور کی سرکردگی میں دکن بھیجی گئی۔ چونکہ طرفین جنگ سے تنگ آچکے تھے۔ اس لیئے صلح ہوگئی۔ جس کی رو سے سیواجی کو راجہ تسلیم کیا گیا اور اس کے لڑکے سنبھاجی کو منصب پنجہزاری عطا ہؤا ۔

**مہمات دکن** اورنگ زیب بیجاپور اور گولکنڈہ کی ریاستوں کو شہزادگی کے زمانہ سے ہی فتح کرنے پر تلا ہؤا تھا۔ اب جبکہ یہ ریاستیں کمزور ہوگئیں۔ اور مرہٹے ترقی کرنے لگے۔ تو اس نے مرہٹوں کی روز افزوں تباہ کاریوں کو روکنے کا غلطی سے یہی حل سمجھا۔ کہ ان اسلامی ریاستوں کو فتح کرکے دکن کو حکومت مغلیہ کا ایک صوبہ بنائے۔ ۱۶۸۰ء میں اورنگ زیب بذات خود لشکر جرار کے ساتھ دکن میں پہنچا۔ آخر ۱۶۸۶ء میں بیجاپور اور ۱۶۸۷ء میں گولکنڈہ فتح ہؤا۔ لیکن ان ریاستوں کو فتح کرنا عالمگیر کی فاش غلطی تھی۔ کیونکہ یہ ریاستیں کمزور ہونے کے باوجود اتنی طاقتور ضرور تھیں۔ کہ باشندگان دکن کو مرہٹوں کی لوٹ مار سے بچاسکیں۔ عالمگیر نے دکن کو اپنا صوبہ تو ضرور بنا لیا۔ اور سلطنت کو وسعت بھی دے لی۔ لیکن ایسے دور افتادہ صوبے کا دہلی کے ساتھ تعلق قائم رکھنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ ان ریاستوں کے

حکومت مغلیہ میں جذب ہونے کے کچھ عرصہ بعد مرہٹوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے دکن میں وہ ادھم مچایا - کہ الامان!

عالمگیر نے اسلامی ریاستوں کی فتح کے بعد مرہٹوں کو پوری قوت کے ساتھ پست کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا - سیواجی مر چکا تھا - اور اورنگ زیب اس کے تمام جانشینوں کو کچل دینا چاہتا تھا - لیکن باوجود بار بار کی شکستوں کے وہ مغلوب نہ ہو سکے - کیونکہ وہ میدان میں ڈٹ کر لڑنے کی بجائے موقعہ ملنے پر حملہ کرتے اور مغلیہ فوج کو تباہ کر ڈالتے - آخر عالمگیر کی ہمت اور فوج کمزور ہو گئی - اور اس نے محسوس کیا - کہ میں ایک ناممکن بات کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں - اس لئے اپنی بچی کھچی فوج کے ہمراہ دکن سے دہلی کے ارادہ سے واپس ہوا - لیکن ۱۷۰۷ء میں اورنگ آباد کے مقام پر انتقال کر گیا ۔

## اورنگ زیب کی ذات مذہب اور سیاست

اورنگ زیب ایک فقیر بادشاہ تھا - دربار میں بھی ایسا ہی سادہ تھا - جیسا کہ گھر میں - خزانہ شاہی سے وہ اپنے خرچ کے لئے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ لیتا - وہ ایک زبردست سیاست دان - مستقل مزاج جرنیل اور اعلے درجہ کا مدبر تھا - اس کی انصاف پسندی کی گوشہ گوشہ میں شہرت تھی - وہ فارسی زبان کا زبردست

اور باکمال انشا پرداز تھا۔ طبیعت پر اسے اتنا قابو تھا۔ کہ دل میں خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ پیشانی پر بل نہ آنے دیتا۔ اس کا دبدبہ ایسا تھا۔ کہ معمولی اہلکار سے لیکر اس کے پیارے شہزادے تک اس کے سامنے تھر تھر کانپتے تھے۔ جفاکشی میں وہ ایک ادنےٰ مزدور سے زیادہ تھا۔ وہ کسی شخص پر خواہ اس کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ کبھی اعتبار نہ کرتا اس بدگمانی کی عادت نے سلطنت مغلیہ کے تمام کاروبار کا بوجھ اسی کے کندھوں پر ڈال دیا۔ اور حق یہ ہے۔ کہ آخر وقت تک اس نے اس کو سنبھالے رکھا۔ اگر وہ اعتبار سے کام لیتا۔ تو یقیناً اس سے بڑھ کر کامیابی حاصل کرتا۔ لیکن شاید اس کے سامنے اپنے باپ دادا کی زندگیاں تھیں۔ اور ان سے یہ سبق اس نے لیا تھا۔ بہر حال اس عادت کے ہاتھوں وہ معذور تھا۔ اس کی بدگمانی کا شکار صرف ہندو ہی نہ ہوئے بلکہ خود مسلمان اور اس کے اپنے شہزادے اس بدگمانی سے نہ بچ سکے۔

وہ پکا سنی تھا۔ اس لئے مسلمانوں کا شیعہ فرقہ بھی اس کے ہاتھوں نالاں تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی مذہبی جوش کی وجہ سے تمام شاہی گوئیے دربار سے رخصت کر دئے اور جب ان لوگوں نے ایک میت تیار کر کے اس کے ساتھ زبردست جلوس نکالا۔ اور بادشاہ کو بتایا۔ کہ یہ علم موسیقی کی میت ہے۔ تو اس نے

کہا۔ "بابا خدا کے لیئے اس کو ذرا زیادہ گہرے گڑہے میں دبانا۔ کہیں پھر نہ نکل آئے"۔ ہندو آجتک اس کی مذہبی تنگ دلی کے شاکی ہیں۔ کیونکہ اس نے گذشتہ بادشاہوں کے معاف کیئے ہوئے جزیہ کو دوبارہ جاری کرکے مذہبی جوش کا ثبوت دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اس نے ویدوں کی تعلیم بند کرادی۔ کئی مندر جن میں بنارس کا مشہور مندر وشوا ناتھ بھی شامل ہے۔ اس کے حکم سے مسمار کیئے گئے۔ اور ان کی جگہ مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ اس نے وہ ٹیکس جو ہندو یاتریوں سے لیا جاتا تھا۔ محض اس وجہ سے منسوخ کردیا۔ کہ اسلام اس کے عائد کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ نہ وہ خود شراب پیتا تھا۔ نہ کسی شرابخور کو عزت کی نگاہ سے دیکھ سکتا تھا۔ وہ عیش و عشرت سے کوسوں بھاگتا تھا۔ قرآن شریف کی کتابت سے ثواب اور روٹی حاصل کرتا تھا۔ اس کے افسر اور سپاہی بھی اس کی مذہبی بزرگی کے معتقد تھے۔ چنانچہ بہت نابیوں کی شورش کو فرو کرنے میں یہ ہتھیار بہت کارآمد ثابت ہوا ٭

وہ خزانہ شاہی کو رعیت کی ملکیت سمجھتا تھا۔ اس لیئے اپنے گذارے کے لئے ایک پائی بھی خزانہ سے نہ لیتا تھا۔ قحط سالی میں اس نے نہ صرف کئی محصول معاف کیئے۔ بلکہ خزانہ شاہی سے رعایا کی مدد کی۔ زراعت کی ترقی کے لیئے برابر کوشش کرتا رہا۔ تجارت کی ترقی اور حفاظت کے لیئے پرتگیزوں اور

انگریزوں کے بحری اور بری ڈاکوؤں پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے بھی وہ نہ گھبرایا - دربار عام میں مقدمات خود فیصل کرتا - جاسوسوں کی زبردست جماعت اسے ملک کے گوشہ گوشہ کے حالات سے روزانہ آگاہ کرتی رہتی یہ ممکن نہ تھا - کہ کوئی صوبیدار خفیف سے خفیف نازیبا حرکت کرے اور اورنگ زیب کو اس کا علم نہ ہو - اور پھر وہ اس کا باقاعدہ نوٹس نہ لے - اس نے اپنی مملکت میں سزائے موت منسوخ کردی تھی - اور ملک میں خوشحالی - ترقی اور امن و امان کا دور دورہ تھا +

المختصر ہندوؤں کی ناراضگی اور مسلمانوں کی مدح سرائی سے اگر بلند ہوکر دیکھا جائے تو ماننا پڑیگا - کہ اورنگ زیب اعلےٰ صفات کا انسان - جفاکش اور مستقل مزاج جرنیل - مدبر اور منتظم بادشاہ تھا +

## اورنگ زیب اور زوال حکومت

باوجود ان تمام باتوں کے اورنگ زیب سلطنت مغلیہ کے زوال کا ایک باعث ثابت ہوا - اس نے سلطنت کو تو دکن کے دور دراز صوبہ تک وسیع کردیا - لیکن نہ تو وہ اپنے دل کو اکبر کی طرح فراخ کرسکا - نہ انتظام حکومت کو بہتر بنا سکا - وہ اپنے مذہبی جوش کی وجہ سے اہل ہنود خصوصاً راجپوتوں کی ہمدردی کو کھو بیٹھا - مرہٹوں کو ابتدا میں کچلنے کی بجائے ان کو اس وقت چھیڑا جب وہ درجہ کمال کو اور عالمگیر بڑھاپے کی وجہ سے بہت کمزور

ہو چکا تھا۔ اگر وہ مرہٹوں کے سردار سیوا جی کو اپنا درباری بنا لیتا۔ یا بیجا پور اور گولکنڈہ کی شیعہ ریاستوں کو مرہٹوں کے مقابلے کے لئے قائم رہنے دیتا۔ تو بھی اس کی سلطنت اور خزانہ محفوظ رہتا۔ اور وہ مغلیہ سلطنت کی بنیادوں کو کھوکھلی ہونے کی بجائے مستحکم بنا دیتا۔ اور اس کی اولاد بے فکری کے ساتھ حکومت کرتی۔

# تیسواں باب

## اورنگ زیب کے جانشین اور سلطنت مغلیہ کا زوال

اورنگ زیب کے چار لڑکے تھے۔ معظم۔ اعظم۔ اکبر اور کام بخش۔ ان میں سے اکبر تو فارس کو بھاگ گیا تھا۔ اور پھر اس کی زندگی یا موت کی کوئی خبر نہ ملی۔ اس لئے باقی تین شہزادے تخت حکومت کے امیدوار تھے۔

اورنگ زیب نے مرنے سے پیشتر سلطنت شہزادوں میں تقسیم کر دی۔ تاکہ وہ بھی باپ اور اس کے بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے خون سے ہاتھ نہ رنگ لیں۔ لیکن اس کی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اور اس کے مرتے ہی معظم نے کابل میں اور اعظم نے دکن میں اپنی اپنی شہنشاہی کا اعلان کر دیا۔

چونکہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ اس لئے معظم اور اعظم کی افواج آگرہ کے نزدیک ججو کے

میدان میں ۱۷۰۷ء میں ایک دوسرے کے سامنے آ ڈٹیں۔ اعظم کو شکست ہوئی۔ اور وہ میدان میں کام آیا۔ معظم نے بڑھ کر آگرہ پر تسلط جما لیا۔ اور جو خزانہ ہاتھ لگا۔ اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔ ۱۷۰۸ء میں شہزادہ کام بخش نے دکن میں شکست کھا کر جان دیدی۔ اس طرح شہزادہ معظم بہادر شاہ اول یا شاہ عالم اول کے نام سے شہنشاہ ہند بنا٭

## بہادر شاہ اوّل ۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء

شہنشاہ نے مرہٹوں کے ساتھ صلح کر لی۔ راجپوتوں کے ساتھ بھی سمجھوتہ ہو گیا۔ لیکن اس کے عہد کا مشہور ترین واقعہ سکھوں کے ساتھ کشمکش ہے۔ ان دنوں بندا بیراگی نامی ایک شخص سکھوں کا رہنما تھا۔ اس نے سکھوں کی ایک جمعیت بہم پہنچا کر سرہند کو اپنا مرکز بنایا اور گرد و نواح کے علاقوں میں قتل و غارتگری اور تباہی کا ایسا بازار گرم کیا کہ رعایا بلبلا اٹھی۔ اور بہادر شاہ کو بندا اور اس کے ہمراہیوں کی سرکوبی کے لئے بنفسِ نفیس پنجاب میں آنا پڑا۔ بہادر شاہ نے سکھوں کے اس جتھے کو سرمور کی پہاڑیوں کی طرف بھگا دیا۔ اس مہم میں کامیاب ہونے سے پیشتر ہی وہ لاہور میں ۱۷۱۲ء راہئے ملک عدم ہوا٭

## جہاندار شاہ ۱۷۱۲ء تا ۱۷۱۳ء

بہادر شاہ کی وفات نے ایک دفعہ پھر خانہ جنگی کا دروازہ کھول دیا۔ آخر ذوالفقار نامی ایک سردار کی مدد سے شہزادہ معزالدین کامیاب ہوا۔ اور جہاندار شاہ

کے لقب سے وہ دہلی کے تخت پر جلوہ گر ہوا +
جہاندار شاہ نے شاہی خاندان کے تمام اراکین جن میں اس کے بھائیوں کے لڑکے اور چچا کے لڑکے سب شامل تھے۔ چن چن کر موت کے گھاٹ اتارے ذوالفقار کو وزیر اعظم بنایا۔ اس شخص نے اپنے طریقوں سے تمام درباریوں کو اپنا اور شہنشاہ کا مخالف بنا لیا۔ پھر شہنشاہ نے ایک نیچ عورت کو حرم سرائے میں ڈال کر اس کے رشتہ داروں پر طرح طرح کی عنایات کیں۔ اس بات نے بھی امرا کو برانگیختہ کر دیا۔ اور وہ جہاندار شاہ سے نجات حاصل کرنے کے لیئے کوشش میں مشغول ہو گئے +

## فرخ سیر ۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء

بہادر شاہ اول کا دوسرا لڑکا عظیم الشان شاہ دریائے راوی میں غرق ہو گیا تھا۔ عظیم الشان شاہ کا ایک لڑکا فرخ سیر تھا۔ اس کی قسمت اچھی تھی۔ اس لیئے جہاندار شاہ کے ہاتھ نہ پڑا۔ اور اپنے بھائیوں کی طرح موت کے منہ میں نہ جا سکا +

ان دنوں صوبیدار بہار اور عبداللہ صوبیدار الہ آباد بہت بارسوخ اصحاب تھے۔ ان بھائیوں کی مدد سے فرخ سیر نے دہلی کی طرف پیش قدمی کی۔ درباری پہلے ہی جہاندار شاہ سے بیزار ہو چکے



بہادر شاہ اوّل



بہادر شاہ دوم



نادر شاہ



فرخ سیر

تھے۔ اس لئے اس کو شکست ہوئی۔ اور وہ سے
ذوالفقار کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ ۱۷۱۳ء میں
فرخ سیر شہنشاہ دلی بنا۔ عبداللہ کو وزیر اعظم
اور حسین علی کو سپہ سالار مقرر کیا گیا ۔
فرخ سیر کے عہد کا سب سے مشہور واقعہ یہ تھا
کہ سکھوں کو نہایت بے رحمی سے سزا دی گئی۔
ان کا سردار بندا گرفتار ہوا۔ اور اذیت سے قتل
کیا گیا۔ اس کے آٹھ سو ہمراہی سکھ بھی بڑی
بے رحمی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دئیے گئے
اس تباہی سے سکھ ۳۰ سال تک سر اٹھانے کے
قابل نہ رہے ۔
فرخ سیر ایک مہلک بیماری میں مبتلا تھا۔ اس
نے بہتیرے علاج کئے۔ لیکن شفا نہ ہوئی۔ ۱۷۱۵ء
میں ایک انگریزی سفارت شاہی دربار میں آئی۔
ڈاکٹر ہملٹن نے فرخ سیر کا علاج کر کے اسے بالکل
تندرست کر دیا۔ اس خوشی میں فرخ سیر نے انگریزوں
کو کلکتہ کے نزدیک چالیس گاؤں خریدنے کی اجازت
دینے کے علاوہ انگریزوں کے تجارتی مال کا محصول
بند کر دیا ۔
عبداللہ اور حسین علی اب من مانی کارروائیاں
کر رہے تھے۔ شہنشاہ اور اس کے درباری ان سے
نجات حاصل کرنے کی فکر میں تھے۔ اس کام کی تکمیل
کے لئے وہ سازشوں میں مشغول تھے۔ آخر حسین علی

نے دہلی پر حملہ کر کے فرخ سیر کو قتل کرا دیا۔

فرخ سیر کے بعد ان بھائیوں نے رفیع الدرجات کو ۱۷۱۹ء میں بادشاہ بنایا۔ لیکن وہ ۱۷۲۰ء میں فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی رفیع الدولہ شہنشاہ بنایا گیا۔ لیکن وہ بھی چند ماہ کے اندر اندر مر گیا۔ اس کے بعد نکوسیر اور ابراہیم تخت پر بٹھائے گئے۔ لیکن وہ بھی بہت جلدی موت کا شکار ہوئے۔

## محمد شاہ ۱۷۲۰ء تا ۱۷۴۸ء

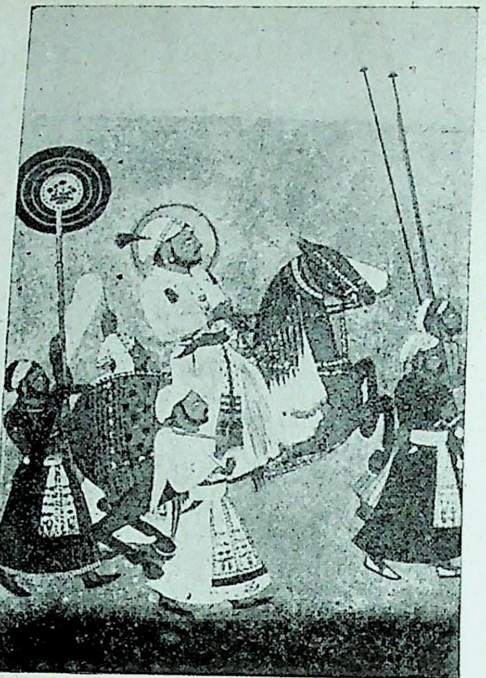
۱۷۲۰ء میں بادشاہ گر بھائیوں نے بہادر شاہ کے پوتے روشن اختر کو محمد شاہ کے لقب سے شہنشاہ بنا دیا۔

اس وقت تک یہ دونوں سید برادران اتنے طاقتور ہو چکے تھے۔ کہ جسے چاہتے بادشاہ بنا تے اور جسے چاہتے ایک منٹ میں تخت سے علیحدہ کر دیتے۔ اسی طاقت کی وجہ سے لوگ ان بھائیوں کو **بادشاہ گر** کہنے لگے تھے۔ آخر درباریوں کی سازش سے حسین علی قتل کیا گیا۔ اور عبد اللہ قید میں ڈال دیا گیا۔ اس طرح بادشاہ گروں کی طاقت کا خاتمہ ہوا۔ اور محمد شاہ کو آزادی کا سانس لینے کی مہلت ملی۔

شہنشاہ دہلی کی طاقت اتنی کمزور ہو گئی تھی۔ کہ دہلی کے گرد و نواح کے سوا تقریباً تمام صوبے



احمد شاہ ابدالی



محمد شاہ رنگیلا












مغلیہ بادشاہوں کے زمانہ کے سنہری سکے

1 اکبر 2 اکبر 3 جہانگیر

4 اورنگ زیب 5 جہانگیر اور نور جہاں

عملاً خود مختار ہو گئے ٭

دکن میں آصف جاہ نے علم بغاوت بلند کر کے شاہی افواج کو دو دفعہ شکست دی - اور دکن میں خود مختار حکومت کی بنیاد ڈالی - ریاست حیدر آباد آج تک آصف جاہ کی اولاد کے قبضے میں ہے ٭

صوبۂ اودھ میں سعادت خاں نے آزادانہ حکومت شروع کر دی - انگریزوں نے جب تک اودھ کا الحاق نہ کیا - سعادت خاں کی اولاد اس صوبہ کی مالک بنی رہی ٭

بنگال میں علی وردی خاں صوبیدار نے اپنی خود مختاری کا جھنڈا لہرایا ٭

روہیلکھنڈ کا زرخیز علاقہ بھی خود مختار ہو بیٹھا - اور پنجاب میں سکھوں کا طوطی بولنا شروع ہو گیا ٭

الغرض شہنشاہ اس قدر بے کس اور کمزور ہو گیا تھا کہ مرہٹوں کے پیشوا بالاجی وشواناتھ نے نہ صرف دکن میں مرہٹوں کی حکومت تسلیم کرائی - بلکہ دکن کے چھ صوبوں سے چوتھ اور سردیش مکھی وصول کرنے کا حق بھی حاصل کر لیا ٭

## نادر شاہ اور اس کا حملۂ ہند

۱۷۳۶ء میں نادر شاہ نامی ایک معمولی حیثیت کے آدمی نے اپنی سپاہیانہ شجاعت اور فنون سپاہ گری کی مہارت کی مدد سے ایران کی سپہ سالاری حاصل کی - اور جلد ہی ایران کا بادشاہ بن گیا ٭

اس نے محمد شاہ شہنشاہ ہند کے پاس ایک سفارت بھیجی۔ محمد شاہ بڑی بے مروتی سے اس کے ساتھ پیش آیا۔ اس بات نے نیز ہندوستان کی ابتر حالت نے نادر شاہ کو ہندوستان پر حملہ کرنے کا موقعہ دیدیا ۔

۱۷۳۹ء کے آغاز میں وہ بغیر کسی مزاحمت کے دہلی سے ایک سو میل کے فاصلہ پر آن موجود ہوا۔ اور محمد شاہ کو اب خیال ہوا۔ کہ دشمن سر پر آگیا۔ اس لئے اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ کرنال کے قریب جنگ ہوئی۔ جس میں شہنشاہ ہند کو شکست ہوئی۔ وہ نادر شاہ کو بڑی عزت کے ساتھ اپنے ہمراہ دہلی میں لے گیا ۔

دن بھر تو نادر شاہی فوج نے بڑے ضبط سے کام لیا۔ لیکن رات کو کسی نے افواہ پھیلا دی۔ کہ محمد شاہ نے نادر شاہ کو قتل کر دیا ہے۔ اس افواہ کے پھیلتے ہی دہلی کے باشندے ایرانی افواج پر پل پڑے۔ اور کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ نادر شاہ کو جب اپنی فوج پر بیدردانہ حملہ کا علم ہوا۔ تو اس نے تلوار نیام سے نکال کر قتل عام کا حکم دیدیا۔ بارہ گھنٹے قتل عام کا وہ بازار گرم ہوا۔ کہ الامان۔ کم و بیش تیس ہزار انسان نہایت بیدردی سے قتل کر دئے گئے۔ اور ان کے گھروں کو آگ لگا دی گئی ۔

آخر محمد شاہ کی درخواست پر نادر شاہ نے قتل عام بند کرنے کا حکم دیا۔ کم و بیش دو ماہ دہلی میں رہنے کے بعد نادر شاہ نے ایران کا رخ کیا۔ اور ایک عہد نامہ

کے ذریعے سے محمد شاہ کو شہنشاہ ہند تسلیم کر لیا -
محمد شاہ نے دریائے سندھ کی مغربی جانب کا تمام علاقہ
نادر شاہ کے حوالے کر دیا- جاتی دفعہ نادر شاہ تخت
طاؤس اور جواہرات کے علاوہ کروڑ ہا روپیہ لوٹ کر لے گیا -

**احمد شاہ ابدالی**

۱۷۴۷ء میں نادر شاہ اپنے وحشیانہ مظالم کی وجہ سے قتل کر دیا گیا -
احمد شاہ ابدالی نے افغانستان میں اپنی حکومت کا سکہ جمایا
۱۷۴۸ء میں احمد شاہ ابدالی نے ہند پر حملہ کیا- لیکن
سرہند کے نزدیک شکست کھا کر واپس چلا گیا -

**احمد شاہ شہنشاہ ہند ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء**

۱۷۴۸ء میں محمد شاہ نے انتقال کیا- اور اس کا لڑکا احمد شاہ تخت پر بیٹھا -
لیکن کچھ زیادہ حکومت نہ کر سکا- سردار باہمی جنگ و
جدل میں مصروف تھے- احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر
قبضہ کر کے اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا - اور
اپنے لڑکے کو صوبیدار بنا کر واپس چلا گیا -

**عالمگیر ثانی**

اس اثنا میں آصف جاہ والئے دکن کے لڑکے غازی الدین نے احمد شاہ کو
اندھا کرا کے تخت سے اتار دیا- اور جہاندار شاہ کی
اولاد میں سے ایک شہزادہ کو عالمگیر ثانی کے لقب سے
۱۷۵۴ء میں شہنشاہ ہند بنا دیا -
۱۷۵۶ء میں احمد شاہ درانی نے دہلی پر حملہ کر کے
ایسی لوٹ مار مچائی- کہ نادر شاہ کے مظالم بھی بھول

گئے۔ اس نے متھرا کے نہتے باشندوں پر ناگفتہ بہ مظالم ڈھائے۔ اور دوسرے سال افغانستان کو چلا گیا۔

## پانی پت کی تیسری لڑائی ۱۷۶۱ء

۱۷۵۸ء میں مرہٹہ افواج نے رگھوبا کی سرکردگی میں پنجاب پر دھاوا بولدیا۔ اور احمد شاہ درانی کے صوبیدار کو بھاگ کر جان بچانی پڑی ۱۷۶۰ء میں مرہٹوں کا تمام ہندوستان میں طوطی بول رہا تھا۔ آخر مسلمان حکمرانوں نے ہندوؤں کے اس عروج کو ضرر پہنچانے کے لیئے باہمی سمجھوتہ کر لیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کچھ کر سکتے۔ سدا شوراؤ بھوؤ کی سرکردگی میں مرہٹے دہلی میں داخل ہوئے۔ اور جو کچھ نادر شاہ اور احمد شاہ کی لوٹ مار سے بچا تھا۔ لوٹنے میں محو ہو گئے۔ دیوان خاص کی چھت میں چاندی کی جو پتریاں لگی ہوئی تھیں۔ وہ بھی ان لوگوں نے اکھاڑ لیں۔ اور اس طرح دہلی کو بالکل ویران کر گئے۔

جب احمد شاہ ابدالی کو اطلاع ملی۔ کہ مرہٹوں نے صوبہ پنجاب کو فتح کر لیا ہے۔ تو اس نے لشکر جرار جمع کیا۔ اور مرہٹوں کی گوشمالی کے لیئے ہندوستان میں گھس آیا۔ مسلمان حکمرانوں نے اس کی مدد کی۔ اور پانی پت کے تاریخی میدان میں مرہٹہ افواج سداشیو راؤ بھوؤ کی رہنمائی میں اور اسلامی افواج احمد شاہ ابدالی کی سرکردگی میں ۱۷۶۱ء میں معرکہ آرا ہوئیں۔ احمد شاہ نے مرہٹوں

کو تباہ کن شکست دی۔ مرہٹوں کا سپہ سالار اور بہت سے مرہٹہ سردار میدان میں کام آئے۔ اور مرہٹوں کی طاقت کا ستارہ غروب ہو گیا۔

اس عظیم الشان فتح کے باوجود احمد شاہ نے ہندوستان کی حکومت سنبھالنے کی مطلق پرواہ نہ کی اور واپس چلا گیا۔ ۱۷۶۷ء میں سکھوں کو کئی زبردست شکستیں دینے کے لئے ہندوستان میں آیا۔ اور کامیاب ہونے کے بعد واپس چلا گیا۔

**علی گوہر**

عالمگیر ثانی کے بعد شہزادہ علی گوہر تخت حکومت کا وارث بنا۔ لیکن اسکی شہنشاہی دہلی کی چار دیواری تک محدود تھی۔ اور وہ بھی کبھی مرہٹوں کے زیر اثر اور کبھی انگریزوں کے۔

۱۷۸۸ء میں غلام قادر نامی ایک روہیلہ سردار نے علی گوہر کو اندھا کر کے قید کر لیا۔ مگر مادھو راؤ سندھیا نے دہلی پر قبضہ کر کے علی گوہر کو دوبارہ تخت نشین کیا۔ اور خود وکیل مطلق بن کر شمالی ہند پر حکومت کرنے لگا۔ لیکن ۱۸۰۳ء میں سندھیا کو انگریزوں نے شکست دیکر شہنشاہ ہند علی گوہر کے لئے سرکار انگریزی کی طرف سے بیش قرار وظیفہ مقرر کر دیا۔

علی گوہر کے بعد اس کا بیٹا اکبر ثانی کے نام سے حاکم بنا۔ اور اس کے بعد اس کا لڑکا بہادر شاہ ثانی شہنشاہ کہلایا۔ مگر ۱۸۰۳ء کے بعد یہ شہنشاہی محض لقب تک محدود تھی۔ خود بادشاہ وظیفہ خوار ہوتا تھا۔ بھلا اسے

ملکی معاملات میں حکم دینے کا اختیار کہاں +

۱۸۵۷ء میں غدر ہوا- مغلیہ خاندان کا آخری شہنشاہ بہادر شاہ جو برائے نام بادشاہ تھا- غدر میں انگریزوں کے خلاف شرکت کرنے کے جرم میں اس برائے نام شہنشاہی سے بھی علیحدہ کر دیا گیا- اور رنگون جیسے دور دراز قلعہ میں اسیر سلطانی بنا کر بھیج دیا گیا- جہاں پر وہ ۱۸۶۲ء میں فالج کی بیماری میں مبتلا ہو کر ملک عدم کا راہی ہوا +

## سلطنت مغلیہ کا زوال

خاندان مغلیہ کے زوال کا بڑا سبب اورنگ زیب تھا- جیسا کہ پہلے مفصل طور پر بیان ہو چکا ہے +

اکبر- جہانگیر- شاہجہاں اور اورنگ زیب اگرچہ کئی نقصائص رکھتے تھے- ان میں ذاتی دلیری- شجاعت مردانگی- بیخوفی اور دشمن کے مقابلہ کی طاقت کے جوہر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے- وہ ارادہ کے ایسے پکے تھے کہ کسی درباری کو ان کے سامنے بولنے کی مجال نہ تھی- لیکن اورنگ زیب کی اولاد ان خوبیوں سے بالکل محروم تھی- اور پھر ان کے جانشین مرد میدان ہونے کی بجائے رنگ رلیاں منانے والے اور عیش و طرب کے بندے نکلے- امرائے دربار نے جب دیکھا- کہ بادشاہ سلامت حکومت کی بجائے رنگ رلیوں میں مشغول ہیں- وہ کیوں پیچھے رہتے- انہوں نے بھی ہر دن کو عید اور ہر شب کو شب برات سمجھا- عیش پسندی کی وبا یہاں تک پھیلی کہ بادشاہ اور امرا پالکیوں میں بیٹھ کر اور عورتوں

کے غول ہمراہ لے کر میدان جنگ میں جاتے تا کہ میدان جنگ میں بھی عیش و عشرت کی صحبتیں گرم رہیں - کہاں وہ بہادر تھے - جو سو سو میل ننگے پیٹھ گھوڑوں پر سوار چلے جاتے اور دم نہ لیتے - راتوں آسمان کی چھت کے نیچے گزارتے - اور دوپہر کی گرمی میں تلوار کے سایہ میں آرام کرتے اور کہاں یہ رنگین مزاج شاہ اور ان کے سپاہی - کہ اگر جنگ کے لیئے بھی جائیں تو میدان جنگ کو بھی محلات شاہی کی عیش گاہ سمجھیں - پھر یہ کیسے ممکن تھا - کہ وہ کامیاب ہوسکیں - یا مطلق العنانی کے ساتھ حکومت کرسکیں ۔

(۳) - مرہٹوں کی طاقت کا بڑھنا اور ان کے جنگ کا نرالا طریقہ بھی سلطنت کے زوال کا ایک باعث ہوا ۔

(۴) - نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے شاہان مغلیہ کی رہی سہی طاقت کا خاتمہ کر دیا ۔

(۵) - جب سلطنت مغلیہ کی جڑ کھوکھلی ہوگئی - تو امرا جابجا خود مختار ہو گئے - مثلاً نظام الملک آصف جاہ دکن میں سعادت خاں اودھ میں - علی وردی خاں بنگالہ میں وغیرہ وغیرہ

(۶) - فرخ سیر کے جور و ستم نے سکھوں کے مذہبی فرقہ کو ایک جنگجو قوم بنا دیا - سکھ قوم کا عروج بھی سلطنت مغلیہ کے زوال کا باعث ہوا ۔

(۷) - مغل اوران کے ہمراہی جب شمال کی طرف سے آئے تھے - تو اس وقت بڑے جفاکش تھے - لیکن ہندوستان کی گرم آب و ہوا میں بہت عرصے تک رہنے سے ان کے

خصائل بدل گئے تھے ×

# اکتیسواں باب

## مرہٹوں کا عروج

مرہٹے مغربی گھاٹ کے ان جنگلات سے پر اور دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں رہتے تھے۔ جنہیں مہاراشٹر کہتے ہیں محنت۔ جفاکشی اور بہادری کی وہ صفات جو پہاڑی بہادر۔ جنگجو اور شجاع قوموں کی نشانی ہیں۔ ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ اور وہ پیدائشی سپاہی تھے۔ تعلیم اور قواعد انہوں نے احمد نگر اور بیجا پور کی افواج میں بھرتی ہو کر حاصل کیں ×

یہ لوگ ہندو مذہب کے پیرو تھے۔ تاہم ذات کی اونچ نیچ۔ امیر غریب اور اعلےٰ و ادنےٰ کا فرق ان کے نزدیک کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ وہ سب مرہٹے تھے۔ اس لئے ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے۔ مغلیہ افواج کی تباہ کاریوں نے مرہٹوں کو بیدار کر دیا۔ اس موقعہ پر سیوا جی کے گورو رام داس اور تکارام۔ ایک ناتھ اور سجے رام سوامی جیسے مذہبی لیڈروں نے مرہٹوں میں مذہبی جوش پیدا کر دیا۔ شاعروں نے اپنی جادو بیانی سے قوم کو راہ عمل دکھائی۔ اور وقت اور قوم جس شخص کا انتظار کر رہے تھے وہ بھی رہنمائی کے لئے نمودار ہؤا۔ یہ شخص سیوا جی تھا ×

## سیواجی

سیواجی ماں باپ دونوں کی طرف سے راجپوت نسل کا تھا۔ اس کے باپ کا نام شاہ جی تھا۔ جو شاہ بیجاپور کی شاہی ملازمت میں ایک اعلےٰ عہدہ پر ممتاز تھا۔ اس کی ماں کا نام جیجا بائی تھا۔ وہ ۱۰۔اپریل ۱۶۲۷ء میں شونیر کے قلعہ میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں اور گرو دادا جی کاندیو نے پونا میں اس کی پرورش کی۔ اس کی ماں نے جو اپنے مذہبی اور قومی لٹریچر سے خوب واقف تھی۔ سیواجی کو رامائن اور مہابھارت کے بہادروں کے کارنامے سنا سنا کر بہادر۔ شجاع۔ عالی حوصلہ و بلند خیال بنا دیا۔ جبتک سیواجی کی ماں زندہ رہی۔ اس نے ہر معاملہ میں اس سے مشورہ لیا۔ اور بھوانی دیوی کا جس نے اس کی ماں کو بشارت دی تھی)۔ کہ تیرا لڑکا سیواجی بڑا مشہور ہوگا۔ اور مرہٹہ قوم کو خوب ترقی دیگا۔ سچا پجاری بنا رہا۔ دادا جی کاندیو بڑا دیندار اور دھرماتما آدمی تھا۔ اس کی زندگی و اعلےٰ چال چلن کا سیواجی پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اس نے سیواجی کو فن جنگ اور ملکی انتظام میں خوب طاق کر دیا۔ پس عالم جوانی میں سیواجی کے دل میں گئو و برہمن کی رکھشا۔ قومی ترقی اور ذاتی حکومت کی خواہش بڑے زبردست طور پر کام کرنے لگی۔ لہٰذا اس نے مرہٹوں کے مردہ قالب میں نئی روح پھونک دی اور ان کو متحد کرکے ایک قوم بنا دیا۔ اور بتلایا۔ کہ وہ حکومت کے لیئے ہیں۔ نہ کہ محکومیت کے لیئے ٭

سیواجی کی زندگی چار حصوں میں تقسیم کی گئی ہے ٭

## (۱) پونا کے گرد و نواح پر دھاوے

ابتداء میں سیواجی نے

پونا کے گرد و نواح پر ہاتھ مارا - پھر ۱۶۴۶ء میں قلعہ
تورنا پر قابض ہوگیا - اس قلعہ میں سے اس کو ایک
دفینہ ملا - جس سے اس نے راج گڑھ کے قلعہ کی
تعمیر کرائی - تھوڑے ہی عرصہ میں سنگھ گڑھ اور
پورندھر کے قلعے ہاتھ آ گئے - پھر بیجاپور کے شاہی
خزانہ کو لوٹا - اور اس کے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا -
شاہ بیجاپور نے سیواجی کی ان کارروائیوں سے
طیش میں آ کر شاہ جی کو قید کر دیا - خیال تھا - کہ
شاید شاہ جی کا اس میں ہاتھ ہے - مگر سیواجی
نے جلد ہی ایک ڈھنگ سے اسے رہا کرا لیا۔

## (۲) بیجاپور کے خلاف لڑائیاں

شاہ بیجاپور علی عادل شاہ
نے سیواجی کی جابرانہ کارروائیوں سے تنگ آ کر
افضل خاں کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا -
افضل خاں نے روانگی سے پہلے ڈینگ ماری - کہ
وہ سیواجی پہاڑی چوہے کو پابجولاں دربار میں
لا کر حاضر کر دیگا - مگر افضل خاں کو لینے کے دینے
پڑ گئے - سیواجی نے حکمت عملی سے افضل خاں
کے ساتھ صلح کا سلسلہ چھیڑا - اور جان بخشی پر
اطاعت کا وعدہ کیا - لیکن بر موقع ملاقات سیواجی
نے بغل گیر ہوتے ہی افضل خاں کا کام تمام کر

دیا - اور مرہٹے مسلمانی فوج پر چاروں طرف سے
ٹوٹ پڑے اس طرح سیواجی کو فتح نصیب ہوئی ٭
شاہ بیجاپور نے پھر سپہ سالار سیدی جوہر کے
ماتحت ایک بڑی فوج سیواجی کے مقابلے کے
لیئے روانہ کی - مگر سیدی جوہر بھی ناکام واپس پھرا ٭
آخرکار شاہ بیجاپور بذاتِ خود میدان میں آیا -
اور سیواجی سے کئی قلعے واپس لے لیئے - لیکن چونکہ
کرناٹک میں بغاوت پھیل گئی تھی - اس لیئے افواج
اس طرف روانہ کی گئیں ٭
سیواجی نے پھر موقع پا کر سب قلعے واپس لے
لیئے - آخر شاہ بیجاپور نے سیواجی کے ساتھ صلح کر
لی - اور اسے تمام مفتوحہ علاقہ کا خود مختار حاکم
تسلیم کر لیا ٭

## (۳) اورنگ زیب سے لڑائیاں

ریاست بیجاپور کی
طرف سے مطمئن ہو کر سیواجی نے مغلیہ علاقوں
پر دست درازی شروع کر دی - عالمگیر نے سیواجی
کی روک تھام کے لیئے اپنی افواج دکن کی طرف
روانہ کیں - اور عالمگیر اور سیواجی کے درمیان وہ
لڑائیاں ہوئیں - جن کا ذکر اورنگ زیب کے عہد
حکومت میں کیا گیا ہے - علاوہ ازیں سیواجی
نے دو دفعہ سورت کو لوٹا ٭

## (۴) تاجپوشی

۱۶۷۴ء میں رائے گڑھ

میں سیواجی کی تاجپوشی ہوئی۔ اور چھ سال تک اس نے اپنی سلطنت کا نہایت اعلےٰ انتظام کیا۔

**طرزِ حکومت** سیواجی ایک لائق ملکی مدبر اور منتظم حاکم تھا۔ اس کے ماتحت آٹھ ممبروں کی ایک کونسل تھی۔ جسے اشٹ پردھان کہتے تھے۔ اس کونسل کا وزیر اعظم پیشوا کہلاتا تھا۔ یہ کونسل سیواجی کو ملکی انتظام میں مدد دیتی تھی۔ مختلف محکمے مختلف وزیروں کے سپرد تھے۔

دیہات میں دیہاتی طریقہ پر انتظام ہوتا تھا۔ ہر ایک گاؤں ایک پٹیل کے ماتحت تھا۔ جو زمین کی کاشتکاری کا نگراں تھا۔ پولیس کا انتظام اور زرِ لگان جمع کرتا تھا۔ اور دیہات کے لوگوں کے اچھے چال چلن کا ذمہ دار تھا۔ بہت سے پٹیل ملاکر دیش ادھکاری کے ماتحت رکھے جاتے تھے۔ دیش ادھکاری کا منصب موروثی تھا۔ لیکن وہ انتظام حکومت میں کوئی مداخلت نہ کرسکتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے ضلعے تعلقداروں کے ماتحت تھے صوبیداروں کا کام چھوٹے چھوٹے رقبوں کا انتظام تھا۔ ملکی اور مالی انتظام کے لئے ملک دو حصوں میں منقسم تھا۔ ایک سوراج تھا۔ جس پر مرہٹے خود حکومت کرتے تھے۔ دوسرا مغلائی۔ جہاں سے مرہٹے ہرسال چوتھ اور سردیش مکھی اکٹھی کرتے تھے مغلائی

حصہ کی حکومت مختلف گورنروں کے ہاتھ میں تھی۔ سیواجی کے زیر اہتمام کوئی خاص علیحدہ جوڈیشل سروس (عدالتیں) نہ تھیں۔ دیوانی مقدمات کے فیصلے کے لیئے پنچائت ہؤا کرتی تھی۔ سپاہیوں کے جھگڑے ان کے افسر ہی فیصل کیا کرتے تھے۔ اور فوجداری قوانین شاستروں سے لیئے جاتے تھے ٭

سیواجی کا حکم تھا۔ کہ سرکاری روپیہ کا حساب بہت اچھی طرح رکھا جائے۔ کوئی حاکم سرکاری روپیہ اڑانے نہ پاتا تھا۔ اور اگر کوئی رشوت لیتا یا بے ایمانی کرتا۔ تو سرکاری جاسوس راجہ کو خبر کر دیتے۔ اور اسے سخت سزا ملتی ٭

## فوجی انتظام

سیواجی کا فوجی انتظام ہر طرح سے مکمل اور با ضابطہ تھا۔ فوجی ساز و سامان ہر وقت تیار رہتا تھا۔ کیونکہ سیواجی کا سارا دار و مدار اس کی فوجی کامیابی پر تھا۔ فوج میں پیادہ اور رسالہ دونوں قسم کے سپاہی موجود تھے۔ دس سپاہیوں پر ایک نائک۔ پچاس سپاہیوں پر ایک حوالدار اور سو سپاہیوں پر ایک جمعدار مقرر تھا۔ ہزار سپاہیوں پر ایک ہزاری اور پانچ ہزار پر پنجہزاری۔ اور سب کا افسر سرنوبت تھا۔ رسالہ میں بھی ایسے ہی افسر موجود تھے ٭

سیواجی عام طور پر اپنے سپاہیوں و افسروں کو نقد تنخواہ دیتا تھا۔ سال میں چار مہینے تنخواہ

شاہی خزانہ سے ملتی تھی۔ باقی آٹھ ماہ تک۔ ان کا کام تھا۔ کہ وہ دشمن کے علاقہ میں لوٹ مار کریں۔ تمام لوٹ سرکاری خزانہ بن جاتی تھی۔ اور جو جو انعامات و اکرامات کسی کا حق ہوتا تھا۔ وہ دربار سے ملتے تھے۔ مگر کسی افسر کو یہ اجازت نہ تھی۔ کہ جو لوٹ میں ہاتھ آئے۔ وہ اپنے گھر پہنچائے۔ لڑائی و لوٹ کے قواعد و ہدایات میں مفصلہ ذیل ہدائتیں موجود تھیں :۔

کسی برہمن کو نہ لوٹا جائے۔ اور نہ اس کی توہین کی جائے۔ نہ کاشتکاروں کو لوٹا جائے اور نہ لوٹ میں گائے بیل چھینے جائیں۔ عورت پر کسی قسم کی دست درازی نہ کی جائے :۔

**ذرائع آمدنی** سیوا جی نے زمینوں کا لگان ٹھیکہ داروں کے ذریعہ سے وصول کرنے کا طریقہ ترک کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ کسانوں سے تو بہت زیادہ وصول کرتے۔ مگر راجہ کو کم دیتے۔ اس طرح کاشتکار ہمیشہ نالاں رہتے۔ کاشتکاروں کی سہولیت کے لئے سیوا جی نے کل پیداوار کا ⅖ حصہ لگان مقرر کیا جسے اس کے افسر جمع کر کے شاہی خزانہ میں داخل کر دیتے تھے۔ اور وہاں سے اپنی تنخواہ لے لیتے۔ وہ دوسرے حکمرانوں کی رعایا سے چوتھ (پیداوار کا ¼) اور سردیش مکھی (پیداوار کا ⅒) وصول کرتا تھا۔ اشیائے درآمد برآمد پر محصول لیا جاتا تھا۔ زیارتی مقامات پر جو چڑھاوے چڑھتے تھے۔ شاہی خزانہ میں جمع ہوتے تھے۔ گھوڑوں پہ ٹیکس

اور جرمانوں کی آمدنی بھی شاہی خزانہ میں جاتی تھی۔ لوٹ مار ایک بڑا بھاری ذریعہ آمدنی تھا۔ تمام لوٹ مار کا اسباب شاہی حق سمجھا جاتا تھا۔ اس کی کل آمدنی ان ذرائع سے حاصل ہوتی تھی ❊

چھ سال کی کامیاب حکومت کے بعد ۱۶۸۰ء میں سیواجی نے وفات پائی ❊

## سیواجی کے خصائل

سیواجی بہادر اور نڈر تھا۔ اور ایک غیر معمولی لیڈر۔ جرنیل تھا۔ منتظم اور مدبر بھی نہایت اعلےٰ درجے کا تھا۔ پرائیویٹ زندگی میں پرلے درجے کا دھرماتما تھا۔ اس کا ذاتی چال چلن نہایت ہی پاکیزہ تھا۔ اس میں مستقل مزاجی و بلند نظری اور مردم شناسی اور قدردانی کا جوہر بدرجۂ کمال تھا۔ وہ حد درجہ کا فیاض۔ رحم دل۔ سخی اور دوست پرور تھا۔ لوٹ کھسوٹ میں غریبوں اور کاشتکاروں کی رکھشا کرتا تھا گئو اور برہمن کا زبردست محافظ تھا۔ اپنے مذہب کا پکا تھا۔ اس کا سلوک عورتوں کے ساتھ حد درجہ کا شریفانہ تھا۔ عورت کی بے حرمتی وہ کسی حالت میں روا نہ سمجھتا تھا۔ اگرچہ پڑھا لکھا نہ تھا۔ مگر اس نے اپنی خداداد لیاقت۔ اپنی مردانہ ہمت اور اپنی شجاعت سے اپنے اور اپنی قوم کے دشمنوں سے لڑ بھڑ کر ایک ہندو سلطنت کی بنیاد ڈال دی اور خود نامور راجہ بنا ❊

بعض مؤرخین نے سیواجی کو افضل خاں اور

شائستہ خاں کے واقعہ کی بنا پر دغابازانہ اور فریب کار کہا ہے *

اس امر سے کسی کو انکار نہیں - کہ افضل خاں و شائستہ خاں دونوں سیواجی کے جانی دشمن تھے - اور اگر ان کا داؤ چلتا - تو وہ اسے کچا چبا جاتے لیکن سیواجی نے موقعہ پاکر ان پر ہاتھ صاف کر دیا جنگ میں ایسی چالاکی کو حکمت عملی کہا جاتا ہے - گو اخلاقی لحاظ سے اس واقعہ کو نہایت نامناسب خیال کرتے ہیں - لیکن دشمن ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے اکثر ایسا کیا کرتے ہیں *

## مرہٹوں کا طریقۂ جنگ

مرہٹوں نے جس سرعت کے ساتھ ترقی کی - وہ حیرت انگیز ہے - اور ان کی اس ترقی کی ایک وجہ ان کا نرالا طریقۂ جنگ بھی ہے - جس کا ذکر یہاں بے فائدہ نہ ہوگا - مرہٹوں کے جنگ کا طریقہ نرالا ہی تھا - وہ لڑائی کے وقت پہاڑوں پر چڑھ جاتے اور اوپر سے دشمنوں پر پتھر لڑھکاتے - پہاڑیوں جنگلوں اور غاروں میں گھات لگائے بیٹھے رہتے - جب موقع ملتا - دھاوا کر دیتے - کھلے میدان میں نہ لڑنا ان کا اصول تھا - وہ دشمنوں کے ارد گرد گھوڑوں پر سوار ہوکر پھرا کرتے - تمام فصلیں کاٹ دیتے - تاکہ دشمن خوراک حاصل نہ کرسکے - کنوؤں میں زہر ڈال دیتے - تاکہ دشمنوں کو پانی نہ مل سکے - اگر

کوئی شخص دشمن کی فوج کا پیچھے رہ جاتا - یا نہتا ہوتا - تو مرہٹے اسے قتل کر دیتے - اس طرح حتے الامکان دشمنوں کو تکلیف دیتے رہتے - حتے کہ دشمن تنگ آکر واپس چلا جائے - مرہٹہ سپاہی ہمیشہ ان گرد و نواح کے علاقوں کو لوٹا کرتے - جو دشمن کے ماتحت ہوتے تھے - وہ گھوڑوں پر اس قدر تیزی سے جا سکتے تھے - کہ کوئی شخص ان کی گرد کو نہ چھو سکتا تھا - اگر کبھی کھلے میدان میں گھر جاتے - تو ایسا ظاہر کرتے - کہ وہ شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں - مگر جب دشمن کی صفیں درہم برہم ہو جاتیں - تو دشمن پر ٹوٹ پڑتے - اور تباہ کر دیتے - لڑائی میں رسد وغیرہ ساتھ نہ لے جاتے - اور اسباب میں صرف ایک ایک سوار کے پاس ایک ایک کمبل ہوتا تھا - جو زین کے نیچے کسا ہوتا ⁂

## سیواجی کے جانشین
## سنہ ۱۶۸۰ع سے ۱۷۱۴ع تک

سیواجی کی وفات پر اشٹ پردھان کونسل نے مرہٹوں کو خانہ جنگی سے بچانا چاہا - لیکن کونسل کی کوششیں اکارت گئیں - حکومت کے دو دعویدار تھے - سمبھا جی اور راجہ رام سمبھا جی سیواجی کا بڑا لڑکا تھا - اور راجہ رام چھوٹا بعض سرداروں نے راجہ رام کو تخت پر بٹھانا چاہا - لیکن سمبھا جی نے راجہ رام اور اس کے حامیوں کو سنہ ۱۶۸۰ع میں شکست دیکر گدی سنبھالی - اور راجہ رام

کو قید کر لیا۔ اور اس کے ساتھیوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا ۔

## سمبھا جی ۱۶۸۰ء سے ۱۶۸۹ء

سمبھا جی اگرچہ سیوا جی کی طرح چست و چالاک نہ تھا۔ تاہم ابتدا میں اس نے جنگی قابلیت کا ثبوت دیا۔ گوا کے پرتگیزوں کو خوب تنگ کیا۔ لیکن اس میں عیش پسندی اور نفس پرستی کا مادہ زیادہ تھا۔ اس لئے وہ ریاست میں اپنی عشرت کی خبر منایا کرتا تھا۔ چنانچہ ریاست میں ابتری پھیل گئی۔ انہیں دنوں اورنگ زیب نے بیجاپور اور احمد نگر کی ریاستوں کو تباہ کرنے کے بعد مرہٹوں کی طرف توجہ کی۔ ۱۶۸۹ء میں عالمگیری افواج نے سمبھا جی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اور اس کے لڑکے شاہو کو جو بعد میں سیوا جی ثانی کے نام سے مشہور ہوا۔ مغلیہ دربار میں تربیت کے لئے بھیج دیا ۔

## ریجنٹ راجہ رام ۱۶۸۹ء تا ۱۷۰۰ء

مرہٹوں کا راجہ شاہو یا سیوا جی ثانی عالمگیر کی قید میں تھا۔ اس لئے مرہٹوں نے راجہ رام کو قید سے نکال کر نائب السلطنت مقرر کر دیا۔ اور مقتول سمبھا جی کا بدلہ لینے کے لئے متحد ہو گئے۔ شاہی افواج نے جنجی کے قلعہ میں راجہ رام اور اس کی مرہٹہ افواج کو محصور کر لیا۔ آخر ۱۶۹۸ء میں قلعہ فتح ہوا۔ اور راجہ رام جان بچا کر بھاگ

نکلا۔ ۱۷۰۰ء میں اس نے وفات پائی ؎

راجہ رام کے دو لڑکے تھے۔ سیواجی اور سمبھاجی سیواجی کی ماں کا نام تارا بائی تھا۔ اور سمبھاجی راجہ رام کی پہلی بیوی کے پیٹ سے تھا ؎

## تارا بائی کی ریجنسی ۱۷۰۰ء تا ۱۷۰۸ء

راجہ رام کی وفات پر اس کی بیوہ تارا بائی نے مرہٹہ قوم کی رہنمائی کا بار اٹھایا۔ اس کی رہنمائی اس لحاظ سے مرہٹوں کے لئے بڑی مفید ثابت ہوئی۔ کہ اس نے عالمگیر کی افواج کو دکن کی فتح سے باز رکھا۔ اور احمد نگر کو واپس جانے پر مجبور کر کے دکن کو بچا لیا۔ لیکن اس میں چالبازی اور خود غرضی کی جو بری عادتیں تھیں۔ ان سے مرہٹہ قوم کو سخت نقصان پہنچا۔ اور خانہ جنگی کا دروازہ کھل گیا ؎

اس نے بڑی چالاکی کے ساتھ اعلان کیا۔ کہ سمبھاجی مقتول کا لڑکا ساہو مرہٹوں کی سرداری کا حقدار نہیں۔ بلکہ اس کا اپنا لڑکا جو راجہ رام سے تھا۔ اور جس کا نام سیواجی تھا۔ اصلی حقدار تھا۔ لیکن یہ سیواجی جلد ہی فوت ہو گیا۔ اس پر اس نے راجہ رام کے دوسرے لڑکے سمبھاجی کو سرداری کا حقدار ٹھیرایا ؎

اس دوران میں بہادر شاہ نے سیواجی کے لڑکے ساہو کو جسے اورنگ زیب نے قید کر کے دہلی بھیجا

ہؤا تھا۔ شہنشاہ کا باجگزار رہنے کے وعدہ پر رہا کردیا۔ بہادر شاہ کی پالیسی یہ تھی۔ کہ شاہو کے حکومت کا دعوے دار ہونے پر مرہٹوں میں خانہ جنگی شروع ہو جائیگی۔ اور اس طرح مرہٹوں کی پیشقدمی کچھ مدت کے لیئے رک جائیگی۔ چنانچہ اس کی چال کارگر ہوئی۔ اور تارا بائی اور ساہو یا سیواجی ثانی کے درمیان عرصہ تک جنگ ہوتی رہی۔ وہ ساہو کو مرہٹوں کی حکومت سے تو محروم نہ کرسکی۔ البتہ اپنے سوتیلے لڑکے سمبھاجی کو ریاست کولھاپور کا راجہ تسلیم کرانے میں کامیاب ہوگئی ✣

## ساہو یا سیواجی ثانی ۱۷۰۸ء سے ۱۷۴۹ء

شاہو نے دربار دہلی میں ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی۔ اور وہ عیش پرست۔ آرام طلب۔ اور کاہل بن گیا تھا۔ وہ ۱۷۰۸ء میں راجہ بنا۔ اس کے عہد میں ریاست میں ابتری اور نااتفاقی کا دور دورہ تھا۔ بالاجی باجی راؤ پیشوا نے اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر پیشوا کی طاقت کو بہت مضبوط کرلیا۔ باوجودیکہ وہ پانچواں پیشوا تھا۔ اس نے اتنی طاقت پیدا کی۔ کہ وہ پہلا پیشوا مشہور ہوگیا ✣

شاہو عمر بھر راجہ رہا لیکن حقیقی حکومت پیشوا کے ہاتھ میں تھی۔ جب ۱۷۴۸ء میں وہ فوت ہؤا۔ تو اس کی بیوی حاملہ تھی۔ کچھ عرصہ بعد لڑکا پیدا ہؤا۔ جس کا نام

راجہ رام رکھا گیا - تارا بائی نے ریجنسی کے لئے کوشش کی - لیکن بالا جی باجی راؤ نے اس کی پیش نہ جانے دی - وہ خود پیشوا تھا - اب ننھے راجہ کا ریجنٹ بھی بن گیا - اور اس طرح حکومت اس کے ہاتھ میں چلی گئی - بالا جی باجی راؤ نے تارا بائی کو ستارا میں قید کر لیا - جہاں پر وہ ۱۷۶۱ء میں فوت ہوئی ⁂

## پہلا پیشوا بالاجی وشوا ناتھ ۱۷۱۴ء تا ۱۷۲۰ء تک

ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں - کہ بالا جی وشوا ناتھ نے شاہو کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر تمام اختیارات خود حاصل کر لئے تھے - اور شاہو کو برائے نام راجہ رہنے دیا تھا - مزید برآں اس نے پیشوائی کا عہدہ اپنے خاندان کے لئے مخصوص کر لیا - اس طرح اسے پیشواؤں کے خاندان کا بانی کہا جا سکتا ہے ⁂

اس نے مرہٹہ قوم کو باہم متحد رکھنے کے لئے نظام حکومت میں بہت سی اصلاحات کیں - مالیہ بہتر طریقہ سے جمع کرنا شروع کیا - اور مرہٹہ افواج کو مرتب کیا - ان اصلاحات سے ملک میں امن قائم ہو گیا - اور اسے اپنی حکومت کو وسعت دینے کا موقعہ مل گیا ⁂

اس نے بادشاہ گر بھائیوں کی امداد کے لئے دس

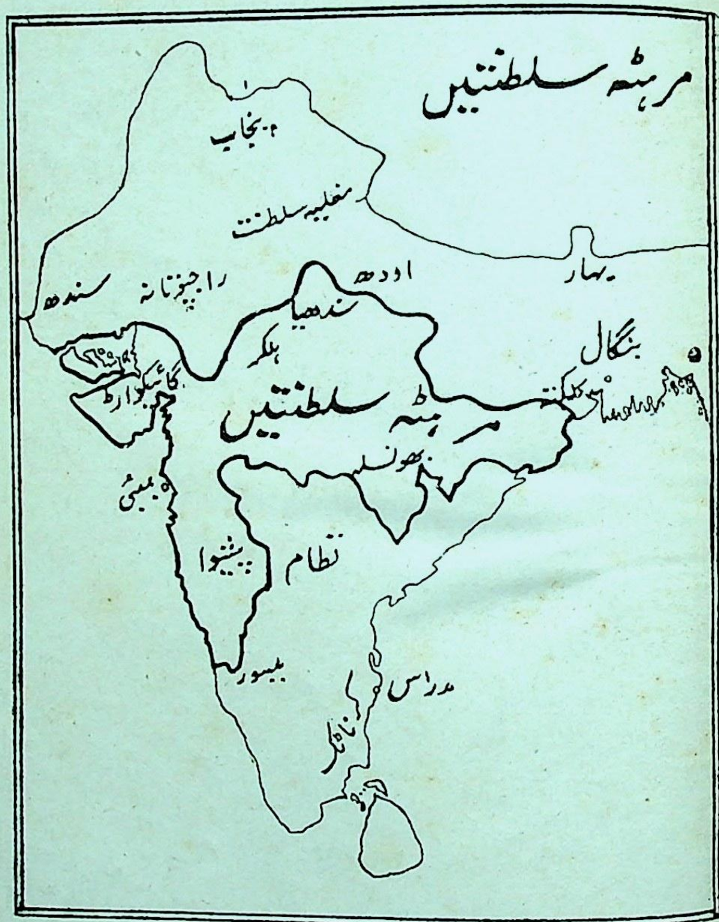
ہزار مرہٹہ فوج بھیج کر جب فرخ سیر کو مغلوب کر لیا۔ تو دکن میں مرہٹوں کی حکومت تسلیم کرانے کے علاوہ چوتھ اور سردیش مکھی وصول کرنے کا حق بھی محمد شاہ سے ۱۷۲۰ء میں حاصل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے ان باتوں کے علاوہ محمد شاہ سے نواح دہلی میں لوٹ مار نہ کرنے کا وعدہ کرکے شہنشاہ سے ایک کثیر رقم لی ؛

دہلی سے واپس جاکر پیشوا کو زیادہ مدت رہنا نصیب نہ ہؤا۔ اور اکتوبر ۱۷۲۰ء میں فوت ہوگیا ؛

## دوسرا پیشوا باجی راؤ اوّل ۱۷۲۰ء تا ۱۷۴۰ء تک

باجی راؤ اول کی پیشوائی کے زمانہ میں بعض سرداروں نے اپنے کارہائے نمایاں سے مرہٹوں کے دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ اور ان کی طاقت میں دن بدن اضافہ ہورہا تھا۔ باجی راؤ اوّل نے ان کی رفتار ترقی اور قومی اتحاد کی ضرورت کو مدنظر رکھکر گائیکواڑ کو گجرات۔ بھونسلا کو برار۔ ہلکر کو اندور اور سندھیا کو گوالیار کے علاقوں کی سرداری دیدی۔ اور ان کو باہم ملنے سے باز رکھا۔ تاکہ وہ پیشوا کے ساتھ جنگ وجدل میں مصروف ہوکر قومی شیرازہ کو نہ بکھیر دیں ؛

جب ان کی طرف سے پیشوا مطمئن ہوگیا۔ تو اس نے ہندوستان میں مرہٹہ حکومت قائم کرنے کی غرض


مرہٹہ سلطنتیں
پنجاب
مغلیہ سلطنت
بہار
اودھ
راجپوتانہ
سندھ
سندھیا
بنگال
ہلکر
گائیکوار
کلکتہ
مرہٹہ سلطنتیں
بھونسلہ
بمبئی
نظام
پیشوا
میسور
مدراس
کرناٹک

سے دکن سے قدم باہر نکالا - اور دہلی کا رخ کیا -
محمد شاہ نے نظام الملک واسطے حیدر آباد (دکن)
کو امداد کے لیئے طلب کیا - لیکن مرہٹوں نے بھوپال
کے نزدیک نظام الملک کو شکست دے کر مالوہ کو
اپنی سلطنت میں شامل کرنے کے علاوہ پچاس لاکھ
روپیہ شہنشاہ سے بطور تاوان جنگ وصول کیا ÷
باجی راؤ نے ۱۷۳۹ء میں پرتگیزوں سے بسین
کا قلعہ فتح کر لیا ÷
باجی راؤ پیشوا کا باپ بالاجی وشوا ناتھ بیشک بڑا
طاقتور پیشوا تھا - اور اس نے فتوحات بھی بہت
کیں - لیکن باجی راؤ پیشوا اپنے باپ سے بھی آگے
نکل گیا - اور اپنی فتوحات کی وجہ سے تمام پیشواؤں
کا سرتاج کہلایا ÷

## تیسرا پیشوا بالاجی باجی راؤ ۱۷۴۰ء تا ۱۷۶۱ء تک

بالاجی باجی راؤ پیشوا کے اکیس سالہ عہد حکومت
میں سے بیس سال مرہٹہ قوم کی عظمت اور ترقی
کے لیئے مشہور ہیں - لیکن اکیسواں سال بڑا ہی
منحوس ثابت ہوا - مرہٹہ قوم آسمان عروج سے چشم
زدن میں ایسی گری - کہ کسی کو اس کا وہم و گمان
بھی نہ تھا - مرہٹہ سرداروں نے اپنے گرد و نواح
کے علاقوں کو فتح کر ہی لیا تھا - لیکن ادگیر کی
فتح نے مرہٹوں کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے -

نظام الملک کے لڑکے صلابت جنگ اور نظام علی نے ایک لشکر جرار جمع کرکے احمد نگر کا علاقہ مرہٹوں سے واپس لینا چاہا۔ ۱۷۶۰ء میں خونریز معرکے کے بعد میدان مرہٹوں کے ہاتھ آیا۔ اور صلابت جنگ اور نظام علی کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ انہوں نے دولت آباد۔ اسیر گڑھ کا قلعہ اور اورنگ آباد کا بیشتر علاقہ مرہٹوں کی نذر کرکے صلح کی ٭

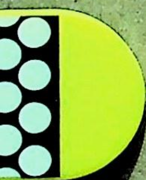
چنانچہ ۱۷۶۰ء میں ایک طرف دریائے چمبل اور جمنا سے گوداوری تک۔ دوسری طرف بحیرہ عرب سے خلیج بنگال تک مرہٹوں کی حکومت پھیل گئی۔ اور وہ تمام ہندوستان سے چوتھ وصول کرنے کے قابل ہوگئے۔

۱۷۶۱ء میں پانی پت کی تیسری لڑائی میں جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو شکست فاش دیکر ہر کمانے راز والے کا ایسا ثبوت دیا کہ باید وشاید۔ مرہٹوں کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی۔ اور وہ پھر اپنے آبائی وطن کو واپس چلے گئے۔ پانی پت کی لڑائی میں سپہ سالار اور بڑے بڑے سرداروں کے علاوہ بے شمار مرہٹے کھیت رہے ٭

پانی پت کی شکست مرہٹوں کے لئے تباہ کن ثابت ہوئی۔ یا نہیں۔ یہ دوسرا سوال ہے۔ لیکن انگریزوں کے حق میں یہ شکست بڑی بھاری نعمت ثابت ہوئی۔ کیونکہ مرہٹوں کی کمزوری کی وجہ سے ان کا راستہ اور بھی صاف ہوگیا ٭

ختم شد





9

